مجالس خطیبِ اعظم

(۱)

بانیٔ تنظیم خطیبِ اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج۔ لکھنؤ (ہندوستان)

باسمہ سبحانہ

مجالس خطیب اعظمؒ

(۱)

مصنف

بانئ تنظیم خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج لکھنو ۱۸ (ہندوستان)

نام کتاب : مجالس خطیب اعظمؒ (۱)

مصنف : مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

کتابت : جعفر مرزا

طباعت

پہلا ایڈیشن : جولائی ۱۹۸۹ء

دوسرا ایڈیشن : مارچ ۲۰۱۶ء

تعداد : ایک ہزار

ناشر : تنظیم المکاتب لکھنؤ ۱۸ (انڈیا)

ھدیہ : Rs. 75/-

عرض تنظیم

خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ کی آواز میں اللہ نے جو اثر دیا تھا اس نے قوم میں دینی انقلاب پیدا کر دیا۔ ان کے پیغام کا اثر نہ صرف یہ کہ آج تک باقی ہے بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کا ثبوت سامعین و خطباء کی وہ بڑھتی ہوئی تعداد ہے جو منبر سے دین کا پیغام سنانا اور سننا چاہتے ہیں، تبلیغ دین اور تحریک دینداری کے سلسلہ میں ان کی پر خلوص کاوش کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ادارہ ان کی مجالس کے مجموعے شائع کر رہا ہے۔

مستقبل کے محراب و منبر کی ذمہ داریاں سنبھالنے والی نئی نسل کی خطابی تربیت کے لئے دس مجلسوں کا یہ مجموعہ منارۂ نور ہے۔ یہ مجلسیں خطیب اعظمؒ کی زندگی کے آخری عشرۂ محرم کی ہیں جو انہوں نے خوجہ مسجد ممبئی میں ۱۴۰۵ھ میں پڑھا تھا۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ ان کے افکار، تبلیغات اور تحریک دینداری کے نقطۂ عروج کا عکاس ہے اور اہل دانش اس سے حسب نظر استفادہ کر سکتے ہیں۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ بطفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام ہمیں توفیق دیتا رہے تا کہ ہم ترویج و تبلیغ دین کے فرائض کو بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

رب عظیم خطیب اعظمؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

بطفیل محمد و آل محمد علیہم السلام

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب لکھنؤ

فہرست مجالس

۷۸۶

پہلی مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالْجَنَّۃُ لِلْمُوَحِّدِیْنَ وَالنَّارُ لِلْمُلْحِدِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ وَقَاتِلِیْهِمْ وَغَاصِبِیْ حُقُوْقِهِمْ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَآئِلِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ صلوٰۃ بر محمدؐ و آل محمدؐ

قرآن مجید کے پہلے سورہ بقر کی ابتدائی اور شروع کی آیتوں میں سے یہ ایک آیت ہے جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں پروردگار عالم نے کچھ لوگوں کے لئے یہ کہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے اپنے خدا سے ہدایت حاصل کی ہے

اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ ہیں۔ جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بعد ارشاد ہوتا ہے الٓمّٓ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ

الم ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے اس قسم کے حروف قرآن مجید میں بہت سی جگہ آئے ہیں ان حروف کے معانی اور مطالب سوائے خدا کے اور سوائے محمد وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ الم کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو شک اور شبہ سے بالاتر ہے۔ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ اس قرآن مجید کی ہدایت کا فائدہ ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو متقی ہوں گے پرہیزگار ہوں گے دین کے پابند ہوں گے۔ کوئی شخص متقی کیسے بنے گا۔ پرہیزگار کیسے بنے گا دین کا پابند کیسے بنے گا اس کی تفصیل قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ یہ متقی اور پرہیزگار وہ لوگ ہوں گے۔ اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ پہلی صفت اور پہلی شرط ان کی یہ ہوگی کہ یہ غیب پر ایمان رکھتے ہوں گے دوسری صفت ہے وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو نمازوں کو ادا بھی کرتے ہونگے اور نمازوں کو قائم بھی کرتے ہوں گے وَمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ اور یہ متقی اور پرہیزگار لوگ وہ ہوں گے کہ ان کو خدا جو بھی روزی دے گا اپنی روزی میں سے کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کریں گے

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جو اس کتاب پر

بھی ایمان لائے ہیں جو ہم نے اے پیغمبر آپ پر نازل کی ہے۔ اور ان ساری چیزوں پر بھی ایمان لائے ہیں۔ جو آپ سے پہلے ہم دوسرے نبیوں پر نازل کر چکے ہیں ان لوگوں کی مخصوص صفت یہ ہے کہ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ یہ مرنے کے بعد کی دوسری زندگی پر پکا پکا یقین رکھتے ہیں اتنی تفصیل سنانے کے بعد خدا کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے رب کی طرف سے ہدایت حاصل کی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

میں جب اپنی ان دس مجلسوں کا آغاز اور ابتدا کر رہا ہوں تو میں کچھ سنانے سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے ذہنوں میں سب سے پہلے یہ بات رکھیں اور سمجھ لیں کہ اگلی دس راتوں میں ہم کو اور آپ کو مل کر کس مقصد کے لئے کوشش کرنا ہے اور ان دس دنوں میں ہمیں کیا دولت ایمان دولت تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ گزارش کرتا ہوں توجہ فرمائیں گے۔ پہلے آپ یہ محسوس کریں کہ اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز کونسی ہے۔ میں بغیر کسی تفصیل کے اگر یہ بات کہوں تو بیجا نہ ہوگی کہ آج کے سماج میں آج کے معاشرہ میں اور آج ہی نہیں بلکہ آج سے سینکڑوں اور ہزاروں سال پہلے انسان کی سوسائٹی میں سب سے زیادہ قیمت دی گئی ہے دولت کو پیسے کو مال کو دنیا کی چیزوں کو لیکن میں ابھی دین کی باتیں نہیں شروع کر رہا ہوں ابھی دنیا ہی کی باتیں کر رہا ہوں جب دنیا میں مال اور دنیا سب سے زیادہ قیمتی ہے اسی

ہیں اس مال سے اس دنیا سے قیمتی چیز اور ہے اور قیمتی چیز کا نام ہے جان ایک آدمی اپنی جان کھپا کے اپنا پسینہ بہا کے اپنا خون جلا کے سردی گرمی برسات کی تکلیفیں جھیل کے عزت اور ذلت سے گزر کے اپنے خیال میں بے شمار دولت جمع کرتا ہے اور جب دولت کا ڈھیر اس کی نگاہوں کے سامنے رہتا ہے چاہے وہ بینک ہی میں کیوں نہ ہو تو اس کے دل کو بڑا اطمینان ہوتا ہے لیکن اگر وہ آدمی بیمار ہو گیا اور یہ معلوم ہوا کہ بیماری میں جتنی دولت ہے جب سب خرچ ہو جائے گی تو جان بچے گی تو عام طور سے آدمیوں کا فیصلہ یہی ہوتا ہے کہ سب مٹ جائے ایک نیا پیسہ نہ رہ جائے لیکن ہماری جان بچ جائے جس دنیا میں مال سب سے زیادہ قیمتی ہے اس دنیا میں بھی یہ بات مانی گئی ہے اور اب بھی مانی جا رہی ہے کہ مال سے زیادہ قیمتی انسان کی جان ہے۔

اگر آپ نے یہاں تک میری بات پر توجہ فرمائی ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک چیز اور ہے جو جان سے بھی زیادہ قیمتی ہے مال کی قیمت کے بارے میں میں نے جو کچھ آپ کے سامنے کہا ہے اسے آپ سامنے رکھیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ شریف دنیا کی بات کرتا ہوں جس دنیا میں شرافت ختم ہو گئی ہے اس کا تذکرہ نہیں ہے لیکن ہندو ہو مسلمان ہو یہودی ہو عیسائی ہو مذہب کا ماننے والا ہو مذہب کا نہ ماننے والا ہو لیکن اس میں شرافت پائی جاتی ہے تو شریف دنیا میں انسان کی عزت اس کی جان سے زیادہ قیمتی ہے میں نے دو

لفظیں آپ کی خدمت میں جو سنائی ہیں ان کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ دین نہ ہو مگر اس کے بعد بھی کم سے کم انسانی شرافت پائی جانا چاہئے میرا ذہن نہ مڑتا اس بات کی طرف لیکن امام حسینؑ نے جب آپ زخمی ہوکر زمین کربلا پر آرام فرما رہے ہیں یعنی اتنے زخمی ہیں کہ آپ کی آنکھیں بند ہیں اب معلوم نہیں کہ حسینؑ زندہ ہیں کہ نہیں زندہ ہیں تو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ امام حسینؑ زندہ ہیں شام کی فوج کے ایک سپاہی نے امام کے قریب پہنچنے کے بعد آواز دی حسینؑ دنیا میں زندہ نہیں ہیں لہذا اب حسینؑ کے خیموں کو لوٹ لو تو امامؑ نے اس وقت اپنی گردن اٹھائی ناطاقتی کے باوجود زخموں کے باوجود خون کے بہ جانے کے باوجود آپ نے اپنی گردن اٹھائی اور اس کے بعد آپ نے آواز دی تم میں دین نہیں پایا جاتا ہے تو کم سے کم شرافت کا لحاظ کرو اور میرے خیموں پر حملہ نہ کرو تو معلوم ہوا امام حسینؑ کے اس فقرہ نے متوجہ کیا کہ بے دین آدمی میں بھی انسانی شرافت پائی جا سکتی ہے یہ بات میں نے اسلئے کہی ہے کہ میں نے ابھی دین کا تذکرہ نہیں شروع کیا ہے میں دنیا ہی کی باتیں کر رہا ہوں کہ دنیا میں سب سے قیمتی ہے مال، مال سے زیادہ قیمتی ہے جان اس کے بعد جو میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا تھا وہ بات یہ ہے کہ شریفوں کی دنیا میں جان سے زیادہ قیمتی ہے عزت ہم نے جان کا قیمتی ہونا کیسے معلوم کیا ہم نے جان کا قیمتی ہونا اس طرح معلوم کیا کہ انسان سارا مال لگا دے گا مگر

اپنی جان بچائے گا لیکن شریفوں کی تاریخ میں ہم نے یہی دیکھا ہے شریف گھرانوں میں ہم نے یہی دیکھا ہے کہ اگر گھر کی عزت پر آنچ آنے لگتی ہے تو آدمی مرجانا گوارا کرتا ہے مگر عزت کو ضایع نہیں ہونے دیتا تو معلوم یہ ہوا کہ دنیا اس بات کو تسلیم کرتی ہے مال قیمتی ہے بہت قیمتی ہے مگر اس سے زیادہ قیمتی جان ہے اور جان قیمتی ہے بہت قیمتی ہے مگر اس سے زیادہ انسان کی عزت و آبرو قیمتی ہے اب یہاں تک دنیا کے تذکرہ کو پیش کرنے کے بعد اپنے سننے والوں سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان سب سے زیادہ قیمتی چیز جو قرآن کی نظر میں ہے وہ انسان کا ایمان ہے وہ انسان کا دین ہے وہ خدا کی خوشنودی کا حاصل کرنا ہے وہ آخرت کی نجات کا حاصل کرنا ہے اس کے لئے میں آپ کو اتنا یاد دلانا چاہتا ہوں کہ امام حسینؑ کا مشہور ترین فقرہ ہے جس کا ایک جملہ سب کو یاد ہے لیکن دوسرا جملہ کم لوگوں کو یاد ہے آپ نے فرمایا اَلْمَوْتُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ موت بہتر ہے ذلت کی زندگی سے یہ آج سب کو یاد ہے اس لئے کہ اس کی اتنی تبلیغ ہوئی ہے اتنی تشریح ہوئی ہے اتنا لوگوں کو سنایا گیا ہے کہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ امام حسینؑ نے کہا تھا کہ موت بہتر ہے ذلت کی زندگی سے جہاں آپ نے یہ فرمایا ہے وہیں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اَلْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ بیشک موت بہتر ہے ذلت کی زندگی سے لیکن جب انسان کے سامنے دو چیزیں آجائیں ایک ذلت کی زندگی اور ایک آخرت میں دوزخ میں

جانا تو جب ان دو میں مقابلہ پیدا ہو جائے کہ آدمی دنیا میں ذلت کی زندگی گوارا کرے یا آخرت میں دوزخ کی آگ کو گوارا کرے تو امامؑ نے فرمایا وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ دوزخ میں جانا کسی قیمت پر گوارا نہیں البتہ دنیا میں ذلت کی زندگی برداشت ہو سکتی ہے معلوم ہوا مال قیمتی، مال سے زیادہ جان قیمتی، جان سے زیادہ عزت قیمتی، اور عزت سے زیادہ ایمان قیمتی ہے میں اپنے حسینی مجمع سے ایک ہی لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ امام حسینؑ کے ساتھ میدان کربلا میں جو کچھ واقعات پیش آئے ہیں ان سارے واقعات سے امامؑ باخبر تھے اس لئے کہ آپ امام تھے امام کے پاس علم غیب ہوتا ہے اور امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ جتنے بھی میدان کربلا میں آئے تھے سب پیش آنے والے واقعات سے باخبر تھے کوئی بے خبر نہ تھا کیا کچھ ہونے والا ہے آنے والوں کو آنے سے پہلے معلوم تھا اس سلسلہ میں ایک ایسے انسان کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو حسینؑ کے ساتھ مدینے سے نہیں چلا ہے۔ جو حسینؑ کے ساتھ مکہ سے نہیں چلا ہے راستہ میں آکر شریک ہوا ہے اس کا نام نامی اسم گرامی جناب زہیر قین ہے زہیر قین کے لئے تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ حج سے فارغ ہو کے بڑی تیزی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ اس قافلہ تک پہنچ گئے جو حسینؑ کا قافلہ تھا لیکن زہیر قین کا طریقہ یہ تھا کہ جہاں حسین رکتے تھے زہیر بھی رک جاتے تھے جہاں سے امام روانہ ہوتے تھے وہاں سے زہیر بھی روانہ ہو جاتے تھے لیکن اس فرق کے ساتھ اس فاصلہ کے ساتھ کہ

زہیر کا قافلہ الگ ہوتا تھا امامؑ کا قافلہ الگ ہوتا تھا امامؑ کے خیمے الگ لگتے تھے زہیر کے خیمے الگ لگتے تھے بڑا مشہور واقعہ ہے مگر میں صرف یادداشت کو تازہ کرنے کے لئے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ زہیر قین دسترخوان پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک مرتبہ کسی نے آکر آواز دی کہ کیا زہیر قین موجود ہیں زہیر نے کہا کہ ہاں میں موجود ہوں کہا میں علی اکبرؑ ہوں حسینؑ کا فرزند ہوں اور مجھ کو میرے باپ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ کو بلایا ہے جناب علی اکبرؑ پیغام دے کے چلے جاتے ہیں زہیر قین ذرا دیر خاموش رہتے ہیں پھر کھانا شروع کرتے ہیں جب زہیر قین کھانا شروع کرتے ہیں تو ان کی مومنہ بیوی کہتی ہے تم نے کیا سوچا حسینؑ کے بلانے پر زہیر کہتے ہیں کہ جاؤں کہ نہ جاؤں تو ایک مرتبہ اس مومنہ نے بے چین ہو کر کہا کہ آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امامؑ بلائے شہزادی فاطمہؑ کا فرزند بلائے فرزند رسولؐ بلائے اور لوگ سوچتے ہیں کہ جائیں کہ نہ جائیں تو زہیر قین نے کہا اچھا کھانا ختم کر دیں جاتا ہوں کھانا ختم ہونے کے بعد زہیر قین امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑی دیر تک حاضر رہے اور حاضر ہونے کے بعد اپنے خیمہ میں واپس آنے کے بعد انھوں نے اپنی بیوی سے کہا میں تمھیں طلاق دینا چاہتا ہوں مومنہ نے پوچھا میری کون سی ایسی خطا ہے جس بنیاد پر آپ مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں کہا کوئی خطا نہیں ہے میں چاہوں گا کہ میرا بچہ بچہ اس بات کو محسوس کرے کہ واقعات کربلا جو کچھ بعد میں پیش آئے ہیں

آنے والے ان پورے پیش آنے والے واقعات کے ہونے سے پہلے باخبر تھے تو جب زہیر قین کی بیوی نے کہا کہ آپ مجھے کس بنا پر طلاق دینا چاہتے ہیں کونسی خطا ہوئی ہے جس بنا پر آپ رشتہ توڑ دینا چاہتے ہیں جناب زہیر نے جواب دیا خطا نہیں ہوئی ہے بات یہ ہے کہ میں حسین کے قافلہ میں شامل ہو گیا ہوں اور حسینؑ کے قافلہ میں شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے شہید ہونا پڑے گا اگر تم میرے ساتھ رہو گی تو تم کو میرے بعد قیدی اور اسیر بننا پڑے گا تو میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد قیدی بنائی جاؤ تم بغیر چادر کے لے جائی جاؤ تم بازاروں میں لے جائی جاؤ اس لئے میں طلاق دے کے اپنے سے الگ کر دینا چاہتا ہوں میں شہید ہو جاؤں گا مگر تم رسوائی و ذلت سے محفوظ ہو جاؤ میں واقعہ کو صرف اسلئے سنانا چاہتا تھا کہ آپ آسانی کے ساتھ محسوس کر سکتے ہیں کہ آج کا شریک ہونے والا زہیر قین جب جانتا ہے کہ حسینؑ کے قافلہ میں شہید ہونا ہے شہادت کے بعد جو ہمارے گھر والے رہ جائیں گے ان کو قیدی بننا ہے تو یہ پہچانئے کہ خود امام حسینؑ جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے، زینبؑ جانتی تھیں یا نہیں جانتی تھیں عباسؑ جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے آج کا شامل ہونے والا زہیر جانتا ہے تو مدینہ کے چلنے والے جانتے تھے یا نہیں مکہ سے چلنے والے جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے اور امام کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے امام تو علم غیب رکھتے ہیں ان کو تو ہر واقعہ کی خبر ہے ہر چیز کا علم ہے تو میں آپ سے اتنی دیر جو بات کرنا چاہتا تھا وہ

صرف یہ کہ کربلا کے میدان میں حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھ آنے والے سارے اصحاب ساری عورتیں سارے بچے سارے جوان سارے ایسے سن رکھنے والے جو واقعات سے باخبر ہو سکتے ہیں انھیں پیش آنے والے سارے واقعات کی اطلاع تھی تو فقط اتنی اطلاع نہیں تھی کہ لاشیں بے گور و کفن پڑی رہ جائیں گی اطلاع تھی کہ لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں گے اطلاع تھی کہ لاشوں کو کوئی دفن کرنے والا نہیں ہوگا یہ بھی خبر تھی کہ ہمارے بعد خیمے جلا دیئے جائیں گے یہ بھی خبر تھی کہ ہمارے بعد ہمارے گھر کی عورتوں کو قیدی بنایا جائے گا اب آپ پہچانئے جو آیا ہے وہ سمجھ کے آیا ہے تو میں پھر ایک مرتبہ آواز دوں گا اپنے حسینی مجمع کو کہ واقعہ کربلا نے ہم کو بتایا ہے کہ دنیا کی نگاہ میں مال قیمتی ہے مال سے زیادہ جان قیمتی ہے جان سے زیادہ انسان کی عزت قیمتی ہے لیکن کربلا والوں نے اپنی عزت بھی قربان کی ہے دین بچانے کے لئے ہم کو اور آپ کو یہ پیغام دینے کے لئے کہ ہر چیز بے قیمت ہے سب سے زیادہ قیمتی چیز دین ہے سب سے زیادہ قیمتی چیز ایمان ہے میں آپ کی خدمت میں اس تذکرہ کو اتنی تفصیل کے ساتھ فقط اس لئے پیش کرنا چاہتا تھا۔ کہ میں اگلے دس دنوں میں اگلی دس راتوں میں جو کچھ باتیں آپ کے سامنے کہنے والا ہوں اس کا خلاصہ اس کا مقصد آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے اور وہ محفوظ رہے تاکہ اگلے دنوں میں آپ میری مدد کر سکیں اور میں آپ کی مدد کر سکوں تو ہماری نگاہ میں اگر ہم حسینی ہیں

اگر ہم مومن ہیں اگر ہم مسلمان ہیں تو ہماری نگاہ میں سب سے قیمتی چیز ہونا چاہئے ایمان اور امام حسین علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق موت آسان ہے موت سے زیادہ مشکل دنیا کی ذلت کی زندگی وہ آسان ہے لیکن دوزخ میں جانا اس کا تصور بھی کسی انسان کو کسی مومن کو کسی مسلمان کو ایک سکنڈ کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو اگر ہم پیرو حسینؑ ہیں تو ہر چیز قربان کر دینا ہے ہر چیز چھوڑ دینا ہے مگر ایمان نہیں جانے دینا ہے کوئی ایسا کام نہیں کرنا ہے کہ ایک سکنڈ کے لئے بھی ہمارے لئے دوزخ کا خطرہ پیدا ہو جائے امام کے اس نقرہ کو ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اَلْمَوْتُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ موت بہتر ہے ذلت کی زندگی سے وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ لیکن ذلت کی زندگی بہتر ہے دوزخ کی آگ میں جانے سے تو میں نے آپ کے سامنے اس منزل تک بات جب پہنچائی ہے تو اب عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اگلی تقریروں میں ایک ہی بات کہنا ہے کہ میں اپنا حساب لگاؤں آپ اپنا حساب لگائیں کہ ہم مومن ہیں یا نہیں ہیں ہم مومن ہیں تو ہمارا ایمان کس منزل تک پہنچا ہے ہم اگر مومن ہیں تو ہم نے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچایا ہے یا نہیں بچا لیا ہے ———— تو

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے اب میں آپ کے سامنے اسی بات کو دوسرے رخ سے پیش کرنا چاہتا ہوں ہم نے کلمہ پڑھا ہے نجات پانے کے لئے ہم نے اذان دی ہے نجات پانے کے لئے ہم نے دین اسلام کو

قبول کیا ہے فقط اس لئے کہ اپنے کو نجات دلانا چاہتے ہیں دوزخ کی آگ سے ۔ ہم نے خدا کی خدائی مانی ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی نبوت مانی ہے۔ بارہ اماموں کی امامت مانی ہے امام زمانہ(عج) کی غیبت مانی ہے ۔ قرآن مجید کو مانا ہے قبلہ کو مانا ہے قیامت کو مانا ہے مرنے کے بعد کی زندگی کو مانا ہے ۔جنّت اور دوزخ کو مانا ہے دین کی ساری باتوں کو تسلیم کیا ہے شریعت کے سارے احکام کو تسلیم کیا ہے اس لئے تسلیم کیا ہے کہ ہم اپنی نجات چاہتے ہیں اپنے کو دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں یہ بات اگر آپ محسوس کر رہے ہیں تو اب میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہوں گا کہ ہر سمجھدار آدمی کو اپنے کئے ہوئے کام کا خود حساب لگانا ہے جس مقصد کے لئے جس ہدف کیلئے ہم نے اپنے کام کو شروع کیا تھا اس میں ہم کامیاب رہے یا ناکامیاب رہے ایک پڑھنے والا لڑکا اس دن مطمئن ہوتا ہے جس دن رزلٹ آتا ہے اور وہ پاس ہو جاتا ہے اور اگر وہ اچھے نمبروں سے پاس ہوتا ہے فرسٹ ڈیویژن فرسٹ پوزیشن لاتا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی ہے ایک بیوپاری تجارت کرنے والا سال کے آخر میں جب نفع دیکھتا ہے تو اس کے بعد اسے اطمینان ہوتا ہے کہ ہم نے جو کام شروع کیا تھا اس کام میں ہم فائدہ میں رہے بس اسی طریقے سے میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر آدمی نے بالغ ہونے کے بعد ایک کام شروع کیا ہے کہ ہم نے اسلام کو قبول کیا ہم خدا و رسولؐ

اور امامؑ پر ایمان لائے ہیں شریعت ہم نے تسلیم کی ہے کس لئے تسلیم
کی ہے سب کا ایک ہی مقصد ہے کہ ہم دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو
بچانا چاہتے ہیں نجات چاہتے ہیں نجات کے لئے دو لفظیں یاد رکھئے گا
دوزخ سے بچنا اور جنت میں جگہ پاجانا یہ ہے نجات تو ایمان کا مقصد یہی ہے
اسلام کا مقصد یہی ہے کلمہ کا مقصد یہی ہے شریعت کا مقصد یہی ہے
ہم نے بھوکے پیاسے رہ کے روزہ رکھا ہے تو اسی مقصد کو حاصل کرنے
کے لئے اگر ہم نے اپنی گاڑھی کمائی سے راہ خدا میں خرچ کیا ہے زکوٰۃ و
خمس نکالا ہے تو اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اس وقت بھی آپ
مجلس سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں تو اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یعنی
کسی عورت کے سامنے کسی مرد کے سامنے کسی بچے کے سامنے
کسی بیٹی کے سامنے دین و اسلام کا کوئی مقصد نہیں ہے سوائے اس کے
کہ ہم اپنے آپ کو دوزخ سے بچانا چاہتے ہیں اپنے کو جنت تک پہنچانا
چاہتے ہیں یہ وہ مقصد ہے یہ وہ ہدف ہے یہ وہ نشانہ ہے جس کے لئے
ہم نے اور آپ نے اپنے آپ کو تیار کیا ہے تو جس طرح سے پہلے آدمی خود
جان لیتا ہے کہ ہم پاس ہونے والے ہیں یا فیل ہونے والے ہیں سال بھر
کے بعد کھاتا بنتا ہے لیکن بیوپار کرنے والا جانتا رہتا ہے سال بھر کہ ہم
گھاٹے میں جا رہے ہیں یا نفع میں جا رہے ہیں فیکٹری چلانے والے کو
پتہ چلتا رہتا ہے کہ فیکٹری چل رہی ہے یا ڈوب رہی ہے بس اسی طریقہ
سے میں نے ان دس مجلسوں میں کوشش کرنے کی نیت کی ہے طفیل محمدؐ و

آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کوشش میں خدا کی مدد سے کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں خود بھی اور اپنے سارے سننے والوں کو بھی اس بات کی طرف متوجہ کروں کہ ہم خود اپنا اپنا حساب کریں کہ ہم نے جس مقصد کے لئے ایمان و اسلام قبول کیا ہے اس مقصد میں ہم کامیابی کی طرف جارہے ہیں یا ناکامیابی کی طرف جارہے ہیں ہم نے جو دین کا کاروبار کیا ہے اس میں نفع میں جارہے ہیں یا نقصان میں جارہے ہیں ہم جس شریعت کے امتحان میں بیٹھے ہیں اس میں پاس ہونے والے ہیں یا فیل ہونے والے ہیں آپ یقین مانئے اگر فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیجئے فیصلہ آپ اپنے لئے اپنے اوپر چھوڑ دیجئے تو ہر آدمی فیصلہ یہی کرے گا کہ ہم سے زیادہ جنّتی کون ہے ہم سے زیادہ نجات پانے والا کون ہے لیکن پروردگار عالم نے ہمارے حال پر مہربانی کی ہے کہ اس نے قرآن مجید میں وہ پورا چارٹ دے دیا ہے وہ پوری تفصیل دیدی ہے کہ اس کو ایک مسلمان پڑھے اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرے ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہیں ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں ہیں اب میں چاہوں گا کہ آپ کو سب سے پہلے وہ آیت سناؤں جس کی میں نے سرنامۂ کلام کے طور پر تلاوت کی ہے ارشاد ہوتا ہے اولئك علی ھدی من ربھم یہی وہ لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت حاصل ہوئی ہے وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں یعنی خدا نے قرآن مجید میں بتایا کہ کچھ لوگ ہیں

جو ہدایت یافتہ بھی ہیں جو نجات یافتہ بھی ہیں میں ایک لفظ کی تشریح کرنا چاہوں گا یاد رکھئے گا ہدایت کا مقصد ہی نجات ہے اگر نجات نہ حاصل ہو تو ہدایت کا فائدہ ہی کیا ہوگا میں اپنے ایک دوست کے گھر جانا چاہتا ہوں مجھے راستہ نہیں معلوم ہے تو میں لوگوں سے ہدایت حاصل کرتا ہوں داہنے جاؤں کہ بائیں جاؤں اس چوراہے پر آیا ہوں سامنے مڑ کر جاؤں کہ پیچھے مڑ کے جاؤں تو میں یہ کیوں پوچھ رہا ہوں ہدایت کیوں حاصل کر رہا ہوں میں اس گھر تک پہنچنا چاہتا ہوں جو میرے دوست کا گھر ہے تو بس اسی طریقہ سے نجات یعنی دوزخ سے بچنا اور جنت تک پہنچنا یہ نجات ہے اس نجات ہی کے لئے ہدایت چاہئے یعنی ہمیں کیا کرنا ہے تاکہ ہم اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچا سکیں ہمیں کیا کیا کرنا ہے تاکہ ہم اپنے آپ کو جنت کے دروازہ تک پہنچا سکیں قرآن مجید نے اسی لئے کہا یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے ہدایت حاصل کی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو خداوند عالم کہتا ہے کہ یہ لوگ نجات یافتہ ہیں تو معلوم ہوا قرآن مجید نے اس جماعت کا پتہ بتا دیا جو نجات یافتہ بھی ہے جو ہدایت یافتہ بھی ہے لیکن میں نے یہ آخری آیت پڑھی ہے اس سلسلہ کی اس سے پہلے کی آیتیں آپ قرآن مجید میں پڑھیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جسے آپ ڈھونڈھ نہ سکیں قرآن مجید کھولئے کھولنے کے بعد پہلے صفحہ پر آپ کو سورۂ حمد ملے گا۔ دوسرے صفحہ سے سورۂ بقرہ شروع ہوجاتا ہے میں سنا چکا ہوں مگر ایک بار

پھر سن لیجئے پروردگار عالم نے پورا چارٹ قرآن مجید کی ان آیتوں میں بنا کے دیدیا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تصدیق کرو اور معلوم کرو کہ ہدایت یافتہ ہو یا نہیں نجات یافتہ ہو یا نہیں تو اپنی رائے سے مت سطے کرو قرآن مجید نے جو چارٹ بنایا ہے اسکے حساب سے دیکھو وہ صفتیں تم میں پائی جاتی ہیں یا نہیں پائی جاتی ہیں، ترجمہ سنئے ارشاد ہوتا ہے اَلٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ، الٓمّٓ کے لئے میں عرض کر چکا کہ یہ حروف مقطعات ہیں ان حروف مقطعات کا کوئی علم کسی کے پاس نہیں ہے یا قرآن کے بھیجنے والے خدا کے پاس ہے یا قرآن کے لانے والے نبیؐ کے پاس ہے یا قرآن کی ترویج و حفاظت کرنے والے آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہے۔ صلواۃ

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ قرآن مجید یہ وہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے میں آپ کی خدمت میں اس سلسلہ میں ایک لفظ آج ہی کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آگے بڑھوں گا اور میرے کسی بچے کے ذہن میں یہ سوال باقی رہ جائے گا خدا کہتا ہے بیشک کہتا ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ وہ کتاب ہے جو شک اور شبہ سے بالاتر ہے مگر جتنے مسلمان نہیں ہیں سب کو شک ہے کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں ہے تبھی وہ مسلمان نہیں ہیں قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ خدا کہتا ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ وہ کتاب ہے جو شک اور شبہ سے بالاتر ہے تو میں اس سلسلہ میں

ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کے سننے کا استقبال کریں آپ صلوات بھیج کر محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

یہ مسئلہ آج ہی حل ہو جائے تاکہ آئندہ ترجمہ میں جب میں ترجمہ کروں تو آپ کو زحمت نہ ہو جاہل دنیا کا ذکر نہیں ہے جاہل دنیا کا مزاج تو دوسرا ہوتا ہے لیکن جہاں سے بھی پڑھی لکھی دنیا شروع ہوتی ہے چاہے وہ دین کی ماننے والی ہو چاہے دین کی نہ ماننے والی ہو۔ ہر آدمی جو بھی لکھتا ہے جو بھی کہتا ہے جو بھی تجویز کرتا ہے جو بھی فارمولا پیش کرتا ہے جو بھی تھیوری پیش کرتا ہے اس کے بارے میں وہ پورا اعتماد رکھتا ہے پورا فیتھ رکھتا ہے پورا یقین رکھتا ہے مگر اس کے باوجود اس سے کہا جائے کہ صدفی صد تم کو بالکل اس کے صحیح ہونے کا یقین ہے تو وہ اپنے علم کی بنیاد پر کہتا ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے جہاں تک میری عقل ہے جہاں تک میرا تجربہ ہے جہاں تک میں سمجھ سکتا تھا جہاں تک میں سوچ سکتا تھا وہاں تک تو یہ ٹھیک ہے لیکن ہو بھی سکتا ہے کہ غلط ہو جائے ہمارا آپ کا کیا ذکر ہے میں آپ کی خدمت میں وہ مثالیں عرض کروں جہاں انسان آسانی کے ساتھ متوجہ ہو سکتا ہے آج علمی سطح پر ہماری مذہبی دنیا میں آقائے خوئی اور آقائے خمینی (اللہ ان کو سلامت رکھے) ان سے بلند درجہ کا کوئی نہیں ہے ان سے جب کبھی ہم فتویٰ پوچھیں گے چاہے معمولی سے معمولی مسئلہ کا فتویٰ پوچھیں جس کی ہماری نگاہ میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو لیکن یہی فرق ہے ہم جاہل

ہیں کتاب سے ہم جاہل ہیں حدیث سے ہم جاہل ہیں قرآن سے مگر یہ عالم ہیں یہ جانتے ہیں قرآن میں کیا کیا ہے یہ جانتے ہیں چودہ معصومینؑ کی حدیثوں میں کیا کیا ہے تو یہ بڑے سے بڑے مسئلہ پر فتویٰ دیں چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ پہ فتویٰ دیں سب سے آخر میں لکھتے ہیں واللہ اعلم بالصّواب یعنی بالکل ٹھیک جاننے والا خدا ہے ہماری سمجھ میں جو قرآن و حدیث سے آیا ہے وہ فتویٰ ہم نے دیا ہے تو ان کا ہر فتویٰ کے بعد یہ لکھنا کہ واللہ اعلم بالصّواب بالکل صحیح صورت حال کا جاننے والا خدا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو ساڑھے ننانوے فیصدی بھی اگر یقین ہے تب بھی امکان ہے کہ فتویٰ غلط ہو سکتا ہے معلوم ہوا کہ فقیہوں میں جو اعلم ہوتے ہیں ان کو بھی صد فی صد اپنی بات کے سچے ہونے کا دعویٰ نہیں ہے اسی طرح سے آپ دنیا میں کسی ڈاکٹر کے پاس چلے جائیں جس نے ایک نسخہ سے ایک دوا سے لاکھوں مریضوں کو اچھا کیا ہو اسی مرض کا مریض لے کے گئے جس کو وہ اچھا کرتا رہا ہے ہم نے کہا یہ اچھا ہو جائے گا کہا دوا دینا ہمارا کام ہے شفا دینا کسی اور کا کام ہے اب تک کا تجربہ یہی ہے کہ جس کو ہم نے دوا دی ہے اچھا ہو گیا ہے لیکن ہم دعویٰ نہیں کر سکتے ہیں کہ ضرور اچھا ہو جائے گا معلوم ہوا ان کو اپنے تجربہ پہ بھروسہ ہے مگر صد فی صد یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ دوا ناکامیاب نہیں ہو سکتی ہے کسی بڑے سے بڑے سائنس داں اور فلاسفر کے پاس چلے جائیے اور جا کے

پوچھے تم نے جو تھیوری پیش کی ہے یہ کیا غلط ہو سکتی ہے یا نہیں غلط ہو سکتی ہے کہا اب تک جتنی ہماری ریسرچ ہے اس کی بنا پر تو یہی صحیح ہے لیکن کل کونسی نئی ریسرچ آئے گی جس کے بعد یہ تھیوری غلط ہو جائے گی معلوم ہوا پڑھی لکھی دنیا میں جہاں آدمی عقل سے کام لیتا ہے علم سے کام لیتا ہے دیانتداری سے کام لیتا ہے سچائی سے کام لیتا ہے پوری محنت کے ساتھ غور و خوض کرتا ہے یہ علماء جو ہمارے اعلم ہیں اپنے کو خدا کے سامنے ہر سکنڈ حاضر و ناظر سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی وہ کہہ سکتے ہیں اور کہتے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ جتنا سمجھ میں آیا وہ تم کو بتایا ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ فتویٰ نکلتا ہے لیکن صحیح بات کیا ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے اللہ کے بعد نبی جانتا ہے نبی کے بعد امام جانتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر لکھنے والے کو ہر بولنے والے کو اپنی بات پر یقین ہوتا ہے مگر یقین کے بعد بھی اس کے خیال میں شبہ بھی باقی رہتا ہے کہ یہ بات غلط ہو سکتی ہے آپ نے اگر بات محسوس کر لی ہے میں آپ کے سامنے تشریح کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے کہا ذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيهِ یہ وہ کتاب ہے جس میں شک و شبہ نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو جاہل ہیں وہ شبہ نہیں کریں گے جو کافر ہیں وہ شبہ نہیں کریں گے جو نہ ماننے والے منکر ہیں وہ شبہ نہیں کریں گے جو منافق ہیں وہ شبہ نہیں کریں گے نہیں اس کا مطلب ہے کہ خدا یہ بتاتا ہے کہ جیسے

دنیا کے سارے لکھنے والوں کو اپنی کتاب کے بارے میں خود شبہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ غلط ہو اس کے برخلاف میں اعلان کرتا ہوں ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ اس کتاب کا بھیجنے والا عالم ہی نہیں ہے خالق علم ہے اس کتاب کا بھیجنے والا خالق عقل ہے اس کتاب کا بھیجنے والا تجربہ کار نہیں ہے بلکہ ساری چیزوں کے ہونے کے پہلے سے باخبر ہے جس کی ذات علم ہے اور علم جس کی ذات ہے اس خدا نے کہا ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ دنیا میں ہر آدمی کو اپنی کتاب پر شبہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ غلط ہو لیکن میں خدائے قدوس ہو کر اعلان کر رہا ہوں ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ اس میں جتنی باتیں ہیں سب بالکل ٹھیک ٹھیک ہیں شک اور شبہ سے بالاتر ہیں میں سمجھتا ہوں مفہوم آپ کے ذہن میں آ گیا ہوگا تو میں اس بات کی تفصیل میں چلا گیا لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ جاتے جاتے پھر سے اگلی دس راتوں کے سلسلے کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ ہم میں سے ہر آدمی کا مقصد ہے نجات۔ نجات یعنی دوزخ سے بچنا جنت تک پہنچنا اور نجات کے لئے ہدایت چاہیئے اور پروردگار عالم نے کہا یہی وہ لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت ملی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے نجات ملی ہے تو نجات یافتہ کون ہیں ہدایت یافتہ کون ہیں ان کے لئے قرآن مجید کی ان آیتوں میں چارٹ بنا دیا گیا ہے میں نے یہ آیتیں اسی لئے پڑھی ہیں کہ ——— میری بہنیں میرے

بھائی گھروں میں قرآن مجید خود بھی پڑھیں تاکہ آسانی کے ساتھ ذہنوں میں یہ چیزیں ذہن نشین ہو سکیں ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ وہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کتاب کی ہدایت کا پورا پورا فائدہ فقط ان لوگوں کو ہوگا جو متقی ہونگے پرہیز گار ہوں گے اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے دین کے پابند ہوں گے مگر کوئی آدمی اپنے کو دین کا پابند کیسے بنا سکے گا کوئی آدمی متقی کیسے بنے گا کوئی آدمی پرہیزگار کیسے بنے گا کسی آدمی کے دل میں خوف خدا جگہ کیوں کر بنائے گا اس کے لیے تفصیلی بیان درکار ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے اور اب یہ وہ چارٹ ہے جس میں ہم اپنی زندگی کو دیکھیں کہ ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہم راستے پر ہیں یا ہماری خواہشوں نے ہم کو راستہ سے ہٹا دیا ہے ارشاد ہوتا ہے قرآن مجید کی ہدایت کا پورا پورا فائدہ ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار کون ہوں گے یاد رکھئے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اسکی شرط پہلی شرط کہ متقی وہ لوگ ہوں گے جو غیب پر ایمان رکھتے ہوں گے آج میں غیب کی تشریح نہیں کروں گا وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ غیب پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہوں گے جو نماز کے قائم کرنے والے ہونگے اور نماز کے پابند ہوں گے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور تیسری شرط یہ ہے کہ یہ لوگ وہ ہوں گے کہ ان کو خدا جو بھی روزی دے گا کم دے گا

یا زیادہ دے گا۔ محنت سے دے گا یا سہولت سے دے گا جو بھی اللہ ان کو روزی دے گا اس روزی میں سے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کریں گے تین شرطیں ہو گئیں غیب پر ایمان لانا ایک، نماز ادا کرنا نماز قائم کرنا دو، جو بھی خدا روزی دے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرنا تین، اس کے بعد چوتھی شرط بیان کرتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اے پیغمبر ہم نے جو کچھ آپ پر اتارا اور نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں، پانچویں شرط یہ بیان کرتا ہے کہ صرف آپ ہی پر جو کچھ ہم نے اتارا ہے اس پر ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی ہم نبیوں پر جو کچھ نازل کر چکے ہیں ان سب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ پانچ شرطیں ہو گئیں چھٹی سنئے وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پر پورا پورا پکا پکا یقین رکھتے ہیں تو مجھے اگلے دس دنوں میں جو سبق پڑھنا ہے جو سبق سنانا ہے اس کی سرخی میں نے آپ کو سنا دی ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں اگر ہدایت یافتہ نہیں ہیں تو ہم ہدایت یافتہ بن جائیں اگر نجات یافتہ نہیں ہیں تو ہم نجات حاصل کریں اور اس کا راستہ کیا ہے کہ قرآن مجید نے جو چارٹ ہمارے سامنے رکھدیا ہے اس میں ہم دیکھیں ہم غیب پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں، ہم نماز کے پابند ہیں یا نہیں، ہم نماز قائم کرنے والوں میں ہیں یا نہیں، ہم جو روزی خدا ہم کو دیتا ہے اس روزی کی تشریح بھی ہیں

آپ کو سناؤں گا اس لئے کہ ہمارے سماج میں جب روزی کا لفظ بولا جاتا ہے تو روٹی کپڑے اور مکان کے علاوہ کوئی چیز سمجھ میں نہیں آتی ہے جب وقت آئے گا تب میں عرض کروں گا کہ روزی کے معنی کیا ہیں جو بھی خدا ان کو روزی دیتا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں جو کچھ حضور پر نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں آپ سے پہلے جتنے نبی گذرے ہیں ان پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور مرنے کے بعد والی زندگی جس کا نام آخرت ہے اس پر خاص طور سے یقین رکھتے ہیں جب یہ چھ صفتیں کسی میں پیدا ہو جائیں گی تو خدا بشارت دیتا ہے کہ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت ملی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری اگلی تقریروں کے موضوع کو اپنے ذہن میں رکھ لیا ہوگا اب میرا فریضہ ہوگا کہ میں رفتہ رفتہ ایک ایک شرط کے بارے میں تفصیلات پیش کرتا جاؤں حدیثیں پیش کروں آیتیں پیش کروں واقعات پیش کروں علماء کے اقوال اور فتوے پیش کروں لیکن میں آج آپ کی خدمت میں اتنی ہی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم نے ہم سب پر سب سے بڑا فضل کیا ہے توجہ چاہتا ہوں سب سے بڑا فضل کیا ہے کہ جب ہم کو رزلٹ میدان محشر میں خدا نخواستہ معلوم ہوتا کہ ہم ہدایت یافتہ نہیں تھے

ہم نجات یافتہ نہیں نکلے تو اس وقت سوائے ہاتھ مل کے رہ جانے کے کچھ نہیں ممکن تھا اس کی مہربانی ہے اس کا سب سے بڑا کرم ہے اس کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم کو اسی دنیا میں بتا دیا کہ تم کل میدان محشر میں ہدایت یافتہ ہوگے یا نہ ہوگے نجات یافتہ ہوگے یا نہ ہوگے اس کا حساب تم دنیا ہی میں کر سکتے ہو اور یاد رکھو جب میں نے چارٹ بنا کر تم کو دیدیا ہے تو تم اگر اس کے مطابق اپنے آپ کو تیار کر لوگے تو پھر اس کے بعد شبہ نہ کرنا کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا نہیں پھر تم شبہ نہ کرنا کہ نجات یافتہ ہو یا نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس وقت بطور تذکرہ صرف اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں جب کبھی تفصیل کا موقع آئیگا تفصیل عرض کروں گا کہ حج کے بارے میں پروردگار عالم کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ جو شخص پورے شرائط کے ساتھ حج کر کے واپس ہوتا ہے اللہ اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے حج کے دو حصے ہیں ایک کا نام عمرہ ہے دوسرے کا نام حج ہے دوسرا حصہ جو حج کہلاتا ہے حج تمتّع یہ شروع ہوتا ہے میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ کو قیام کرنے سے ٹھہرنے سے یعنی حج تمتّع کا سب سے پہلا رکن کیا ہوتا ہے؟ احرام باندھنے کے بعد آدمی ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں پہنچتا ہے اور وہاں اس کے لئے لازم ہے کہ زوال سے لے کر غروب تک رہے میدان عرفات میں پہنچنے والے حاجی کے بارے میں ابھی حاجی ہوا نہیں ہے ہونے والا ہے لیکن ہونے والے کے حساب سے بھی حاجی کہا

جاتا ہے کیا ارشاد ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص میدان عرفات میں پہنچے اور پہنچنے کے بعد توجہ چاہتا ہوں میرے بھائی میری بہنیں اس بات پر غور کریں اور میرے بچے بھی اس بات پر غور کریں گے ارشاد ہوتا ہے جو شخص میدان عرفات میں پہنچے اور پہنچنے کے بعد یہ شک کرے کہ پتہ نہیں خدا نے میرے گناہ معاف کئے یا نہیں معاف کئے شیطان ہم کو جس طرح کا مقدس بناتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ سب کرنے کے بعد بھی وہ یہ شبہ پیدا کرتا ہے اللہ جانے اللہ نے قبول کیا کہ نہیں قبول کیا ہم تو گنہگار آدمی ہیں جو کر سکتے تھے کر گئے پتہ نہیں کہ ثواب ملے گا یا نہیں ملے گا ہم اپنی سوسائٹی میں سمجھتے ہیں یہ بڑے اونچے اے ون کلاس کا تقدس ہے کہ ہم کام کرنے کے بعد بھی اپنے بارے میں اظہار کر رہے تھے اللہ جانے قبول ہوا کہ نہیں قبول ہوا لیکن نہیں یہ تقویٰ نہیں ہے یہ تقدس نہیں ہے یہ شیطان کی پیدا کردہ گمراہی ہے کیا ارشاد ہوا جو شخص میدان عرفات میں پہنچ جائے اور میدان عرفات میں پہنچنے کے بعد شک کرے کہ خدا نے اس کے گناہ معاف کئے یا نہیں کئے۔ یہ تو اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کر رہا ہے کہا تم نے پہچانا نہیں شیطان نے اس کو غلط راستے پر لگایا ہے یہ پہچان نہیں سکا ہے یہ اپنے اعمال کے بارے میں نہیں سوچ رہا ہے یہ میرے اعلان کے بارے میں سوچ رہا ہے جب میں نے تم سے کہا کہ تم حج کر دو گے تو میں تمھارے گناہوں کو معاف کر دوں گا تو تم کو کہاں سے

حق پیدا ہوتا ہے کہ تم شک کرو کہ گناہ معاف ہوئے یا نہیں معاف ہوئے تم اگر شک کر رہے ہو تو اپنے اعمال پر شک نہیں کر رہے ہو میرے اعلان پر شک کر رہے ہو وہ دنیا والوں کے اعلان ہوتے ہیں جو جھوٹے ہوتے ہیں لیکن خدا کے اعلان پر جو شک کرے وہ پھر مسلمان نہیں رہیگا مومن نہیں رہے گا۔ وہ نجات یافتہ اور ہدایت یافتہ نہیں رہے گا تو یہ بات میں نے آپ کی خدمت میں آخر کلام میں فقط اتنی سی بات کہنے کے لئے عرض کی ہے کہ میری اس گزارش کو یاد رکھئے گا کہ ہمارے سامنے دونوں باتیں ہونا چاہیے ایک فکر مندی بھی ہونا چاہیئے اور ایک اطمینان بھی ہونا چاہیئے فکر مندی کیا ہونا چاہیئے فکر مندی یہ ہونا چاہیئے کہ ہم نے دین و ایمان اختیار کیا ہے نجات کے لئے نجات یعنی دوزخ سے بچنا نجات یعنی جنت تک پہنچنا فکر مندی یہ ہے کہ خدا نے جو چھ صفتیں چھ شرطیں چھ باتوں کا چارٹ قرآن مجید کی ان آیتوں میں بیان کر دیا ہے اس میں ہم دیکھیں کہ ہم پورے اترتے ہیں یا نہیں غیب پر ایمان ہے کہ نہیں نماز کی پابندی ہے کہ نہیں رزق خدا میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں یا نہیں نبیؐ پر نازل ہونے والی ساری چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں جو پہلے والے نبیوں پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں آخرت کا بھرپور یقین ہے یا نہیں لیکن جب یہ طے ہو جائے فکر مندی کس لئے ہونا چاہیئے کہ اگر یہ صفتیں نہیں ہیں تو پیدا کریں اور اگر کم ہیں تو ان میں اضافہ کریں لیکن جب ہم

محسوس کریں کہ صفتیں ہم میں پائی جاتی ہیں تو پھر ہم کو اطمینان بھی ہو جانا چاہیے کہ ہم ہدایت یافتہ بھی ہیں ہم نجات یافتہ بھی ہیں لیکن ہم نے غیب پر ایمان بھی رکھا نماز بھی پڑھی روزی میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ بھی کیا ایمان بھی لائے بنی پر اور انبیائے ماسبق پر اور آخرت پر بھی یقین رکھا اور اس کے بعد پھر شک کیا پتہ نہیں ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں تو یہ بھی خدا کو ناپسند ہے تو میری دونوں لفظیں یاد رکھئے گا ان چھ باتوں کے بارے میں ہم غور کریں کہ یہ باتیں ہم میں پائی جاتی ہیں یا نہیں پائی جاتی ہیں اس کے لئے فکرمندی ہونا چاہیئے اور جب یہ چھ باتیں پیدا ہو جائیں ۔ تو پھر ہمیں اطمینان بھی ہونا چاہیئے کہ ہم نے خدا کے بیان کئے ہوئے اوصاف کے مطابق اپنے کو ہدایت یافتہ بنا لیا اپنے کو نجات یافتہ بنا لیا میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا یہ فکرمندی اور یہ اطمینان میں اپنے بیان کے آخر میں استعمال کر رہا ہوں یہ دونوں چیزیں میں نے کربلا والوں سے سیکھی ہیں ان میں فکرمندی بھی تھی ان میں اطمینان بھی تھا فکرمندی کیا تھی فکرمندی یہ تھی کہ جو ہماری ڈیوٹی ہے جو ہمارا فریضہ ہے جو ہماری ذمہ داریاں ہیں وہ ادا ہو جائیں اور جب وہ فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے نکلتے تھے تو پورے اطمینان کے ساتھ کہ ہدایت یافتہ بھی ہم ہی ہیں اور نجات یافتہ بھی ہم ہی ہیں ہاں جب شب عاشورہ

حسینؑ کہہ رہے تھے کل موت کا دن ہے کل قتل کا دن ہے کل سروں کے کٹنے کا دن ہے کل لاشوں کی پامالی کا دن ہے یہ ساری دنیا جو کربلا کے اندر دشمن بن کر جمع ہوئی ہے اس کو حسینؑ کا سر چاہئے لہٰذا میرے ساتھیو! میرے عزیزو! تم مجھے چھوڑ کے کربلا کے میدان سے چلے جاؤ میں تم سے راضی ہوں، میں تم سے راضی ہوں اور اپنی رضامندی کی سند تم کو دیتا ہوں اور وہ سند یہ ہے کہ خود میرے گھر والوں میں سے ایک ایک کو اپنے ساتھ لئے چلے جاؤ تاکہ تم بھی بچ جاؤ اور یہ بھی بچ جائیں امامؑ جب یہ فرمارہے تھے میں نے دو لفظیں کہی ہیں آپ کے سامنے کہ فکر مندی بھی ہونا چاہئے اور اطمینان بھی ہونا چاہئے تو امامؑ نے جب یہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں تم سے خوش ہوں تم نے ابھی ابھی یہ دیکھا کہ میں نے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کے کہا ہے کہ پالنے والے تیرا شکر اور احسان کہ تو نے جیسے ساتھی اور عزیز مجھے دیئے ایسے عزیز اور ساتھی مجھ سے پہلے میرے باپ اور نانا اور بھائی کو بھی نہیں دیئے تو خدا کے سامنے میرا اظہار دلیل ہے کہ میں تم سے راضی ہوں اور رضامندی کی اور مضبوط سند دینا چاہتا ہوں کہ میرے اہلبیتؑ میں سے میرے گھر والوں میں سے میرے عزیزوں سے ایک ایک کو ساتھ لے لو وہ بھی بچ جائیں اور تم بھی بچ جاؤ حسینؑ نے کہا چلے جاؤ چلے جاؤ تاکہ تمہاری جان بچ جائے یہ موقع تھا فکر مندی کا کہ ایک ایک اٹھا اور اٹھنے کے بعد اس نے کہا کہ مر سکتے ہیں مگر

جا نہیں سکتے ہیں کیوں اس لئے کہ چلے جائیں گے تو نہ ہدایت یافتہ رہیں گے نہ نجات یافتہ رہیں گے ہم کو رہنا ہے، ہم کو رہ کے اپنی ڈیوٹی کو انجام دینا ہے لیکن جب عاشور کی صبح آگئی اور کسی کو میدان کربلا میں جانے کی مولاؑ اجازت دیتے تھے تو اتنے اطمینان کے ساتھ وہ کربلا کے میدان میں دشمن کی طرف جاتا تھا جتنا اطمینان دنیا میں کبھی نہیں دیکھا گیا تو وہ فکرمندی تھی کہ ڈیوٹی ادا ہو جائے اور جب ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے چلتے تھے تو پورے اطمینان کے ساتھ پورے وثوق کے ساتھ کہ ہم ہدایت یافتہ بھی ہیں اور ہم نجات یافتہ بھی ہیں تو کربلا والوں سے میں نے فکرمندی بھی حاصل کی ہے کربلا والوں سے میں نے اطمینان بھی حاصل کیا ہے بس میں اپنا بیان تمام کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے تمام کرتا ہوں کہ آج چاند نکل آیا آج چاند نکل آیا ہر عزاخانہ میں ہر گھر میں حسینؑ کی مجلس کے لئے فرش عزا بچھ گیا ہر آدمی کے دل میں یہ تصور پیدا ہو گیا کہ وہ غمگین مہینہ شروع ہو گیا جس غمگین مہینہ کو ہمیشہ انبیاء یاد کرتے رہے ہمیشہ رسولؐ یاد کرتے رہے جس غمگین مہینہ کو حسینؑ کی ولادت کے بعد حسینؑ کی شہادت سے پہلے حسینؑ کے بچپنے میں ان کے نانا یاد کرتے رہے اور جب صفین جاتے ہوئے مولائے کائنات گزرے تو وہ کربلا کی زمین پر اتر کے روئے یاد کرتے ہوئے گئے فاطمہ زہراؑ یاد کرتی رہیں سب یاد کرتے رہے آج وہی غمگین مہینہ شروع ہو گیا ہے لیکن مجھے اتنا یاد دلانا ہے ابھی

حسینؑ ـــــــ کربلا نہیں پہنچے ہیں ابھی حسینؑ کو کربلا پہنچنے میں ایک دن باقی ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ ہم کربلا کی طرف جا رہے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں آج صرف اتنا سا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنوں کو کربلا جاتے ہوئے دنیا نے دیکھا ہے ان میں کچھ وہ ہیں جو دکھائی دے رہے ہیں اور کچھ اور کربلا جانے والے ہیں جو حسینؑ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں مگر دیکھنے والے ان کو نہیں دیکھ رہے ہیں گود میں اصغرؑ دکھائی دے رہے ہیں گھوڑے پر اکبرؑ دکھائی دے رہے ہیں علم لئے ہوئے عباسؑ دکھائی دے رہے ہیں زہیرؑ دکھائی دے رہے ہیں حبیبؑ دکھائی دے رہے ہیں اور جو محملیں ہیں ان محملوں میں دنیا جانتی ہے کسی میں ربابؑ ہیں کسی میں زینبؑ ہیں کسی میں ام کلثومؑ ہیں یہ وہ مجمع ہے جس کو دنیا جانتی ہے لیکن ایک قافلہ اور ہے جو حسینؑ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اس قافلہ میں نبیؐ بھی شامل ہیں اس قافلہ میں علیؑ بھی شامل ہیں اس قافلہ میں فاطمہؑ بھی شامل ہیں اس قافلہ میں حسنؑ بھی شامل ہیں اس قافلہ میں انبیاءؑ بھی شامل ہیں اس قافلہ میں ملائکہ بھی شامل ہیں لیکن یہ قافلہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہے حسینؑ جانتے ہیں کہ یہ قافلہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور حسینؑ کی طرح میرے مولا حسینؑ کے قریبی افراد ہیں وہ جانتے ہیں قافلہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے میں اس مجمع کو صرف اتنی ہی سی بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب کربلا پہنچنے سے پہلے ایک دن پہلے یہ محرم کا چاند نکلا ہوگا اس

محرم کے چاند کو نکلتے دیکھ کر رباب نے اپنے چاند کو دیکھا ہوگا اور میرا یقین ہے میرا یقین ہے کہ زینبؑ نے اپنے بچوں کے بجائے حسینؑ کی طرف دیکھا ہوگا میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ جناب ام کلثومؑ نے اپنی خالی گود کی طرف دیکھا ہوگا میرا تصور مجھ سے یہ بھی کہتا ہے عباسؑ علمدار نے حسینؑ کی طرف دیکھا ہوگا۔ کیوں اس لئے کہ چاند کے دیکھنے کے بعد باخبر مجمع کو معلوم ہے اب وہ چاند نکل آیا ہے جس کی دوسری تاریخ کو ہمیں کربلا پہنچنا ہے جہاں ہمارے خیمے جلتی ہوئی زمین پر لگائے جائیں گے جلتی ہوئی ریت پر لگائے جائیں گے پانی سے دور لگائے جائیں گے اس قافلہ میں سب کو آگے پیش آنے والے واقعات معلوم ہیں لہذا سب کو معلوم ہے کہ چاند نکل آیا ہے یعنی یہ پیاس کا مہینہ شروع ہونے والا ہے میں آپ کی خدمت میں بس ایک لفظ کی ذراسی تفصیل بیان کرکے اپنا بیان ختم کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ میرے عزیزو! میرے دوستو! میری اس بات کو یاد رکھنا کہ میں نے جو جملہ کہا ہے کہ جب کربلا سے پہلے ایک دن پہلے اس قافلہ نے چاند کو دیکھا تو ان کو یاد آیا ہوگا یہ پیاس کا مہینہ شروع ہو رہا ہے تو شاید میرے بچے خیال کریں کہ یہ تو پیاس کے دن شروع ہوں گے سات محرم سے پانی ختم ہو جائے گا دس محرم کو کربلا والے شہید ہو جائیں گے لیکن جتنا کچھ میں اپنی جہالت کی بناپر اپنی کم علمی کی بناپر پڑھ سکا ہوں اس کے بعد مجھے یہی معلوم ہے کہ پیاس کا وہ

مہینہ شروع ہوا ہے جس کے بعد پیاس کے مہینے آتے گئے ہیں کیوں اس لئے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے جو کربلا میں پیاسے تھے وہ کوفہ میں بھی پیاسے تھے وہ بازاروں میں بھی پیاسے تھے وہ سفر میں بھی پیاسے تھے وہ قیدخانہ میں بھی پیاسے تھے اور جب تک قیدخانہ میں رہے ہیں تب تک پیاسے رہے ہیں ہاں فرق تھا فرق صرف اتنا تھا کہ کربلا میں عاشور کے دن تک ایسے پیاسے تھے کہ ان کو ایک قطرہ پانی نہیں ملا ہے لیکن اس کے بعد یہ پیاسے کیسے پیاسے تھے ایسے پیاسے تھے کہ یہ مہینوں قیدخانہ میں رہے ہیں مگر کبھی ان کو اتنا پانی نہیں ملا کہ پیاس بجھ جاتی اللہ سارا زمانہ سارا زمانہ مہینوں پانی پیتا رہا لیکن حسینؑ کے قافلہ کے قیدیوں کو کبھی اتنا پانی نہ مل سکا کہ ان کی پیاس بجھ سکے ہیں آخر میں اپنی سننے والی بہنوں اور بیٹیوں کو بچوں اور بھائیوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بات میں نے اس دن پہچانی جس دن جناب زینبؑ سے سید سجّاد پوچھ رہے تھے پھوپھی اماں آپ نے بیٹھ کے نماز کیوں پڑھی ہے اور شہزادی بیان کر رہی تھیں کہ بیٹا یزید کے یہاں سے جو کھانا اور پانی آتا ہے اس کی مقدار اتنی کم ہوتی ہے کہ قیدی بھوکے اور پیاسے رہ جاتے ہیں لہذا میں اپنے حصہ کا کھانا اور پانی ان کو دیدیتی ہوں اور فاقہ کرتے کرتے اتنی کمزور ہوگئی ہوں اب میں پھر ایک مرتبہ اپنا جملہ دہراؤں اور مجلس تمام کردوں یعنی اس قافلہ نے طے کیا ہوگا پالنے والے اس

چاند کے بعد وہ پیاس شروع ہونے والی ہے جو مہینوں جاری رہے گی لہٰذا ہم کو قوت دینا ہم کو صبر کی طاقت دینا کہ ہم اس سخت منزل سے گزر جائیں۔ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

دوسری مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ صلوٰۃ

سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں سے جس آیت کی تلاوت میں نے آپ حضرات کے سامنے کی ہے اس میں پروردگار عالم کا کچھ لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے ہدایت حاصل کی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ ہیں۔

ہر آدمی یہ کہہ سکتا ہے یہ کون خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لئے خدا یہ کہتا ہے یہ ہدایت یافتہ بھی ہیں اور نجات یافتہ بھی ہیں پروردگار عالم نے اس آیت سے پہلے والی آیتوں میں یہ بتایا کہ وہ لوگ جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت ملی ہے اور جو نجات پانے والے ہیں یہ متقی بھی ہیں اور پرہیزگار بھی ہیں میں نے کل بھی آپ کو سنایا تھا اور آج بھی سناتا ہوں ارشاد ہوتا ہے اَلٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

یہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جو شک اور شبہ سے بالاتر ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اس قرآن مجید کی ہدایت کا پورا پورا فائدہ
صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو متقی ہوں گے پرہیزگار رہوں گے
اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے دین کی پابندی کرنے والے ہوں گے
یہ متقی اور پرہیزگار کون ہوں گے ان کی چھ صفتیں ہیں پہلی صفت ہے
اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یہ وہ لوگ ہوں گے جو غیب پر ایمان رکھتے
ہوں گے وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز پڑھتے بھی ہوں گے نماز قائم بھی
کرتے ہوں گے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تیسری صفت ان کی
یہ ہوگی کہ اللہ جو بھی روزی ان کو دے گا اس میں سے یہ کچھ نہ کچھ اللہ
کی راہ میں خرچ کریں گے چوتھی صفت اور چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ
وہ ہیں کہ اے پیغمبرؐ ہم نے آپ پر جو کچھ نازل کیا ہے ان ساری باتوں
پر ایمان لاتے ہوں گے اور صرف ان باتوں پر ایمان نہیں لاتے جو آپ
پر نازل ہوئی ہیں بلکہ آپ سے پہلے ہم نے سارے نبیوں پر جو کچھ نازل
کیا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور یہ لوگ
وہ ہیں جو آخرت پر پورا پورا پکا پکا یقین رکھتے ہیں تو میں نے کل بھی
آپ کے سامنے کہا تھا اور آج بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر
آدمی ہر قیمت پر نجات چاہتا ہے نجات یعنی دوزخ سے بچنا اور جنت
تک پہنچنا اسی نجات کو حاصل کرنے کے لئے ہم کو ہدایت کی ضرورت
ہے اور ہم ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ تب بنیں گے جب قرآن مجید کی

بیان کی ہوئی یہ چھ شرطیں ہمارے اندر پائی جائیں گی میں چھ شرطیں آپ کو بار بار اس لئے گنا تا ہوں تا کہ ہمیں یاد بھی ہو جائیں اور ہم ان چھ شرطوں کی روشنی میں ان چھ شرطوں کے آئینہ میں اپنے بارے میں خود حساب لگا کر طے کر سکیں کہ ہم اس منزل پر پہنچے ہیں یا نہیں، اور اپنے بارے میں اطمینان کریں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے بچوں اور بھائیوں سے یہ چاہوں گا کہ وہ چھ شرطیں یاد رکھیں ہدایت پانے والے نجات پانے والے وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہیں اور ان کی پہلی شرط ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں دوسری شرط ہے نماز پڑھتے ہیں تیسری شرط ہے روزی میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں چوتھی شرط ہے جو کچھ نبی پر نازل ہوا اس پر ایمان لاتے ہیں پانچویں شرط ہے جو پہلے نبیوں پر نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آخری شرط ہے کہ وہ آخرت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں میں نے جو باتیں آپ کو سنائی ہیں ان میں سے آج پہلی بات کی تشریح میں آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی آدمی نجات یافتہ بننا چاہتا ہے ہدایت یافتہ بننا چاہتا ہے تو اس کو اپنے اندر یہ چھ شرطیں پیدا کرنا پڑیں گی ان کی پہلی شرط ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کوئی متقی کب بنے گا؟ کوئی نجات یافتہ کب بنے گا؟ کوئی ہدایت یافتہ کب بنے گا؟ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کو غیب پر ایمان لانا ہوگا میں

اپنے سننے والوں کی توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں
کہ آسان لفظوں میں پہلے یہ سمجھ لیں کہ غیب کسے کہتے ہیں تاکہ ایمان
لانے کا مطلب بھی ہماری سمجھ میں آسکے عزیزان گرامی آپ ہم دنیا
کی کتنی چیزوں کو معلوم کرتے ہیں ہم میں سے ہر ایک کو اللہ نے پانچ
قوتیں دی ہیں انھیں پانچ قوتوں کے ذریعہ ہم معلوم کرتے ہیں وہ
پانچ قوتیں کون ہیں ایک دیکھنے کی طاقت ہے ایک سننے کی طاقت ہے
ایک سونگھنے کی طاقت ہے ایک چھونے کی طاقت ہے ایک چکھنے کی
طاقت ہے یہ پانچ طاقتیں جو میں نے آپ کے سامنے گنائی ہیں انھیں
کو حواس خمسہ کہا جاتا ہے آج تک دنیا میں جتنی چیزیں جانی گئیں
ہیں اور کل قیامت آنے تک جتنی چیزیں جانی جائیں گی ان سب کے
جاننے کا ذریعہ انھیں پانچ طاقتوں میں سے کوئی ایک طاقت ہے یا
اس کو ہم دیکھ کے معلوم کرتے ہیں یا اس کو ہم سن کے معلوم کرتے ہیں
یا اسے ہم سونگھ کے معلوم کرتے ہیں یا اسے ہم چکھ کے معلوم کرتے ہیں
یا اسے ہم چھو کے معلوم کرتے ہیں میں اپنے بچوں کو خاص طور سے متوجہ
کرنا چاہتا ہوں کہ کل کے مقابلہ میں آج کی سائنس نے اگر لاکھوں گنی
ترقی کی ہے تو اس کے بعد اس بات کو یاد رکھئے گا کہ ہماری ساری
ترقی کی آخری حد یہ ہے کہ ہم نے جتنی چیزیں ایجاد کی ہیں وہ ان پانچ
طاقتوں کی مددگار چیزیں ایجاد کی ہیں کوئی چھٹی طاقت ہم نے ایجاد
نہیں کی ہے یہ بات اتنی صاف اور واضح ہے کہ آپ اسے آسانی

کے ساتھ محسوس کر سکتے ہیں یعنی کل ہم وہیں تک دیکھ سکتے تھے جہاں تک ہماری آنکھ نے دیکھا ہے مگر آج سائنس نے ایسی چیزیں ایجاد کردی ہیں کہ ہم زمین پر بیٹھے ہوئے چاند کو دیکھ سکتے ہیں اس سے آگے جانے والے سیاروں کو دیکھ سکتے ہیں زمین کی چیزوں کا دیکھنا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن میں اپنے سمجھدار مجمع سے ایک لفظ کے لئے توجہ چاہوں گا کہ سائنس نے دیکھنے کے ذرائع اتنے فراہم کر دیئے ہیں کہ ہم چاند کے آگے تک دیکھ لیں مگر کب دیکھ لینگے جب ہمارے پاس آنکھ ہوگی جس کے پاس خدانخواستہ آنکھ نہیں ہے وہ نہیں دیکھ سکتا معلوم ہوا سائنس نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں اس نے دیکھنے کی مددگار چیزیں پیدا کی ہیں دیکھنے کی طاقت پیدا کرنا یہ سائنس کے بس کی بات نہیں ہے میں اپنے سمجھدار بچوں کی ناسمجھی کو دور کرنا چاہتا ہوں کہ سائنس کے ذریعہ یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی اندھا ہوگیا ہو ایک آدمی نابینا ہوگیا ہو اس کی آنکھ ضایع ہوگئی ہو لیکن ہم کسی مرنے والے یا کسی زندہ انسان کی آنکھ لے کر اس کی آنکھ میں لگا دیں اور آنکھ کو فٹ کر دیں اندھا پھر سے دیکھنے لگے لیکن یاد رکھئے گا ہم نے آنکھ ہی دیکھی ہے اور آنکھ ہی کے ذریعہ دیکھا ہے آنکھ بنانے کی طاقت ہمارے پاس نہیں ہے تو میں مثالوں میں آپ کا زیادہ وقت نہیں صرف کرنا چاہوں گا بلکہ یہ کہنا چاہوں گا کہ کل ہم صرف وہیں تک دیکھ سکتے تھے جہاں تک ہماری آنکھ دیکھ سکتی ہے آج سائنس نے اگر ہم کو ہزاروں اور سینکڑوں میل تک

کی چیزیں دکھا دی ہیں تبھی دیکھنا ممکن ہے جب ہمارے پاس آنکھ ہو بس ایک مثال کے ذریعہ آپ پہچان لیں گے یہ سبق ہمارے بچے یاد رکھیں گے اب تک انسان نے جتنی چیزیں معلوم کی ہیں ان پانچ چیزوں سے پانچ طاقتیں خدا نے ہمیں دی ہیں جس کے ذریعہ ہم چیزوں کو معلوم کرتے ہیں دیکھ کے سن کے چکھ کے چھو کے سونگھ کے اگر یہ پانچ باتیں آپ نے یاد کر لیں اور میری اس بات کو بھی آپ نے محفوظ کر لیا کہ سائنس نے جتنی مدد کی ہے وہ ان طاقتوں کی مدد کی ہے ان طاقتوں کی ایجاد نہیں کی ہے ان طاقتوں کا دینے والا خدا ہے ان طاقتوں کی دینے والی سائنس نہیں ہے اب میں آپ کو موضوع کی طرف متوجہ کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ نجات پانے والے ہدایت پانے والے قرآن مجید کی روشنی میں وہ لوگ ہیں جن کی پہلی صفت ہے یہ متقی لوگ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں غیب کسے کہتے ہیں اسے آپ پہلے پہچان لیں اسی کے سمجھانے کے لئے میں نے بات کہنا چاہی ہے پانچ چیزیں جو میں نے آپ کو گنائی ہیں ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ جو کچھ ہم معلوم کر سکتے ہیں وہ ظاہر ہے وہ غیب نہیں ہے لیکن کوئی ایسی چیز جو ان پانچوں طاقتوں کے ذریعہ بھی نہ معلوم کی جا سکتی ہو اس کا نام غیب ہے میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ ہم آپ فرش مجلس پہ بیٹھ کے کیا دیکھ سکتے ہیں کہ گلی کے ناکہ پر کون کھڑا ہے نہیں دیکھ سکتے لیکن نہیں دیکھ سکتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو

وہاں کھڑا ہے وہ غائب ہے وہ وہاں موجود ہے اسے دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں صرف ہماری آنکھ کی طاقت ایسی نہیں ہے کہ اسے ہم دیکھ سکیں بس آپ نے پہچانا یعنی میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم آنکھ کے ذریعہ دیکھنے کی طاقت کے ذریعہ سننے کی طاقت کے ذریعہ سونگھنے کی طاقت کے ذریعہ چکھنے کی طاقت کے ذریعہ چھونے کی طاقت کے ذریعہ جتنی چیزوں کو معلوم کر سکتے ہیں ان سب کو ظاہر قرار دیا گیا ہے جو ان پانچوں طاقتوں کے ذریعہ نہ معلوم کیا جا سکے اسے غیب قرار دیا جاتا ہے صلوٰۃ

تو خود بخود ایک سوال سامنے آتا ہے اور وہ سوال یہ آتا ہے کہ جب ہم چھو کے نہیں دیکھ سکتے جب ہم دیکھ کے نہیں معلوم کر سکتے جب ان پانچوں طاقتوں کے ذریعہ ہم معلوم نہیں کر سکتے تو پھر کونسا ذریعہ ہے جس کے ذریعہ ہم معلوم کر سکتے ہیں ایک چھٹی چیز اور ہے جس نے انسان کو انسان بنایا ہے جس نے انسان کو اللہ کی ساری کائنات میں ساری مخلوق میں سب سے بہتر بنایا ہے وہ چھٹی چیز کیا ہے اس چھٹی چیز کا نام ہے عقل تو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو صرف عقل سے معلوم کی جا سکتی ہیں وہ دیکھ کے نہیں معلوم کی جا سکتی ہیں وہ چھو کے نہیں معلوم کی جا سکتی ہیں وہ چکھ کے نہیں معلوم کی جا سکتی ہیں وہ سونگھ کے معلوم نہیں کی جا سکتی ہیں یعنی پانچ طاقتیں جو میں نے گنائی ہیں ان کے ذریعہ وہ معلوم نہیں کی جا سکتی ہیں ان کے

معلوم کرنے کا ذریعہ صرف عقل ہے اگر آپ نے میرے بیان کے سلسلہ کو توجہ کے ساتھ سن لیا ہے تو اب میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جو چیزیں ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ چاہے سائنسی آلات کے ذریعہ معلوم کی جا سکیں وہ ظاہر ہیں وہ غائب نہیں ہیں لیکن جو ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ معلوم نہیں کی جا سکیں ان کا نام غیب ہے متقی کون ہوگا ہدایت یافتہ کون ہوگا نجات یافتہ کون ہوگا اس کی پہلی شرط یہ ہوگی کہ وہ ان چیزوں پر ایمان لاتا ہو جو غیب ہیں جو غائب ہیں یعنی ان پانچ طاقتوں سے حاصل نہیں ہو سکتی ہیں بلکہ ان کے حاصل کرنے کا ذریعہ عقل ہے اب میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ ایمان جہاں سے شروع ہوتا ہے اس ہستی کا نام ہے پروردگار عالم اللہ اور خدا۔ خدا وہ ہے جو صرف عقل کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے وہ ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ نہیں معلوم کیا جا سکتا ہے اگر یہ سادی سی بات ہمارے بچے اپنے ذہنوں میں رکھ لیں تو وہ ہزار الجھنیں جو ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتی ہیں وہ خود بخود دور ہو جائیں اکثر ہمارے بچے پریشان ہو جاتے ہیں یہ سن کے خدا ہے تو دکھائی کیوں نہیں دیتا خدا ہے تو اس سے ملاقات کیوں نہیں ہوتی اس سے ہم مصافحہ کیوں نہیں کر سکتے خدا ہے تو اسکی آواز سننے میں کیوں نہیں آتی ہے لیکن ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ خدا غائب ہے خدا ظاہر نہیں ہے میں اس سبق کو بار بار دہراؤں گا

بار بار کہوں گا تاکہ سب اس حقیقت کو پہچان سکیں کہ ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ جو چیزیں معلوم کی جا سکتی ہیں ان کا نام ان کا شمار ان کی گنتی ظاہر میں ہوتی ہے جو چیزیں ان پانچ طاقتوں سے نہیں معلوم ہو سکتی ہیں صرف عقل سے معلوم کی جا سکتی ہیں ان کا نام غیب ہے اب ایمان غیب سے شروع ہوتا ہے جو سب سے پہلا غیب ہے وہ پروردگار عالم ہے اس کے بعد ہم دوسرے نمبر پر ایمان لاتے ہیں نبی پر اور نبوت پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں پر جس میں آخری آخری نبی حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ کل بھی میں نے آپ کو سنایا تھا اور آج بھی سناتا ہوں کہ جب حضور پر نبوت اور رسالت ختم ہو گئی تو اللہ نے انسان کی ہدایت کو جاری رکھنے کے لئے امامت کا سلسلہ شروع کیا اور بارہ امام ہمارے سامنے آئے اس دنیا میں آئے انسانوں کی ہدایت کے لئے آئے گیارہ اس میں سے شہید ہو گئے بارھویں آج تک زندہ ہیں موجود ہیں پردۂ غیبت میں ہیں اس کے بعد ہمارا ایمان آگے بڑھتا ہے اور اس بات کی طرف جاتا ہے کہ ہم کو مرنا ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے زندہ ہونے کے بعد خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے ساری زندگی کے اچھے اور برے اعمال کا حساب اور کتاب ہونا ہے اور جزا پانے والے کو جنت میں جانا ہے سزا پانیوالے کو دوزخ میں جانا ہے میں یہاں پر آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں

کہ غیب پر ایمان لانا پہلی شرط ہے یہ غیب کہاں سے شروع ہوتا ہے
خدا سے شروع ہوتا ہے نبی تک آتا ہے نبی سے گزر کے امام تک آتا ہے
اور امام سے گزر کے قیامت تک آتا ہے لیکن اس سلسلہ میں جو ایک
فرق ہے اس فرق کی طرف میں ذرا سا رک کے ٹھہر کے آپ کو متوجہ
کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ نبی کل دنیا میں تھے اور میدان محشر میں
کل پھر دکھائی دیں گے اس دنیا میں بھی جب رجعت میں دوبارہ
تشریف لائیں گے تو اس وقت جو دنیا ہوگی وہ اس وقت دیکھیں گے
لیکن آج ہم نبی کو نہیں دیکھ سکتے امام زمانہ علیہ السلام اسی دنیا میں
موجود ہیں لیکن ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے یہ فرق میں کیوں عرض کر رہا
ہوں یہ فرق میں عرض کر رہا ہوں اس لئے کہ میں نے جو غیب کی
فہرست بتائی ہے اس میں فرق ہے اس فرق کو پہچان لیں یعنی کبھی
نبی غائب تھے پھر نبی کبھی حاضر ہوئے ظاہر ہوئے آج نبی پھر غائب ہیں
ایک وقت پھر آئے گا جب نبی پھر ظاہر اور حاضر ہوں گے ویسے ہی
گیارہ امامؑ جو شہید ہو چکے ہیں وہ کبھی ظاہر تھے آج ظاہر نہیں ہیں
کل رجعت میں پھر ظاہر ہوں گے اور میدان محشر میں سب کو ملیں گے
بارھویں امامؑ جو زندہ ہیں وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں یعنی ہم ان کو
نہیں پہچان رہے ہیں لیکن وہ اسی دنیا میں موجود ہیں لیکن خدا
کون سا غائب ہے ہاں ایک لفظ رہ گیا جنت بھی موجود ہے دوزخ
بھی موجود ہے قرآن مجید کے بیان کے مطابق جنت کو پیدا نہیں ہونا

ہے دوزخ کو پیدا نہیں ہونا ہے جنت پیدا ہو چکی ہے دوزخ بنایا جا چکا ہے ہمارے سامنے موجود نہیں ہے تو میں فرق بتانا چاہتا تھا کہ آپ اس فرق کو محسوس کریں کہ نبی ظاہر تھے اور غائب ہیں پھر ظاہر ہوں گے پھر غائب ہوں گے امام ظاہر تھے غائب ہیں پھر ظاہر ہوں گے پھر غائب ہوں گے جنت اور دوزخ آج ہماری نگاہوں سے غائب ہیں لیکن کل ہمارے سامنے آجائے گی لیکن خالص غیب محض غیب جس میں کہیں سے کوئی جز شامل نہیں ہے ظاہر ہونے کا، وہ ذات پروردگار عالم ہے نہ وہ کبھی دیکھنے میں آئی ہے نہ وہ کبھی دیکھنے میں آئے گی اس فرق کو یاد رکھئے گا یعنی اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وہ لوگ جو ہدایت یافتہ ہیں وہ لوگ جو نجات یافتہ ہیں ان کی پہلی شرط ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یہ غیب پر ایمان لانے والے سب سے پہلے خدا پر ایمان لاتے ہیں تو میں نے آپ کے سامنے جو باتیں کہی ہیں میں ان کو دہراتا اس لئے ہوں کہ میری محنت ضایع نہ ہونے پائے اور آپ کی یادداشت میں بات محفوظ رہے ایمان شروع ہوتا ہے غیب سے غیب کسے کہتے ہیں اس کو کہتے ہیں جو ظاہر نہ ہو ظاہر کسے کہتے ہیں جو پانچ طاقتوں کے ذریعہ معلوم کیا جا سکے دیکھنے کی طاقت سے سننے کی طاقت سے میں پانچ طاقتیں بار بار گنا چکا ہوں گنانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو ان طاقتوں سے نہیں معلوم کیا جا سکے وہ ظاہر نہیں ہے وہ غیب ہے وہ غائب ہے اس پر ایمان لانا، وہاں سے ایمان شروع

ہوتا ہے اس غیب کی دو قسمیں ہوگئی ہیں ایک وہ ہے جو کل ظاہر تھے آج ظاہر نہیں ہیں ایک خدا ہے جو کل غائب تھا ہمیشہ غائب رہے گا صلواۃ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ایک بڑی نازک منزل سے قریب ہونا چاہتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے ضرورت نہیں پڑے گی کہ میں زیادہ تشریح کے ساتھ آپ کی خدمت میں بات عرض کروں بلکہ آپ متوجہ ہو جائیں ابھی تک میں نے آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کی ہے کہ کل نبی تھے آپ کے سامنے آج سامنے نہیں ہیں کل امام تھے آج سامنے نہیں ہیں آج جنت دوزخ سامنے نہیں کل سامنے ہو جائے گی لیکن ایک لفظ ہے جس کی طرف میں بڑھنا چاہتا ہوں اور آہستہ آہستہ اس لئے بڑھنا چاہتا ہوں کہ بات ذرا سی مشکل ہے یاد رکھئے گا جہاں راستہ چوڑا ہوتا ہے مین روڈ ہوتی ہے وہاں آدمی آسانی کے ساتھ گزر جاتا ہے لیکن جہاں راستہ پتلا ہو جاتا ہے وہاں سنبھل کے چلنا پڑتا ہے تو جگہ ذرا سی پتلی آرہی ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے ذہنوں کو پاس کرنے میں مجھے دقت محسوس نہ ہو یاد رکھئے گا نبی پر ایمان لانا یعنی نبوت پر ایمان لانا امام پر ایمان لانا یعنی امامت پر ایمان لانا توجہ چاہوں گا نبی پر ایمان لانا یعنی نبوت پر ایمان لانا امام پر ایمان لانا یعنی امامت پر ایمان لانا آپ کہیں گے یہ کونسی خاص بات ہے، جس کو تم بار بار دہرا رہے ہو نہیں بڑی خاص بات ہے وہ یہ کہ جو نبی کو نبی نہیں مانتے تھے جو امام کو امام نہیں مانتے تھے ان کے زمانہ

میں نبی موجود تھے امام موجود تھے تو ان کے سامنے ان کا جسم مبارک ضرور موجود تھا مگر وہ نبی کو نبی نہیں مانتے تھے کیوں اس لئے کہ نبوت کا اقرار نہیں تھا امام کو امام نہیں مانتے تھے امامت کا اقرار نہیں تھا میں اس منزل تک اس لئے لایا ہوں تاکہ میں آپ سے یہ کہہ سکوں کہ نبی ظاہر ہو سکتا ہے نبوت کبھی ظاہر نہیں ہو سکتی ہے امام ظاہر ہو سکتا ہے امامت ظاہر نہیں ہو سکتی ہے تو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا مطلب یہ ہے کہ اس خدا پر ایمان لانا ہوتا ہے جو صرف عقل سے پہچانا جا سکتا ہے حواس خمسۂ ظاہرہ سے نہیں پہچانا جا سکتا ہے وہ غائب تھا غائب ہے اور غائب رہے گا ویسے ہی یہ بھی یاد رکھئے گا کہ جسم نبی ظاہر ہو سکتا ہے لیکن نبوت ظاہر نہیں ہو سکتی جسم امام ظاہر ہو سکتا ہے امامت ظاہر نہیں ہو گی ہم کو ظاہری جسم پر ایمان نہیں لانا ہے بلکہ امامت پر ایمان لانا ہے اور نبوت پر ایمان لانا ہے نبوت اور امامت ہمیشہ غائب ہی رہے گی نبوت چھو کے نہیں معلوم ہو گی نبوت سونگھ کے نہیں معلوم ہو گی نبوت چکھ کے نہیں معلوم ہو گی نبوت بھی عقل ہی کے ذریعہ معلوم ہو گی لہٰذا پہچانئے جیسا غیب خدا ہے ویسے ہی غیب نبوت بھی ہے ویسے ہی غیب امامت بھی ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وہ لوگ جو ہدایت یافتہ ہیں وہ لوگ جو نجات یافتہ ہیں ان کی پہلی شرط یہی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی اس خدا کو مانتے ہیں جو صرف عقل کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے نہ کبھی ظاہر ہوا ہے نہ کبھی ظاہر ہو سکے گا

وہ اس نبی کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں کہ نبی ظاہر ہوگا نبوت ظاہر نہیں ہوگی عقل ہی سے پہچانی جائے گی امام کی امامت پر ایمان لاتے ہیں کہ امام ظاہر ہوں گے امامت ظاہر نہیں ہو سکتی صلواۃ

اس موقع پر میں آپ کے سامنے دو باتیں اور کہنا چاہتا ہوں جن سے آج اگر میں فارغ ہو جاؤں تو مجھے اپنے بیان کو اگلی منزلوں میں بڑھانے میں آسانی ہوگی ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم غیب پر ایمان لائیں یعنی اس خدا پر ایمان لائیں جو حواس خمسۂ ظاہرہ سے وہ پانچ طاقتیں جو جاننے کے لئے خدا نے ہم کو دی ہیں ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے بلکہ صرف عقل کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہے آپ کہیں گے تم یہ بات کہہ چکے تھے دوبارہ یہ بات کیوں کہہ رہے ہو دوبارہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں اب تک جو میں نے باتیں کہی ہیں یہ ذرا ان سے بھی مشکل بات ہے لیکن اگر آپ اسے آسان سمجھیں تو آسان ہے اور مشکل سمجھیں تو مشکل ہے اور میں آسان کا راستہ بتا دوں ایک مرتبہ مشکل کشا کا نام لے کر سنئے مشکل آسان ہو جائے گی یا علیؑ کہئے اور اس کے بعد صلواۃ بھیج کر اس مسئلہ کو سنئے۔

جب صرف عقل سے خدا معلوم ہو سکتا ہے تو ہم خدا کے بارے میں اپنے دماغ میں نہ کوئی تصور قائم کر سکتے ہیں نہ کوئی تصویر قائم کر سکتے ہیں میں اس جگہ سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا جب تک میں یہ بات کہہ

نہ لوں اس لئے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں اکثر خدا کے سمجھنے والے گھبرا کے خدا کے سمجھنے سے انکار کر دیتے ہیں میں نے جو آپ کے سامنے بار بار بات دہرائی ہے وہ یہی ہے کہ صرف عقل سے خدا معلوم ہو سکتا ہے جو اللہ نے دنیا کی ساری چیزوں کے معلوم کرنے کی پانچ طاقتیں ہم کو دی ہیں ان کے ذریعہ سے خدا نہیں معلوم ہو سکتا تو بس یاد رکھئے گا تصویر کس چیز کی ہم دماغ میں قائم کر سکتے ہیں اور تصور کس چیز کا ہم دماغ میں قائم کر سکتے ہیں تصویر اس چیز کی ہم قائم کر سکتے ہیں جس کے جیسی ہم نے کوئی چیز دیکھی ہو میں امریکہ نہیں گیا ہوں میں نے واشنگٹن نہیں دیکھا ہے میں نے نیویارک نہیں دیکھا ہے میں روس نہیں گیا ہوں میں نے ماسکو نہیں دیکھا ہے لیکن میں یہاں اپنے دماغ میں ماسکو کا نیویارک کا واشنگٹن کا تصور بھی قائم کر سکتا ہوں اور تصویر بھی قائم کر سکتا ہوں کیوں اس لئے کہ میں نے ماسکو نہیں دیکھا ہے نیویارک نہیں دیکھا ہے واشنگٹن نہیں دیکھا ہے لیکن ویسے شہر تو دیکھے ہیں بمبئی دیکھا ہے دلّی دیکھا ہے دنیا کے دوسرے شہر دیکھے ہیں تو ہمارے پاس اگرچہ کوئی تصویر نہیں ہے ہمارے دماغ میں نیویارک کی لیکن ہم سوچ سکتے ہیں جیسی سڑکیں یہاں ہیں ویسی سڑکیں وہاں ہوں گی جیسی روشنیاں یہاں ہیں ویسی روشنیاں وہاں ہوں گی جیسی سواریاں یہاں چلتی ہیں ویسی سواریاں وہاں چلتی ہوں گی جیسے مکان یہاں بنے ہیں ویسے مکان وہاں ہوں گے جیسے مارکٹ یہاں

ہیں ویسے مارکٹ وہاں ہیں تو چونکہ واشنگٹن ایک شہر ہے نیویارک ایک شہر ہے ماسکو ایک شہر ہے ہم نے اور بہت سے شہر دیکھے ہیں لہذا ہم سوچ سکتے ہیں اب دیکھا ہے تو ایسا ہوگا پہچانیں اس جملہ کو بس میں اسی جملہ کے بعد کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا کے علاوہ کوئی دوسرا خدا ہوتا اور اس کو ہم نے دیکھ لیا ہوتا تو ہم دماغ میں تصویر بھی قائم کر سکتے تھے اور تصور بھی قائم کر سکتے تھے کہ جیسا دیکھا ہے ایسا ہوگا لیکن وہ ایک ہے اکیلا ہے نہ اس کا جیسا کوئی ہے نہ اس کا شریک کوئی ہے لہذا نہ اس کے جیسا دیکھا ہے نہ اس کے جیسا دیکھ سکتے ہیں نہ اس کے بارے میں تصویر قائم کر سکتے ہیں نہ اس کے بارے میں تصور قائم کر سکتے ہیں بس اس کی تعریف کیا ہوگی خدا وہ ہے جو نہ ہمارے تصور میں آسکتا ہے نہ ہماری تصویر میں آسکتا ہے صلواۃ

مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی توحید کے معنی یہ ہیں کہ تم خدا کے بارے میں واہمہ کی طاقت کے ذریعہ وہم کی طاقت کے ذریعہ نہ کوئی تصویر پیدا کرنے کی کوشش کرو اور نہ کوئی تصور پیدا کرنے کی کوشش کرو میں آپ کے سامنے اس منزل سے جلدی سے گزر جاتا لیکن میں اس منزل پر رکا ہوں اور آپ کو روکے ہوئے اس لئے ہوں کہ کم سے کم اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی جب بسم اللہ اور ابتدا ہو رہی ہے تو ہمارے سر سننے والے کا دماغ مطمئن

ہو جائے کہ ہم نے اس خدا کو مانا ہے جو صرف عقل سے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے کہ غیب کہتے ہی اس کو ہیں جو عقل سے معلوم ہو سکے جو حواس خمسۂ ظاہرہ سے معلوم ہو سکے وہ ظاہر ہے وہ غائب نہیں ہے غائب وہ ہے جو دنیا کی ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ معلوم نہ ہو سکے بلکہ عقل کے ذریعہ معلوم ہو سکے اور وہ غائب ایسا غائب ہے کہ ہمیشہ سے غائب ہے ہمیشہ غائب رہے گا تو اس کا جیسا ہم نے نہیں دیکھا ہے لہذا نہ دماغ میں اس کی تصویر قائم کر سکتے ہیں نہ اس کا تصور قائم کر سکتے ہیں بلکہ اس کی پہچان یہ ہے کہ جو ہمارے تصور میں نہیں آسکتا وہ خدا ہے میں اس بات کو آپ کے سامنے کئی بار کہہ چکا لیکن آگے کیوں نہیں بڑھا ہوں ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کی قدر و قیمت پہچانئے اچھا ٹھہریئے تھوڑی دیر کے لئے ہم نے کوشش کی کہ آنکھ بند کر کے خدا کے بارے میں سوچیں کہ خدا ایسا ہوگا ایک تصور ہم نے قائم کیا ایک تصویر ہم نے قائم کی جیسی بھی تصویر بن سکتی ہے بنائیے آپ سوچ سکتے ہوں آپ سوچئے دماغ میں کوئی تصویر خدا کے بارے میں قائم کرلیں تو ایک سوال کرنے جا رہا ہوں بڑا باریک سوال ہے بڑا لطیف سوال ہے بڑا مزیدار سوال ہے بڑا لذیذ سوال ہے وہ یہ کہ خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے یا ہم نے خدا کو پیدا کیا ہے ہر معمولی سمجھ کا بچہ کہے گا کہ جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہ خدا ہے جس کو ہم پیدا کریں گے وہ خدا نہیں ہے اس بات کے سمجھنے میں دقت تو

نہیں ہو رہی ہے نہیں پھر سے ایک مرتبہ سن لیجئے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہ خدا ہے جسے ہم پیدا کریں گے وہ خدا نہیں ہے یہ مسجد ہم نے بنائی ہے یہ قالین ہم نے بنایا ہے یہ پائپ ہم نے بنایا ہے یہ منبر ہم نے بنایا ہے یہ وائر ہم نے بنایا ہے یہ راڈ ہم نے بنایا ہے یہ فرش ہم نے بنایا ہے یہ کمرہ ہم نے بنایا ہے تو یہ ہماری پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں یہ خالق نہیں بن سکتیں یہ ہمارا خدا نہیں بن سکتیں ہمارا خدا کون ہے جس کو ہم نے نہیں بنایا ہے بلکہ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اگر آپ نے خاص طور سے پوری مضبوطی کے ساتھ محفوظ کر لیا اپنے دماغ میں تو اب میں کہنا چاہتا ہوں جس نے آنکھ بند کی اور آنکھ بند کر کے خدا کے بارے میں ایک تصویر قائم کی ایک تصور قائم کیا یہ میں اس لئے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو کالجوں میں جانا پڑتا ہے دو لفظیں کبھی کبھی ان کے کانوں میں پڑتی ہیں کہ دھیان اور گیان سے کام لو تا کہ خدا دماغ میں آجائے تو لیجئے آلتی پالتی مار کے ہم بیٹھ گئے آنکھیں ہم نے بند کر لیں اللہ کے تصور میں ہم ڈوب گئے ہم نے تصویر قائم کی تصور قائم کیا لیکن میں آپ کے سامنے ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں ہمارے دماغ میں جو خدا کی تصویر پیدا ہوئی یا تصور پیدا ہوا اس تصویر و تصور کو ہم نے اپنے دماغ میں پیدا کیا ہے یا نہیں اس بات کو بچہ بھی آسانی کے ساتھ سمجھے گا ہمارے دماغ میں جو تصور پیدا ہوا ہے اس کو ہم نے پیدا کیا ہے ہمارے دماغ میں خدا کی جو تصویر پیدا ہوئی ہے وہ ہم نے

پیدا کی ہے اور ابھی بات طے ہو چکی ہے جسے ہم پیدا کریں وہ خدا نہیں ہے جو ہم کو پیدا کرے وہ خدا ہے تو ہم دماغ میں جو کچھ پیدا کریں گے وہ ہمارا مخلوق ہوگا ہمارا خالق کیسے ہوگا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ غیب پر ایمان لانے والے وہ ہوتے ہیں جو خدا کو مانتے ہیں جو نہ دماغ میں آسکتا ہے نہ وہم میں آسکتا ہے نہ گمان میں آسکتا ہے نہ اس کا فوٹو کھینچ سکتا ہے نہ اس کے جیسا تصور قائم ہو سکتا ہے نہ اس کی تصویر قائم ہو سکتی ہے بس اس کے بارے میں معصومینؑ نے ہماری رہبری کی ہے کیا رہبری کی ہے آج ہی کل میں نے حدیث پڑھی ہے، میں آپ کے سامنے اس کا ترجمہ عرض کرتا ہوں۔

معصومؑ نے ارشاد فرمایا خدا کو پہچاننا ہے تو خدا کی مخلوق میں اسے دیکھو خدا نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان کے ذریعہ خدا کو پہچانو جب تم کسی چیز کو زندہ دیکھو تو خود پہچانو اگر کوئی زندہ نہیں ہے تو زندگی اسے دی کس نے اگر تم کسی چیز کو دیکھو اس میں باریکیاں ہیں تو پہچانو پیدا کرنے والا کتنا بڑا عالم ہے کہ اس نے ایک چھوٹی سی چیز میں اتنی باریکیاں پیدا کر دی ہیں تو معصومؑ نے کہا اگر تم خدا کو سمجھنا چاہتے ہو تو اس کی مخلوق اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے خدا کو پہچانو اور اس کے بعد فرمایا ہرگز ہرگز خبردار خبردار اللہ کی ذات کے بارے میں غور نہ کرنا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچو گے تو ہدایت پاؤ گے خدا کی ذات کے بارے میں سوچو گے تو گمراہ

اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے میں آپ کے سامنے فقرہ پڑھتا ہوں قرآن مجید کا اولئک یہ وہ لوگ ہیں عَلٰی هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ جن کو ان کے رب کی طرف سے ہدایت ملی ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے ہدایت پانے کے ساتھ نجات یافتہ ہیں یہ نجات یافتہ کون ہیں ان کی پہلی شرط ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں سب سے پہلا غیب کون ہے غیب کی تعریف میں نے آپ کو یاد کرادی ہے غیب وہ ہے جو صرف عقل سے معلوم کیا جا سکے ان پانچ طاقتوں کے ذریعہ نہ معلوم کیا جا سکے سب سے پہلا غیب کون؟ ذات پروردگار عالم، تو میں یہ چاہتا تھا کہ میں آپ کو پورے طور پر اس بات پر مطمئن کر دوں کہ خدا کے وجود کو ہم سمجھ سکتے ہیں مگر اس کی ذات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ہم تباہ ہو جائیں گے ہم برباد ہو جائیں گے ہم گمراہ ہو جائیں گے جتنے فلسفی گمراہ ہوئے وہ اس لئے گمراہ ہوئے کہ وہ خدا کو اس کی مخلوق کے ذریعہ پہچاننے کے بجائے خدا کی ذات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے میں اپنی بات کو اسی کہی ہوئی بات کو ایک مرتبہ پھر ایک مثال سے سمجھانا چاہتا ہوں آپ اس مثال کو سنیں اور بات کو سمجھیں لیکن ایک بات یاد رکھئے گا مثال ہمیشہ مثال ہوتی ہے وہ سو فیصدی منطبق نہیں کی جا سکتی ہے اگر مثال کو آپ صد فی صد منطبق کریں گے تو پھر بات خراب ہو جائے گی بات گمراہی کی ہو جائیگی بات ضلالت کی ہو جائے گی مثال سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے

مثال کو بالکل منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کو اس کی مخلوق کے ذریعہ پہچاننا ممکن ہے معصومؑ یہ کہتے ہیں خدا کو پہچانو تو مخلوقِ خدا کے ذریعہ مگر خدا کی ذات کے بارے میں کبھی غور نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤگے تباہ ہو جاؤ گے گمراہ ہو جاؤ گے ذہن الجھ سکتا ہے کہ جب خدا کو مخلوق کے ذریعہ پہچان سکتے ہیں تو اگر خدا کو پہچاننے کی کوشش کریں گے تو گمراہ کیوں ہو جائیں گے اس وقت سورج دکھائی نہیں دیتا رات آتی ہے تو سورج دکھائی نہیں دیتا ہے دن کب ہوگا جب سورج دکھائی دے گا جب سورج نکل آئے گا ساری روشنیاں گل کر دی جائیں گی اس لئے کہ وہ نکل آیا جو ذرّہ ذرّہ تک روشنی پہنچا رہا ہے رات میں ہم جن چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے ہیں ان کو ہم دن میں دیکھ سکتے ہیں جو کام رات میں نہیں ہو سکتے ہیں وہ بھی دن میں ہو سکتے ہیں اس لئے کہ سورج نکل آیا توجہ چاہتا ہوں مثال دے کے معصومؑ کی بات سمجھانا چاہتا ہوں ایک منٹ کی دیر لگے گی اگر آپ توجہ دیدیں تو اس سے زیادہ وقت نہیں لگے گا تو جب سورج نکل آیا سورج نکل آنے کے بعد جو اس کی روشنی آئی اس روشنی کے ذریعہ ہم کو پتہ لگ سکتا ہے کہ سورج نکل آیا ہے تو اس کی روشنی کو دیکھ کے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے لیکن ہم نے روشنی کے ذریعہ سورج کا پتہ لگانے کے بجائے کوشش کی کہ نکلے ہوئے سورج کو خود دیکھ کر پتہ لگائیں کہ سورج نکلا ہے یا نہیں مثال ہی دے رہا ہوں تو بھی منطبق نہیں ہو سکتی ہے

مگر میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں اگر میں نے ایک دن فقط ۱۲ گھنٹے کوشش کی سورج کو دیکھنے کی تو جب شام آئے گی تو صرف سورج نہیں ڈوبے گا ہماری دونوں آنکھوں کا بھی سورج ڈوب چکا ہوگا تو جس سورج کی روشنی سے ہم زندگی بھر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اگر اس سورج کو براہ راست دیکھنے کی کوشش کریں گے تو جو آنکھوں کی طاقت ہے یہ بھی چلی جائے گی اس مثال سے میرے عزیزو پہچانو کہ معصومؑ نے کیا کہا ہے اللہ کی قدرت کی روشنی کے ذریعہ مخلوق کے ذریعہ خدا کو پہچانو خدا کی ذات کو پہچاننے کی کوشش کروگے تو جیسے سورج سے آنکھ لڑانے والا اندھا ہو جاتا ہے ویسے ذات خدا کو پہچاننے والا گمراہ ہو جائے گا صلواۃ

نجات یافتہ ہونے کے لئے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے قرآن مجید کی جن آیتوں نے چھ شرطیں بیان کی ہیں وہ میں نے گنائی ہیں کل پھر مجلس شروع کروں گا پھر گناؤں گا لیکن پہلی شرط ہے غیب پر ایمان لانا اور غیب پر ایمان لانے میں سب سے پہلا ایمان کس پر لانا ہے اس خدا پر ایمان لانا ہے جو غیب مطلق ہے غیب محض ہے صرف غیب ہے فقط غیب ہے نہ ظاہر تھا نہ ظاہر ہے نہ ظاہر ہو سکتا ہے اور جو اسے ظاہر کرنے کی کوشش کرے گا اس کا دل و دماغ تباہ و برباد ہو جائیگا وہ ہلاک اور گمراہ ہو جائے گا یہاں تک اگر بات پہنچ گئی تو دوسری بات میں آپ کے سامنے کہہ کے اپنی مجلس کو منزل تمام تک لانا چاہتا ہوں

وہ یہ کہ خدا پر ایمان لانا بہت آسان بھی ہے اور بہت مشکل بھی ہے اب علم کے بجائے عمل کی طرف بڑھو اس لئے کہ قرآن مجید نے کیا کہا نجات پانے والے ہدایت پانے والے وہ ہوں گے جن میں یہ چھ شرطیں پائی جائیں گی جو میں نے گنائی ہیں لہذا یہ کون ہوں گے یہ متقی ہوں گے یہ پرہیزگار ہوں گے یعنی یہ چھ کی چھ شرطیں متقی افراد کی ہیں پرہیزگار اور پابند دین افراد کی ہیں جو لوگ متقی ہوں گے وہ غیب پر ایمان لائیں گے تو میں جملہ کو دہرانا چاہتا ہوں یعنی غیب پر ایمان لائیں گے تو متقی بنیں گے اور متقی ہیں لہذا غیب پر ایمان لائیں گے دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن میں نے کہنا کیا چاہا ہے وہ بات جو میں ابھی تک نہیں کہہ سکا ہوں اب کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ خدا پر ایمان لانا بہت آسان ہے ایک مرتبہ کسی نے کہا عالم نے بیان کیا سمجھ میں بات آگئی خدا ہے اس کے بارے میں سوچیں گے لیکن اس کا دماغ میں فوٹو نہیں کھینچیں گے اس کے بارے میں تصور نہیں قائم کریں گے اب خدا پر ایمان ہو گیا بے شک، لیکن یہ علم کی حد تک ہوا، عمل کی حد تک خدا پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے یعنی یہ ایمان بالغیب کا علمی رخ تھا اور ایمان بالغیب کا عملی رخ کیا ہوگا دو چیزیں ہیں جاننا اور کرنا جاننے کا نام ہے علم کرنے کا نام ہے عمل ہم سب جان جائیں اور کچھ نہ کریں تو سب بیکار ہے اور کچھ کرنا بے کار ہے اگر کچھ جانتے نہ ہوں بس یاد رکھئے گا جاننا اور کرنا علم اور عمل یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں ان کا جدا

ہونا ممکن نہیں جاننا ہے کرنے کے لئے اور کرنا اس لئے ہے کہ ہم جانتے ہیں تو کوئی گنجائش دنیائے علم اور دنیائے عقل میں نہیں ہے کہ صرف جانا جائے کیا نہ جائے یا صرف کیا جائے جانا نہ جائے اس دنیا میں وہ دونوں گمراہ ہیں جو عمل کرنا چاہتے ہیں علم کے بغیر یا صرف علم رکھنا چاہتے ہیں عمل کے بغیر نہیں مذہب نے کیا کہا ہے مذہب نے یہی کہا ہے کہ نجات یافتہ کون ہوں گے ہدایت یافتہ کون ہوں گے وہ ہوں گے جو متقی اور پرہیز گار ہوں گے متقی اور پرہیز گار کون ہونگے جو غیب پر ایمان لائیں گے غیب کیا ہے جو عقل سے معلوم ہو سکے پانچوں حواس خمسہ سے نہ معلوم ہو سکے غیب میں سب سے پہلے کون ہے خدا وہ خدا جو غیب تھا غیب ہے غیب رہے گا اس کے بارے میں جان لیا ہم نے کہ ہے لیکن اس کے بارے میں عملی زندگی میں ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے ہیں اس حصہ کو مجھے سنانا تھا اور اسی کو دو لفظوں میں میں واضح کروں معصوم کے ارشاد کی روشنی میں اور بات مکمل ہو جائے آج کی معصوم نے ارشاد فرمایا تم خدا کی عبادت کرو اور یہ سوچ کے عبادت کرو کہ تم عبادت کر رہے ہو اور اسے تم دیکھ رہے ہو اس کے بعد امام نے خود ہی اس کی وضاحت کی کہا ٹھیک ہے تم نہیں دیکھ رہے ہو خدا کو مگر یہ تو تم کو معلوم ہے کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے میں ٹھہر ٹھہر کے بات اس لئے مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اب آپ پہچانئے معصوم نے کیوں کہا کہ اگر چہ تم خدا کو

نہیں دیکھ سکتے ہو مگر تمہاری عبادت کی منزل یہ ہونا چاہئے کہ جیسے تم کو خدا دکھائی دے رہا ہے اور تم اس کی اطاعت کر رہے ہو معصوم نے کہا تم عبادت کرو اس طرح جیسے خدا کو تم دیکھ رہے ہو اس لئے نہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہو بلکہ اس لئے یاد رکھو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے بس ایمان بالغیب کے معنی کیا ہیں سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہم کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اسے نہیں بھی دیکھ رہے ہیں مگر وہ ہمیں دیکھ رہا ہے بس اتنی سی بات ہمارے دماغوں میں باقی رہے تو متقی خود بخود پیدا ہو جائیں ہم کوئی گناہ کرتے ہیں تو ہم کو خدا یاد نہیں رہتا ہے ہم جب کوئی نافرمانی کرتے ہیں تو اس وقت خدا ہم کو یاد نہیں رہتا ہے اگر ہمیں یہ یاد رہے خدا ہمیں دیکھ رہا ہے تو اسی وقت وہ برائی ہم سے دور ہو جائے گی متقی بننے کے لئے ایمان بالغیب کا عملی حکم یہی ہے کہ ہم کو ہر وقت دماغ پر یہ خیال طاری رکھنا ہوگا خدا ہم کو نہیں دکھائی دے رہا ہے مگر وہ ہم کو دیکھ رہا ہے نبی ہم کو نہیں دکھائی دے رہے ہیں مگر وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں امام ہم کو نہیں دکھائی دے رہے ہیں مگر وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں بس جن کے دماغ میں یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے وہ متقی ہو جاتے ہیں وہ پرہیزگار ہو جاتے ہیں وہ نجات یافتہ ہو جاتے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں۔

بس میں ختم کرتا ہوں اور یہ کہہ کے ختم کرتا ہوں کہ کربلا والوں نے ہمارے سامنے اپنی زندگی کا نمونہ پیش کر دیا کہ تم پہچان سکتے ہو

کہ خدا کو مانا کیسے جاتا ہے اور خدا کو ان کے عمل کیسے کیا جاتا ہے اس دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا بڑے جوش کے ساتھ مجمع چلتا ہے بڑے نعروں کے ساتھ مجمع چلتا ہے بڑی تعداد میں مجمع چلتا ہے لیکن سامنے سے جب گولیوں کی بوچھار شروع ہوتی ہے اور کوئی ایک آدمی گولی کھا کے گرتا ہے تو دس آدمی پیچھے ہٹتے ہیں اور اگر دس آدمی گرتے ہیں تو ہزاروں میدان چھوڑ کر چلے جاتے ہیں لیکن اللہ اللہ کربلا کے میدان میں صورت حال ہی کچھ اور نظر آرہی ہے ایک لاش حسینؑ کربلا کے میدان سے اٹھا کر لا رہے ہیں ابھی لاش خیمہ تک پہنچی ہے ہجوم ہے اصحاب کا ہجوم ہے بنی ہاشم کا ہجوم ہے چاہنے والوں کا مولا اب ہمیں اجازت دیدیجئے مولا اب ہمیں اجازت دیدیجئے کس نے نہیں پڑھا ہے کہ جو زندگی میں کبھی ہنسے نہیں تھے جو زندگی میں کبھی مذاق نہیں کرتے تھے وہ عاشور کے دن اتنے خوش نظر آرہے تھے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ ہم نے تم کو زندگی میں اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا آج تم کو خوش دیکھ رہے ہیں جب کہ پیاسے بھی ہو جبکہ بھوکے بھی ہو جبکہ سامنے موت بھی ہے کہا تم نے پہچانا نہیں آج ایمان بالغیب کی آخری منزل سے ہم گزر رہے ہیں ہم تو بیتاب ہیں کہ مولا ہمیں کربلا کے میدان میں اجازت دیں ہم جا کے تلوار چلائیں خدا اور نبی وامام کے دشمنوں کی بوٹیاں کاٹ ڈالیں ان کے سروں کو گرادیں ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالیں اور اس کے جواب میں پھر ان کی تلواریں ہم پر

پڑیں یہاں تک کہ ہمارا دم نکل جائے اور ہم جنّت تک پہنچ جائیں یہ جوش یہ ولولہ، اور جوش و ولولہ کے ساتھ خوشی اور بیتابی کیوں تھی یہ ایمان بالغیب کا نتیجہ تھا ایمان بالغیب کیسا ایمان بالغیب کہ خدا کو جانتے بھی تھے اور خدا کو مانتے بھی تھے ان کو معلوم تھا خدا ہم کو دیکھ رہا ہے ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں بس میں آپ کے سامنے آخری لفظ کے سنانے کے لئے یہ منزل یاد دلانا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قافلہ جب کربلا سے قریب ہو رہا تھا تو ایک چھوٹا سا قافلہ اسی راستہ سے اور گزر رہا تھا اس چھوٹے سے قافلہ میں تین آدمی تھے ایک جوان تھا ایک اس کی وہ بیوی تھی جسے وہ شادی کر کے ساتھ لا رہا تھا اور ایک اس جوان کی بوڑھی ماں تھی جس نے جوان کی شادی کر کے اپنی محبت کے اپنی ماتا کے ارمان نکالے تھے۔ یہ تین آدمیوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ اس راستہ سے گزر رہا ہے جس راستہ سے میرے اور آپ کے مظلوم امامؑ کا قافلہ گزر رہا ہے ایک مرتبہ کانوں میں آواز آئی جانوروں کے بولنے کی آواز آئی بچوں کے رونے کی آواز آئی ماں نے جوان سے پوچھا ایک بات بتاؤ یہ راستہ عام قافلوں کے گزرنے کا نہیں ہے اور یہ زمانہ بھی قافلوں کے چلنے کا نہیں ہے پھر یہ کس کا قافلہ گزر رہا ہے ماں کے پوچھنے پر جوان ذرا چپ ہو گیا جب چپ ہو گیا ماں نے پوچھا تم چپ کیوں ہو گئے ہو تم مجھے خبر کیوں نہیں بتلاتے ہو کہا اماں یہ حسینؑ کا قافلہ ہے بس یہ سننا

تھا کہ حسینؑ کا قافلہ ہے ماں نے کہا میری شہزادی فاطمہؑ کے بیٹے حسینؑ کا یہ قافلہ ہے یہ مدینہ چھوڑ کے یہاں کہاں آ گئے بیٹے نے سارے حالات بیان کئے کہ حسینؑ مجبور ہو گئے ہیں حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ ہے حسینؑ دین بچانے کے لئے مدینہ سے چل چکے ہیں مکّہ سے چل چکے ہیں اور اب جا رہے ہیں بس یہ سننا تھا کہ ماں کے چہرہ کا رنگ بدلا ماں کا مزاج پہچاننے والا بچہ آگے بڑھا جوان آگے بڑھا کہا اماں کیا سوچ رہی ہو کہا بیٹا اگر تم نے پوچھا ہے تو تم نے میرے دل کی بات پوچھی ہے تم میرے دل کی بات پوری بھی کر دینا کہا اماں بتاؤ میں تمھارا بیٹا ہوں تمھارے دل کی بات پوری کروں گا کہا بیٹا پھر میں اپنے گھر نہ جاؤں گی جب میری شہزادی کا گھر آباد ہو گا تبھی میرا گھر بھی آباد ہو گا اگر میری شہزادی کا گھر خالی اور ویران ہے تو میرا گھر بھی خالی اور ویران رہے گا آپ نام بتائے بغیر بھی پہچان گئے ہیں اس جوان کا نام وہب ہے ایک ان کی ماں ہیں ایک ان کی بیوی ہیں میں آپ کو ایمان بالغیب کے علمی اور عملی رخ کو پہچنوانے کے لئے واقعہ سنانا چاہتا ہوں عاشور کے دن جب وہ وقت آ گیا کربلا میں لاشیں آنے لگیں تو ایک مرتبہ ماں نے اپنے بچے سے کہا بیٹا تم نہ جاؤ گے کربلا کے میدان میں شہید ہونے کیلئے کچھ لفظیں ہوتی ہیں جو کتاب کے اندر نہیں ملتی ہیں اور کتاب کے اندر مل سکتی بھی نہیں ہیں مگر واقعہ خود لفظوں کو پیدا کرتا ہے میں مجبور ہوتا ہوں

مصائب پڑھتے وقت کہ روایت کے الفاظ کے بجائے واقعہ کے الفاظ کو واقعہ کی زبان میں عرض کروں بس میں آپ کے سامنے اب جو جملہ کہوں گا یہ کتاب کے جملے نہیں ہیں یہ تصور اور واقعہ کے جملے ہیں ماں نے کہا بیٹا کیا تم مجھے شہزادیؑ کے سامنے سرخرو نہ کروگے میری مجبوری فقط یہ ہے کہ میں عورت ہوں میرے مذہب میں عورت پر سے جہاد ساقط ہے اگر میرے لئے جہاد جائز ہوتا تو میں تم سے نہ کہتی اپنے کو سب سے پہلے فدا کر دیتی لیکن بیٹا میں ماں ہوں میں عورت ہوں تم میرے فرزند ہو اور تم مرد ہو تم جاؤ جہاد پر تم شہید ہو جاؤ تم میرا ہدیہ بن جاؤ میرا انذرانہ بن جاؤ بیٹے نے کہا اماں اگر آپ اجازت دیں تو اتنی اجازت دیں کہ میں بیوی سے رخصت ہو لوں کہا ضرور اس کا بھی حق ہے تم پر پہچانئے مذہب آل محمدؐ میں کسی کا حق پامال نہیں کیا جاتا ہے کہا بیشک ان سے رخصت ہو لو مگر دیکھو اگر روکے تو نہیں رکنا یہ تعلیم تھی یعنی ہر ایک کا حق ادا کرو مگر خدا کے حق کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اگر خدا کے حق سے ٹکرا جائے تو پھر کسی بندہ کا حق ادا نہیں ہوگا خدا کا حق ادا ہوگا وہب نکلے بیوی کو ساتھ لے کے نکلے اماں سے کہا خدا حافظ کہا جاؤ بیٹا جلدی جاکے شہید ہو تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرا خون راہ خدا میں خرچ ہو گیا میرا دودھ راہ خدا میں خرچ ہو گیا وہب اپنی بیوی کو لے کر امام کی خدمت میں آئے اور کہا میں کربلا کے میدان میں جانا

چاہتا ہوں یہ میری بیوی ہیں یہ دو باتوں کی ضمانت چاہتی ہیں امامؑ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہتی ہیں کہ امامؑ سے یہ کہلوا دو کہ زندگی میں ساتھ نہیں رہ سکے تو جنّت میں ہمارا تمھارا ساتھ رہے گا حسینؑ نے کہا بے شک جنّت میں تمہارا اور ان کا ساتھ رہے گا یہ ہے ایمان بالغیب اور کہا دوسری بات یہ ہے کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ وہب دیکھو مر جاؤ گے شہید ہو جاؤ گے راہ خدا میں قتل ہو جاؤ گے تو میرے خیمہ کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہوگا تم مجھے شہزادی کے خیمہ میں جگہ دلوا دو تاکہ میں تمھارے بعد خیمہ میں سکون کے ساتھ بیٹھی رہوں حسینؑ نے کہا جاؤ میری بہن کے خیمہ میں جاؤ مگر یہ تو حسینؑ جانتے تھے وہب تمھارے بعد تمھاری بیوی کو میری بہن کے خیمہ میں پناہ مل جائے گی مگر میری شہادت کے بعد میری بہن کو میری اولاد کو میری نسل کو میرے اہل حرم کو میرے اہلبیتؑ کو کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا میں ختم کرتا ہوں اور ایمان بالغیب کے اس آخری تصور کو پیش کر کے ختم کرتا ہوں وہب کربلا کے میدان میں جاکے لڑے زخمی ہوئے زخمی ہونے کے بعد دشمن نے ان کا سر کاٹا آخری جملہ سناتا ہوں اور مجلس تمام کئے دیتا ہوں ظالم نے سر کاٹنے کے بعد خیمہ کی طرف ایک مرتبہ سر پھینکا ماں نے خیمہ کا پردہ اٹھایا اٹھ کر گئیں اور جاکر سر اٹھایا خون صاف کیا مٹی صاف کی آنکھ صاف کی کلیجہ سے لگایا پیار کیا کہا لال تم نے مجھے کربلا کے میدان میں اس

قابل کر دیا کہ کل میں محشر کے میدان میں جانے کے قابل ہو جاؤں
پھر ایک مرتبہ اسی چاہنے والی ماں نے اپنے جوان بیٹے کے کٹے ہوئے سر
کو لے کر دشمن کی طرف یہ کہہ کر پھینک دیا تم نے پہچانا نہیں ہم فاطمہؑ کی
لونڈی ہیں ہم فاطمہؑ کی کنیز ہیں اور فاطمہؑ کی کنیزیں راہ خدا میں جب
صدقہ دیدیتی ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتی ہیں سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ
ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ۔

تیسری مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ
رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ صلواۃ

یہ انتہائی خوش نصیب لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے رب کی طرف سے ہدایت ملی ہے اور یہی وہ لوگ

ہیں جو نجات پانے والے ہیں میں نے آپ کے سامنے اپنی دونوں پچھلی تقریروں میں اس بات کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ قرآن مجید نے ہم کو بتایا ہے کہ وہ لوگ کون ہیں جو ہدایت یافتہ بھی ہیں اور نجات یافتہ بھی ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید ان لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہیں متقی اور پرہیزگار کون لوگ ہیں پہلی صفت ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی غیب پر ایمان لاتے ہیں وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور دوسری صفت ہے کہ نماز کو ادا کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اور تیسری صفت ہے کہ ان کو خدا جو بھی روزی دیتا ہے اس میں سے یہ کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں چوتھی صفت ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ اے پیغمبر ہم نے جو کچھ آپ پر نازل کیا ہے ان ساری چیزوں پر ایمان لاتے ہیں پانچویں صفت ہے کہ اے پیغمبر آپ سے پہلے ہم نے دوسرے نبیوں پر جو کچھ نازل کیا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں چھٹی صفت ہے وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ یہ لوگ وہ ہیں جو آخرت پر پورا پورا پکا پکا یقین رکھتے ہیں میں آپ کے سامنے روزانہ چھ باتوں کو اس لئے سناتا ہوں کہ ہم میں سے ہر آدمی قرآن مجید کی روشنی میں اس بات کو پورے طور پر سمجھ لے کہ اگر ہم اپنا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں کرانا چاہتے ہیں اگر ہم اپنی گنتی نجات پانے والوں میں کرانا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے ہمارے لئے لازم

ہے کہ ہم اپنے اندر ایک ایک کرکے گن کر یہ چھ صفتیں پیدا کریں میں نے آپ کے سامنے کل تفصیل پیش کی تھی کہ پہلی صفت ہے غیب پر ایمان لانا اللہ نے ہم کو جو پانچ حواس دیئے ہیں دیکھنے کی طاقت سننے کی طاقت چھونے کی طاقت چکھنے کی طاقت سونگھنے کی طاقت ان پانچ حواس ظاہری کے علاوہ ایک چھٹی چیز ہے جس کا نام ہے عقل میں اس سبق کو پھر دہرانا چاہتا ہوں تاکہ ذہن میں بات باقی رہے کہ ان پانچ قوتوں کے ذریعہ جو چیز معلوم کی جا سکے اسے ظاہر قرار دیا جاتا ہے اور جو ان پانچ قوتوں میں سے کسی قوت کے ذریعہ نہ معلوم ہو سکے اس کا نام غیب ہے غیب کے جاننے کا ذریعہ فقط عقل ہے عقل کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ غیب معلوم ہو سکے میں نے کل آپ کے سامنے یہ فہرست بھی سنائی تھی کہ غیب مطلق غیب محض فقط غیب وہ اللہ کی ذات ہے اللہ کے بعد ہم کو نبی پر ایمان لانا ہے نبی کے بعد ہم کو امام پر ایمان لانا ہے نبی و امام کے بعد ہم کو قیامت جنت دوزخ پر ایمان لانا ہے میں کل کا جملہ پھر آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں اس لئے کہ میں اپنی مجلسوں کے ذریعہ صرف ایک ہی کوشش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنی باتوں کو آپ کے ذہنوں میں اس حد تک جگہ دلادوں کہ عقیدے بھی مستحکم رہیں اور ہم عمل کی دنیا میں بھی دین سے قریب تر ہو سکیں تو عزیزان گرامی میں نے آپ کے سامنے خدا کے بعد یہ کہا تھا کہ نبی پر ہمیں ایمان لانا ہوتا ہے

ٹھیک ہے نبی کل ظاہر تھے آج غائب ہیں کل پھر ظاہر ہوجائیں گے امام کل ظاہر تھے آج غائب ہیں کل پھر ظاہر ہوجائیں گے مگر اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جب نبی و امام ظاہر بھی ہوجائیں گے تب بھی جس چیز کا نام نبوت ہے جس چیز کا نام امامت ہے وہ غائب ہی رہے گی وہ ظاہر نہیں ہوسکے گی نبوت کو یا امامت کو نہ ہم سونگھ کے معلوم کرسکیں گے نہ چکھ کے معلوم کرسکیں گے نہ دیکھ کے معلوم کرسکیں گے نہ سن کے معلوم کرسکیں گے نبوت اور امامت کو بھی ہم عقل کے ذریعہ معلوم کرسکیں گے جب میرا بیان منزل بہ منزل نبوت اور امامت تک پہنچے گا تو میں آپ کے سامنے تفصیلیں پیش کروں گا کل میں نے خداوند عالم کے بارے میں آپ کے سامنے جو تذکرہ پیش کیا تھا وہ تذکرہ یہاں پر لاکر ختم کیا تھا کہ پروردگار عالم کو ہم اپنی عقل کے ذریعہ صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ وہ ہے اگر ہم نے کبھی کوشش کی کہ ہم یہ جاننا چاہیں کہ وہ کیا ہے وہ کیسا ہے اسکی تصویر کیا ہے تو ہم گمراہ ہوجائیں گے ہم بہک جائیں گے ہماری عقل حیران و ششدر رہ جائے گی اسی لئے پیغمبرؐ نے بھی اور آئمہ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی ہم سے کہا کہ تم مخلوقات کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی کوشش کرو خدا کی ذات کو پہچاننے کی کوشش نہ کرو

اس راستہ کو آپ پہچانیں ہمیں خداوند عالم کو جاننے کے لئے

نبی و امام کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق یہ راستہ اختیار کرنا ہے کہ خدا کی مخلوق کے ذریعہ خدا کو پہچاننا ہے یہ بات کل میں آپ کے سامنے کہہ چکا ہوں اس میں آج جو مجھے اضافہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم جب دنیا کی کسی مخلوق کے بارے میں غور کرتے ہیں ان میں سے کسی لفظ کو ضایع نہ ہونے دیں، ہم جب دنیا میں کسی مخلوق کے لئے کسی موجود کے لئے جو آج ہے یا کل تھا یا کل پیدا ہوگا غور کرتے ہیں تو ہر مخلوق کی تاریخ ہمارے سامنے تین لفظوں کے ساتھ آتی ہے "نہیں تھا" "ہے" اور "نہیں رہے گا" یہی تاریخ میری بھی ہے یہی تاریخ آپ کی بھی ہے یہی تاریخ چاند اور سورج کی بھی ہے یہی تاریخ زمین اور آسمان کی بھی ہے یہی تاریخ دریا اور پہاڑ کی بھی ہے یہی تاریخ نبی و امام کی بھی ہے یہی تاریخ جنت اور دوزخ کی بھی ہے یہی تاریخ ملائکہ اور حور کی بھی ہے یعنی جو کچھ بھی خدا نے پیدا کیا ہے جو کائنات ہے جو مخلوق ہے سب سے اچھی بات یہی ہے کہ آپ اس لفظ کو پکڑ لیں کہ جو بھی پیدا ہوا ہے اس کی کل تاریخ یہی ہے کہ نہیں تھا "ہے اور نہیں رہے گا میں آپ کی خدمت میں اپنی بات کی وضاحت کے لئے سب سے پہلے حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو یاد دلانا چاہتا ہوں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اللہ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی ہے وہ میرا نور ہے یعنی نور پیغمبرؐ سے

پہلے خدا نے کوئی چیز پیدا نہیں کی آسمان ہے تو نور پیغمبرؐ کے بعد زمین ہے تو نور پیغمبرؐ کے بعد انبیاء و مرسلین ہیں تو نور پیغمبرؐ کے بعد عرش و کرسی ہے تو نور پیغمبرؐ کے بعد جو کچھ پیدا ہوا ہے وہ نور پیغمبرؐ کے بعد یعنی میں سمجھانے کے لئے اگر ایک لفظ کہوں تو بیجا نہیں ہوگا کہ اب ہم تصور کر سکتے ہیں اک ایسے وقت کا تصور کر سکتے ہیں ایک ایسے سماں کا تصور کر سکتے ہیں ایک ایسے زمانہ کا تصور کر سکتے ہیں یہ لفظیں ہی میں بول رہا ہوں یہ لفظیں کام نہیں دے سکیں گی صرف بات سمجھانے کے لئے لفظیں استعمال کرنا پڑتی ہیں تو ہم ایسے تصور اور سماں کا خیال کر سکتے ہیں جہاں ایک پیدا کرنے والا ہے اور ایک پیدا ہونے والا ہے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا ہے تو خدا تو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا لیکن جب نور پیغمبرؐ پیدا ہوا تو تاریخ یہیں سے شروع ہوتی ہے کہ ایک پیدا کرنے والا ہے اور ایک پیدا ہونے والا ہے میں نے یہ بات کیوں یاد دلائی یہ اس لئے یاد دلائی کہ پیغمبرؐ کا یہ فرمانا کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا ہے اس خود ہمیں بات کا اقرار ہے کہ جب پیدا کیا تو پیدا کرنے سے پہلے میرا نور بھی نہیں تھا تو جب حضورؐ کا نور بھی ایک وقت تھا کہ نہیں تھا تو دنیا میں دوسرا کون ہے جو ہمیشہ سے ہوگا لہٰذا تاریخ یہی ہے کہ نہیں تھا ہے اور نہیں رہے گا ساری کائنات کی تاریخ جب یہی ہے کہ نہیں تھا ہے

اور نہیں رہے گا تو خود بخود انسان کا ذہن سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جو نہیں تھا وہ ہوا کیسے (صلواۃ)

کوئی آدمی دین کا ماننے والا ہو نہ ہو مذہب کا ماننے والا ہو نہ ہو لیکن اس کے سامنے یہ مسئلہ بہر حال آئے گا اگر عقل ہے تو یہ مسئلہ سامنے آئے گا کہ جو نہیں تھا وہ ہوا کیسے دو ہی راستے ہیں کوئی تیسرا راستہ نہیں ایک راستہ یہ ہے کہ جو پیدا ہوا ہے اس میں خود صلاحیت تھی کہ یہ پیدا ہو جائے اور ایک یہ ہے کہ جو پیدا ہوا ہے اس میں پیدا ہونے کی صلاحیت نہیں تھی اسے کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے آج تک جتنے دہریے ہیں انھوں نے دوسری لائن اختیار کی ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے بلکہ جو پیدا ہوا ہے وہ خود پیدا ہو گیا ہے مگر میں اس پرانی ہزاروں سال کی بحث پر ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے اس سمجھدار مجمع کے ذہن پر وقت کا اثر ہے یا بات کا اثر ہے عزیزان گرامی جو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے جو پیدا ہوا ہے وہ خود پیدا ہو گیا ہے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں جس میں خود پیدا ہونے کی صلاحیت ہے وہ آج کیوں پیدا ہوا ہے ہمیشہ سے کیوں نہیں تھا تاریخ جب یہی ہے کہ نہیں تھا ہے اور نہیں رہے گا تو یہ جب خود پیدا ہو سکتا تھا تو جس دن پیدا ہو رہا ہے اس دن کیوں پیدا ہو رہا ہے اس سے پہلے اس کو پیدا ہونا چاہیے تھا جب اس کے اندر خود صلاحیت ہے

پیدا ہونے کی تو اس کا کل پیدا نہ ہونا کل اس کا نہ ہونا اور آج ہونا اس کی دلیل ہے کہ اس میں ہونے کی طاقت نہیں ہے بلکہ اس کو کوئی پیدا کرنے والا چاہئے اور میں اپنی بات کو دماغوں میں بٹھانے کے لئے آخری فقرہ کہنا چاہتا ہوں اگر اس میں خود ہونے کی صلاحیت ہوتی تو یہ ہونے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا اس کی آخری تاریخ یہ نہیں آتی کہ ہے اور نہیں رہا تو کل نہیں تھا آج نہیں رہا درمیان میں ہے یہ نہیں ہونا اور نہیں رہنا یہ اس کی مجبوری کی دلیل ہے یہ مجبوری مجبور کرتی ہے ہر سمجھدار کو یہ ماننے پر کہ کوئی اور ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس نے اس کو پیدا کیا ہے یہ ہے نبی و امام کا ارشاد کہ مخلوق کے ذریعہ خالق کو پہچاننے کی کوشش کرو صلواۃ

میں نے اس مشکل مضمون کو اس سخت بیان کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی ہمت کی ہے صرف اس لئے کہ میں آپ کی خدمت میں دو لفظیں عرض کرسکوں اگر وہ دو لفظیں میرے محترم سامعین کے دماغوں میں باقی رہ گئیں تو خدا کے صفات کو پہچاننا خدا کی معرفت کو حاصل کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسان رہے گا بطفیل محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ہم کس منزل تک پہنچے ہم اس منزل تک پہنچے کہ دنیا کی ہر چیز کا نہ ہونا اور پھر ہو جانا اور پھر نہ رہنا جہاں اس چیز کی مجبوری کو بتاتا ہے

وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ کوئی اور ہستی ہے جو قادر ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اسی نے اس کو پیدا کیا ہے یہ بات وہ تھی جس کو میں آپ کے سامنے بار بار کہہ چکا ہوں لیکن میں دو لفظیں چاہتا ہوں جس پر ذہن مضبوطی کے ساتھ اپنی گرفت قائم کرلے کہ ہم نہ ہونے والی مخلوق کو جب دنیا میں ہوتے دیکھتے ہیں اور رہنے والی مخلوق کو جب دنیا میں ختم ہوتے دیکھتے ہیں اور اس کے راستہ سے ہم پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں تو ہم کو خدا کے بارے میں دو بنیادی باتیں خود بخود معلوم ہو جاتی ہیں ان دو لفظوں کو ضایع نہ ہونے دیجئے گا پہلی بات یہ معلوم ہو جاتی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اگر یہ سمجھ میں آجائے کہ ہمیشہ سے ہے تو یہ سمجھ میں خود بخود آجائے گا کہ ہمیشہ رہے گا اس لئے کہ جس میں ہمیشہ سے ہونے کی طاقت ہے اس میں ہمیشہ رہنے کی بھی طاقت ہے اب یہ مسئلہ سمجھنے کے قابل ہے کہ اس کو ہم ہمیشہ سے کیوں مانیں بڑی سیدھی سی بات ہے اگر اس کو ہم نے ہمیشہ سے نہیں مانا تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک وقت تھا جب وہ تھا اور اس سے پہلے وہ نہیں تھا تو جب اس کے لئے بھی نہیں تھا آجائیگا تو دوسرا سوال کرنا پڑے گا کہ جب نہیں تھا تو یہ کیسے ہوا اس کیلئے پیدا کرنے والا اور ماننا پڑے گا اس کے بارے میں پھر سوال پیدا ہوگا وہ ہمیشہ سے تھا یا کبھی نہیں تھا اگر نہیں تھا تو پیدا کرنے والا اور ماننا پڑے گا جناب نوحؑ کی زندگی گزر جائے گی گنتے گنتے اس نے

اس کو پیدا کیا اس نے اس کو پیدا کیا اس نے اس کو پیدا کیا اور نہ آخری پیدا کرنے والا ملے گا نہ کائنات پیدا ہو سکے گی اور کائنات پیدا ہو چکی ہے لہذا گھبرائی ہوئی عقل انسانی ایک ایسے سکنڈ پر ٹھہرنا چاہتی ہے جہاں ایسی ہستی کا پتہ لگ جائے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اسی کو قدیم کہتے ہیں (صلواۃ) میں نے آپ کی خدمت میں اتنی توجہ اور محنت کے ساتھ اس لفظ قدیم کو اس لئے پیش کیا ہے کہ مخلوق کے ذریعہ ہم جب خالق کے تصور تک پہنچتے ہیں تو ہم کو اس منزل پر آکے ٹھہرنا پڑتا ہے کہ جو پیدا کرنے والا ہے اس کی شان یہی ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیوں اس لئے کہ ہم نے مخلوق کی شان پہچانی تھی کہ نہیں تھا ہے اور نہیں رہے گا تو جب مخلوق کی شان یہی ہے تو پیدا کرنے والے کی شان یہی ہو گی کہ ہمیشہ سے تھا ہے اور ہمیشہ رہے گا بس آپ نے جو خدا کے بارے میں لفظ قدیم سنا ہے وہ یہی ہے کہ وہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا دوسری بات جو خود بخود معلوم ہو گئی وہ کیا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ ایسا قادر ہے جس نے ساری کائنات پیدا کی ہے میں ایک لفظ کے لئے توجہ چاہتا ہوں اگر اس لفظ تک نگاہ نہیں جائے گی تو آپ یقین مانئے بڑے بڑے فلسفی بڑے بڑے سائنس داں اور بڑے بڑے مذہب کے پیش کرنے والے دنیا میں اسی جگہ آکے پھسل گئے اور گمراہ

ہوگئے ہیں میں اپنی دوسری بات کو سمجھانے کے لئے ایک مرتبہ پھر ٹھہر جانا چاہتا ہوں اور اپنے مجمع کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پیدا ہوئے اپنے ماں باپ سے ہمارے ماں باپ پیدا ہوئے اپنے ماں باپ سے وہ پیدا ہوئے اپنے ماں باپ سے یہ سلسلہ چلتا رہے گا سب پیدا ہوئے جناب آدمؑ سے جناب آدمؑ پیدا ہوئے مٹی سے مٹی اٹھائی گئی زمین سے زمین نکلی سورج سے سورج نکلا مادہ سے چلتا رہے گا سلسلہ لیکن آخری کیا چیز قرار دیجئے گا میں ذرا رکا اس لئے ہوں کہ یہ سبق ذرا مشکل ہے تو مشکل سبق جلدی نہیں سنایا جاتا ہے اور جلدی سمجھ میں آتا بھی نہیں ہے اور اگر آجاتا ہے تو جلدی نکل جاتا ہے ایک مرتبہ صلواۃ بھیجیں تا کہ اس کے صدقہ میں سمجھ میں آجائے۔

سمجھ میں آبھی جائے اور سمجھ میں باقی بھی رہے تو جہ چاہتا ہوں پورے طور پر بات کو سمجھیں اسلام کے علاوہ آج تک دنیا میں کسی مذہب نے اس گتھی کو سلجھایا ہی نہیں ہے اور کوئی سلجھا ہی نہیں سکتا ہے اس لئے کہ جس کے پاس سچائی ہے جس کے پاس حقیقت ہے جس کے پاس علم ہے وہ سلجھا سکتا ہے جس کے پاس سچائی نہیں ہے جس کے پاس حقیقت نہیں ہے جس کے پاس علم نہیں ہے —— —— وہ نہیں سلجھا سکتا بات کیا ہے میں آہستہ آہستہ اس سے قریب ہونا چاہتا ہوں اور آپ ایک منٹ توجہ کریں تو میں آپ کے

ذہنوں سے قریب کردوں مسئلہ زیرِ بحث یہ ہے کہ جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی میں نے تذکرہ تک پہنچا دیا تا تو ماننا پڑے گا ایک کوئی چیز ہے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی اس سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی بس ایک سکنڈ کے لئے سوچئے جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی ہے وہ کسی چیز سے پیدا ہوئی ہے یا کسی چیز سے نہیں پیدا ہوئی ہے سارے سائنس داں سارے فلسفی اور اسلام کے علاوہ جتنے دوسرے مذہب پائے جاتے ہیں وہ ہمیشہ یہیں پر آ کے پھسل گئے ہیں اور گمراہ ہو گئے ہیں کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ کسی چیز سے پیدا ہوتی ہے تو اب مشکل یہ پیدا ہو گئی کہ جب کسی چیز سے کسی چیز کو پیدا ہونا ہے اور جو سب سے پہلے پیدا ہوا ہے اس سے پہلے کوئی تھا نہیں اس سے پہلے وہی تھا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جب انھوں نے مجبور ہو کے یہ مانا کہ کوئی چیز تھی اس میں سے یہ چیز پیدا ہوئی تو آخر میں ان سے یہ غلطی ہو گئی کہ خدا ہی نے اپنا ایک حصّہ توڑ کے الگ کیا اس سے یہ دنیا بنائی ہے لیکن آپ پہچانئے جو ٹوٹ سکتا ہے وہ خدا کیسے رہے گا۔ اسلام نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کیا کہہ کے واضح کیا ہے مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہج البلاغہ میں کائنات اور دنیا کی پیدائش بیان کرتے ہوئے خدا کی ثنا و تعریف اور اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا کہ خدا اس قادر ذات کا نام ہے خدا اس قادر

ہستی کا نام ہے جس نے عدم سے وجود کو پیدا کیا یہ مولا کے الفاظ تھے جو میں نے استعمال کر دیئے اب میں اس کا ترجمہ کر دینا چاہتا ہوں عدم سے وجود کو پیدا کیا یعنی کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا آپ نے اگر میرے بیان کے پچھلے حصہ کو اپنے ذہنوں میں برقرار رکھا ہے تو مجھے سمجھانے میں دیر نہیں لگے گی میں نے تھوڑی دیر پہلے آپ کے سامنے کہا تھا آپ تصور کیجئے کہ وقت وہ ہے کہ ایک پیدا کرنے والا ہے اور ایک پیدا ہونے والا ہے تو خدا سے تو کوئی چیز پیدا ہو نہیں سکتی ہے وہ ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا اس میں ٹوٹ پھوٹ نہیں ہو سکتی ہے ٹوٹ پھوٹ میں جوڑ ہو گا جو خدا ہے اس میں نہ جوڑ ہے نہ ٹوٹ پھوٹ ہے تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اول مخلوق سے پہلے کچھ نہ تھا جب کچھ نہ تھا تو اول مخلوق جو پیدا ہوا ہے وہ کسی موجود سے موجود نہیں ہے وہ عدم سے موجود ہے نہیں سے پیدا ہوا ہے میں اس مسئلہ کو بڑی آسانی کے ساتھ اپنے مجمع کے ذہنوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رکھ سکوں گا کہ کبھی بھی آپ گنتی کو گننا شروع کر دیں تو میرے بیان کا پورا فلسفہ آپ کے دماغ میں آپکی یادداشت میں آپ کے حافظہ میں موجود رہے گا مثلاً میں بولتا ہوں دس لاکھ دس لاکھ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک ایک لاکھ کو دس مرتبہ جمع کیا گیا ہے تب دس لاکھ بنا ہے لاکھ کا مطلب کیا ہے لاکھ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سو ہزار جمع کئے گئے ہیں تب لاکھ بنا ہے ہزار کا

مطلب کیا ہے کہ دس مرتبہ ہم نے سو کو جمع کیا ہے دس سیکڑے جمع کئے ہیں تب یہ ہزار بنا ہے سیکڑے کا مطلب کیا ہے ہم نے دس دہائیاں جمع کی ہیں تب یہ سیکڑہ بنا ہے دہائی کا مطلب کیا ہے کہ اس میں ایک دس مرتبہ جمع کیا گیا ہے تب دہائی بنی ہے نو کا مطلب کیا ہے ایک کو نو مرتبہ جمع کیا گیا ہے پانچ کا مطلب کیا ہے ایک کو پانچ مرتبہ جمع کیا گیا ہے دو کا مطلب کیا ہے ایک کو دو مرتبہ جمع کیا گیا ہے ایک کا مطلب ایک یعنی اس کے ساتھ کوئی جمع نہیں کیا گیا ہے اس کے آگے کوئی گنتی ہے کہ نہیں ہے؟ ایک کے آگے کوئی گنتی نہیں ہے ایک کے آگے ایک ہی چیز ہے متوجہ رہیں گے تب میں سناؤں گا جب دماغ پر زور پڑجائیگا تب میں آپ کو متوجہ کردں گا ایک کے آگے ہے زیرو زیرو کے معنی کچھ نہیں مگر اس کچھ نہیں میں بڑی طاقت ہے میرے عزیزو آپ آسانی کے ساتھ سمجھ جائیں گے یہ زیرو بالکل بے قیمت ہے اس کے معنی ہیں کچھ نہیں مگر اس کی جگہ ڈھونڈھنا پڑے گی اگر یہ گنتی کے بائیں طرف ہوگا تو کچھ نہیں ہوگا اور اگر داہنی طرف ہوتا جائے گا تو جتنے زیرو بڑھتے جائیں گے اتنی ہی گنتی بڑھتی چلی جائے گی معلوم ہوتا ہے زیرو بائیں طرف ہوتا ہے تو بے قیمت بن جاتا ہے اور داہنی طرف ہوتا ہے تو قیمت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اس سے آپ قرآن مجید کے اس فلسفہ کو پہچان لیں ان کے ہاتھ میں جب نامۂ عمل دیا جائیگا جنکے بائیں ہاتھ میں نامۂ عمل ہوگا تو ان کے اعمال زیرو ہوں گے

اور جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ عمل دیا جائے گا وہاں نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا (صلواۃ)

تو جیسے سب سے پہلے زیرو ہے اور زیرو کے بعد گنتی شروع ہوتی ہے۔ بس ویسے ہی کائنات کو سمجھ لیں آپ کہ کائنات زیرو تھی اس کائنات میں سب سے پہلے جس کو پیدا کیا ہے وہ کائنات کی اکائی کون ہے وہ کائنات کی اکائی اول مخلوق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (صلواۃ)

یہاں پر فضیلت کا ایک گوشہ آگیا ہے اسے بھی سنئے اور سماعت فرمائیے میں جس راستہ سے آیا تھا اسی راستہ اب واپس جانا چاہتا ہوں زیرو کے بعد کون چیز ہے سب سے پہلے ایک اکائی ابھی میں دس لاکھ سے آیا تھا ایک تک اب میں ایک سے واپس جانا چاہتا ہوں دس لاکھ نہیں دس کروڑ تک لیکن آپ پہچانئے گا دو کا وجود نہیں ہوتا اگر یہ ایک نہ ہوتا اسی ایک کے دہرانے ہی سے دو بنا ہے نو تک اکائیاں اگر بنی ہیں تو اسی ایک کے دہرانے سے بنی ہیں دہائی اگر بنی ہے تو اسی ایک کے دہرانے سے بنی ہے دہائیوں سے سیکڑے اگر بنے ہیں تو اگر یہ ایک نہ ہوتا تو نہ دہائی بنتی نہ سیکڑہ بنتا تو جہاں تک گنتی چلی جائے گی یہ ساری گنتی ایک کے طفیل میں پیدا ہو رہی ہے اگر یہ اکائی نہ ہوتی تو گنتی میں کچھ نہ ہوتا اگر نورِ محمد مصطفےٰ نہ ہوتا تو زمین نہ ہوتی آسمان نہ ہوتا کائنات میں کچھ نہ ہوتا جو کچھ ہے وہ اوّل

مخلوق کی وجہ سے ہے (صلواۃ)

بس اب تھوڑی سی توجہ اور چاہتا ہوں یعنی بات کہاں تک پہنچ گئی تھی بات یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کائنات زیرو تھی زیرو کے معنی کچھ نہیں، اور سب سے پہلے پیغمبرؐ کا نور پیدا ہوا تو پھر ہم کو یہ ماننا پڑیگا کہ خدا اس قادر ہستی کا نام ہے لفظیں ضایع نہ ہونے دیجئے گا خدا اس قادر ہستی کا نام ہے جس میں اتنی قدرت ہے کہ اس زیرو سے یعنی کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا بس آپ یاد رکھئے گا انسان کا دماغ جب عزور میں تکبر میں، نخوت میں خراب ہو جائے برباد ہو جائے وہ متکبر ہو جائے تو اسے یاد رکھنا چاہئے تمھاری ساری انرجی ختم ہو جاتی ہے جب تمھارے پاس کوئی چیز نہ رہ جائے تم چیز سے چیز بنا سکتے ہو موجود سے موجود بنا سکتے ہو خدا اس کا نام ہے جو کچھ نہیں سے سب کچھ بنا سکتا ہے اگر آپ نے پہچانا تو نبیؐ اور امامؑ کے ارشاد کی روشنی میں ہم کو خدا کی دو صفتیں معلوم ہو گئیں کون سی صفتیں معلوم ہوئیں پہلی صفت معلوم ہو گئی کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور دوسری صفت معلوم ہوئی کہ وہ ایسا قادر ہے جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا ہے لہذا اس کی شان میں نہ خلاف قدامت کوئی چیز ہو سکتی ہے نہ خلاف قدرت کوئی چیز ہو سکتی ہے بس ہم مخلوق کے ذریعہ خالق تک پہنچے تو ہم کو خدا کی دو صفتیں معلوم ہو گئیں ایک قادر اور ایک قدیم میرے سامعین کو یاد رکھنے میں

دقت بھی نہیں ہوگی دونوں جگہ قاف ہی ہے قدیم بھی ق سے ہے اور قادر بھی ق سے ہے مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی میں ق ہی بڑی مشکل سے نکلتا ہے ہر "قادر" جو ہے "کادر" ہو جائے گا ہر قدیم جو ہے وہ "کدیم" ہو جائے گا ہم کبھی کبھی سوچا کرتے تھے یہ زبان کیوں نہیں ٹوٹتی ہے ق کیوں نہیں نکلتا ہے لیکن سمجھ میں آیا شیطان نے پہلے سے زبان پر پھندا ڈال دیا ہے کہ جہاں سے خدا کی صفتیں شروع ہوتی ہیں وہ لفظ ہی ادا نہ ہونے پائے ہمارے ذہن میں یہ دو باتیں آگئیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے والا قدیم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور قادر ہے اور ایسا قادر ہے کہ اس نے کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا ہے ایمان بالغیب کا لفظ بول دینا بہت آسان ہے کہ ہم غیب پر ایمان رکھتے ہیں مگر جس خدا پر ہم ایمان رکھتے ہیں اس کو ہم نے پہچانا کیسے ہے اس کو ہم نے جانا کیسے ہے یاد رکھئے گا دین کے دو حصے ہیں اصول دین اور فروع دین اصول دین میں بات سمجھ کے ماننا ہے اور فروع دین میں بات سن کے ماننا ہے سمجھ کے ماننے کا نام تحقیق ہے اور سن کے ماننے کا نام تقلید ہے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ خداوند عالم نے نبی و امام کے ذریعہ ہم تک یہ پیغام پہنچایا ہے کہ اصول دین کو سمجھ کے مانو، سمجھ کے مانو کا مطلب کیا ہے تم نے مانا ہے تو دلیل سے مانا ہے سمجھ کے ماننے کا مطلب یہی ہوا کہ تم سے اگر کوئی پوچھے کہ تم نے کیوں مانا ہے تو تم بتا سکو کہ ہم نے اس دلیل کی بنا پر مانا ہے ہم نے خدا کو کیوں مانا ہے اس کو

قادر کیوں مانا ہے قدیم کیوں مانا ہے تو اس کا نام ہے تحقیق، اصول دین میں جہاں عقیدے رکھے جاتے ہیں وہاں تحقیق ہے، تحقیق ہے دلیل سے ماننا یعنی سمجھ کے ماننا اور فروع دین میں کیا ہے تقلید یعنی سن کے ماننا بغیر دلیل کے ماننے کا نام ہے سن کے ماننے کا نام ہے تقلید اور سمجھ کے ماننے کا نام ہے تحقیق، اصول دین میں ہے تحقیق اور فروع دین میں ہے تقلید، تشریح آج نہیں کر سکتا لیکن ایک لفظ کو آپ کے سامنے کہتا ہوں اور وہ یہ کہ فروع دین میں ہمیں کچھ ماننا نہیں ہوتا ہے بلکہ ہمیں کچھ کرنا ہوتا ہے کیا کرنا ہے اس میں دو ہی باتیں ہوتی ہیں کیا کام کرنا ہے اور کیا کام نہیں کرنا ہے جو کام کرنا ہے اس کو واجب کہتے ہیں اور جو کام نہیں کرنا ہے اس کو حرام کہتے ہیں یہ ساری باتیں جو واجب ہیں اور یہ ساری باتیں جو حرام ہیں یہ صرف دو جگہ پائی جاتی ہیں کسی تیسری جگہ نہیں پائی جاتی ہیں یا قرآن مجید میں سارے واجبات کا ذکر ہے اور سارے حرام کاموں اور گناہوں کا تذکرہ ہے یا چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں میں تذکرہ ہے کہ کیا واجب ہے اور کیا حرام ہے توجہ چاہتا ہوں آپ زیادہ نہ یاد رکھ سکیں گے لیکن اتنا یاد رکھئے کہ مختلف گنتیوں کے باوجود قرآن مجید کی آیتوں کی تعداد ہے لگ بھگ ساڑھے چھ ہزار، گنتی میں فرق کیوں ہوتا ہے کوئی کہیں پر آیت پڑھ لیتا ہے کوئی کہیں پر آیت مان لیتا ہے بس یہ فرق ہوتا ہے لیکن سب نے

چھ ہزار سے اوپر کی گنتی کی ہے کوئی سوا چھ ہزار گنتی کرتا ہے کوئی ساڑھے چھ ہزار کے قریب گنتی کرتا ہے تو لگ بھگ ساڑھے چھ ہزار آیتیں ہیں قرآن مجید میں اور یہ علماء کی محنت ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں میری محنت نہیں ہے کہ چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جو حدیثیں ہیں ان کی تعداد ہے لگ بھگ سینتیس ۳۷ ہزار حدیثیں کتنی؟ ۳۷ ہزار، آیتیں کتنی؟ ساڑھے چھ ہزار، تو کیا کیا ہم پر واجب ہے؟ اور کیا کیا ہمارے لئے حرام ہے یہ ہم تب جان سکتے ہیں جب ہم کو ساڑھے چھ ہزار آیتوں کا مطلب معلوم ہو جائے اور ۳۷ ہزار حدیثوں کا مطلب معلوم ہو جائے اور جتنے حضرات بھی میرے سامنے بیٹھے ہیں یا جن تک بھی میری آواز جاتی ہے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں ہم میں سے کون اتنے بڑے علم والا ہے جس کو ساڑھے چھ ہزار قرآن کی آیتوں کا مطلب معلوم ہو اور ۳۷ ہزار حدیثوں کا مطلب معلوم ہو ہم کو تو آج تک یہی نہیں معلوم ہے کہ ساڑھے چھ ہزار آیتیں ہیں کہ سوا چھ ہزار آیتیں ہیں ۳۷ ہزار حدیثیں ہیں کہ ۲۷ ہزار حدیثیں ہیں تو جن کو گنتی نہیں معلوم ہے ان کو حدیثوں کا مطلب کہاں سے معلوم ہوگا اور ذرا پہچانئے خالی منزل یہیں پر نہیں رکے گی اس کے بعد اور بحثیں شروع ہو جائیں گی کس کا راوی صحیح ہے کس کا راوی غلط ہے کون راوی سچا ہے کون راوی جھوٹا ہے یہی بات نہیں ہے بلکہ یہ بحث بھی شروع جائیگی کون سا لفظ مجاز میں بولا گیا ہے اور

کون سا لفظ حقیقت میں بولا گیا ہے حقیقت و مجاز بھی میں سمجھا دوں میں نے تقریر کرتے کرتے ایک مرتبہ کہا مجلس میں شیر آرہا ہے لفظ شیر کے حقیقی معنی ہیں وہ درندہ جس کے دانت بھی ہوتے ہیں جس کے پنجے بھی ہوتے ہیں جو آدمی کو دیکھ کے پھاڑ کھاتا ہے اگر میں نے کہا مجلس میں شیر آرہا ہے اور میرے مجمع نے سمجھا میں لفظ حقیقت میں بول رہا ہوں تو میں منبر پر اکیلا ہی رہ جاؤں گا سارا مجمع مجلس سے باہر ہوگا حالانکہ ایک بہادر آدمی آرہا تھا میں نے اس کے لئے کہا تھا کہ شیر آرہا ہے تو یہ موقع اور محل سے پہچاننا پڑتا ہے کہ لفظ اپنے اصلی معنی میں بولا گیا ہے جس کو حقیقت کہتے ہیں یا لفظ اپنے مجازی معنی میں بولا گیا ہے دوسرے کسی مشابہ یا کسی اور معنی میں بولا گیا ہے اسے مجاز کہتے ہیں تو بس یہ پہچانئے کہ کیا کیا واجب ہے اور کیا کیا حرام ہے اس کے جاننے کے لئے آدمی کو جاننا پڑے گا پورے قرآن کی آیتوں کا مطلب کیا ہے ساری حدیثوں کا مطلب کیا ہے راوی کون سا سچا ہے کون سا جھوٹا ہے کون سا لفظ حقیقت میں بولا گیا ہے کون سا لفظ مجاز میں بولا گیا ہے اور میں آپ کو زیادہ ستانا نہیں چاہتا ہوں ورنہ ابھی درجنوں اصطلاحیں باقی ہیں کون مقید ہے کون مطلق ہے کون مشروط ہے کون عام ہے کون خاص تو جب آپ سن کے گھبرائے جاتے ہیں تو پہچانئے کون ہمت والا ہے جو پورے قرآن کا علم سامنے رکھے اور ساری حدیثوں کا علم سامنے رکھے اور پھر معلوم کرے کہ

کیا واجب ہے اور کیا حرام ہے خدا جانتا تھا یہ بوجھ ہم سے نہیں اٹھ سکتا ہے لہذا اس نے کہا ہر زمانہ میں کچھ آدمی ہونا چاہئیں جو زندگی کے اور سارے کاموں کو چھوڑ کے پورے قرآن کا علم حاصل کریں اپنی رائے سے حاصل نہ کریں اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کا علم حاصل کریں چودہ معصومین علیہم السلام کی حدیثوں کا علم حاصل کریں اور اتنا ان کے پاس حافظہ ہونا چاہئے کہ ان کو سوتے سے بھی ہلا کے جگایا جائے اور پوچھا جائے یہ چیز نجس ہے کہ پاک ہے یہ کام جائز ہے کہ ناجائز ہے تو ان کو پورا قرآن بھی یاد ہو اور ساری حدیثیں بھی یاد ہوں کہ وہ پورے قرآن اور ساری حدیثوں کی روشنی میں بتا سکیں کہ حکم خدا کی بنا پر یہ پاک ہے کہ نجس ہے یہ جائز ہے کہ ناجائز ہے جو اتنا علم حاصل کر کے اتنی زبردست یادداشت کے مالک ہوتے ہیں وہ فقیہ ہوتے ہیں وہ مجتہد ہوتے ہیں اور ان فقیہوں اور مجتہدوں میں جو سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوتا ہے اس کو اعلم کہا جاتا ہے اس سے ہم پوچھتے ہیں کہ بتا دیجئے واجب کیا ہے حرام کیا ہے جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے کیا ہمیں کرنا ہے کیا ہمیں نہیں کرنا ہے تو بس میں آپ کی خدمت میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ صرف یہ بات تھی کہ اصول دین ہم کو سمجھ کے ماننا ہیں ہم کو دلیل کے ذریعہ سمجھنا چاہئے خدا ہے تو کیوں ہے؟ اس کو قدیم مانا ہے تو کیوں؟ ہم نے اس کو قادر مانا ہے تو کیوں؟ کم سے کم میری

اب تک کی مجلسوں میں شرکت کرنے والا ہر بچہ اگر اس نے میری باتوں کو توجہ کے ساتھ سنا ہے تو وہ خود بھی سمجھ سکتا ہے اور دور جا کے ہر انسان کو سنا سکتا ہے ہم نے خدا کو مانا ہے تو اس دلیل سے مانا ہے قدیم مانا ہے تو اس دلیل سے مانا ہے قادر مانا ہے تو اس دلیل سے مانا ہے لیکن نماز واجب ہے نماز میں رکوع واجب ہے مغرب کی تین رکعت واجب ہے نماز سے پہلے وضو واجب ہے وضو میں منھ دھونا واجب ہے مسح کرنا واجب ہے یہ ساری باتیں وہ ہیں جو ہم دلیل سے نہیں معلوم کر سکتے ہیں اس کے لئے مجبوراً ہم کو کسی فقیہ کے پاس جانا پڑے گا جو قرآن و حدیث کی دلیل سے معلوم کر سکا ہو تو بس یہ یاد رکھئے گا تحقیق ہے اصول دین میں تقلید ہے فروع دین میں، شیطان ہم کو اور آپ کو گمراہ کرنے میں کبھی نہیں چوکتا اس نے بڑی آسانی کے ساتھ لائن بدل دی اس طرح کہ جب اصول دین کا وقت آیا تو ہم نے بغیر تحقیق کے مان لیا اللہ ہے ہاں ہے کیسے معلوم ہے کہ اللہ ہے ارے ابا کہتے ہیں اماں کہتی ہیں سارا خاندان کہتا ہے ہم مسلمان ہیں ہمارے گھر میں سبھی کہتے ہیں کہ اللہ ہے یعنی اللہ کو ہم نے مان لیا سن کے، وہ قدیم ہے کیسے مان لیا سن کے، وہ قادر ہے کیسے مان لیا سن کے، جہاں تحقیق واجب تھی وہاں ہم تقلید لے آئے اور جب فروع دین کا وقت آیا اور کہا گیا نماز پڑھو کہا نماز پڑھیں گے دلیل بتاؤ روزہ رکھیں گے دلیل بتاؤ حج کریں گے دلیل بتاؤ حج میں سر منڈانا

پڑے گا دلیل بتاؤ قربانی کرنا پڑے گی دلیل بتاؤ یعنی شیطان نے لائن تبدیل کردی جہاں تحقیق تھی وہاں تقلید کرلی جہاں تقلید تھی وہاں تحقیق کرلی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں نے اور چودہ[۱۴] کے چودہ[۱۴] معصومینؑ نے اور بارہ[۱۲] کے بارہ[۱۲] اماموں نے جو زندگیاں صرف کی ہیں وہ اسی مقصد کے لئے صرف کی ہیں کہ اصول دین سمجھ کے مانے جائیں اور فروع دین سن کے مانے جائیں۔ سنا کس سے ہے؟ نا اہل سے نہیں سنا ہے، جاہل سے نہیں سنا ہے فقیہ سے سنا ہے جو دلیل رکھتا ہو قرآن و حدیث کی، اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرے آج جو میں بات مکمل کرنا چاہتا تھا وہ صرف اتنی سی بات تھی کہ میں آپ کو روزانہ سناتا ہوں پروردگار عالم نے کہا ہے کہ ہدایت یافتہ وہ لوگ ہیں کون لوگ خوش نصیب اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ ہیں کون نجات یافتہ ہوگا کون ہدایت یافتہ ہوگا اس کی چھ صفتیں ہیں جو میں روز گنتا ہوں یہ لوگ متقی ہیں غیب پر ایمان رکھتے ہیں نمازوں کو قائم کرتے ہیں نمازوں کو ادا کرتے ہیں جو روزی پاتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں نبی پر نازل ہونے والی ساری باتوں پر ایمان لاتے ہیں نبی سے پہلے جو گزرے ہوئے انبیاء ہیں ان پر جتنی چیزیں نازل ہوئیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر پکا پکا یقین رکھتے ہیں جن میں یہ چھ

صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے لئے خدا سند دیتا ہے ہدایت یافتہ بھی یہی ہیں نجات یافتہ بھی یہی ہیں تو ہم میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ ہمارا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں بھی ہو جائے ہماری گنتی نجات یافتہ لوگوں میں بھی ہو جائے۔ تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم چھ صفتیں اپنے اندر پیدا کریں اور ان چھ صفتوں میں پہلی صفت ہے ایمان بالغیب غیب پر ایمان لانا تو میں آج اور کل دو دن سے آپ کے سامنے اسی کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ ایمان بالغیب کی پہلی منزل میں ہمارا دل مطمئن ہو جائے غیب کون ہے؟ جو ان پانچوں حواسوں سے نہ معلوم ہو سکے عقل سے معلوم ہو سکے غیبِ فقط غیبِ مطلق اللہ ہے جس کے لئے نبیؐ اور امامؑ نے کہا خدا کو بندوں کے ذریعہ پہچانو مخلوق خدا کے ذریعہ پہچانو اور جب ہم نے مخلوق خدا کے ذریعہ پہچانا تو ہم نے اس خدا کو پہچانا جو قدیم بھی ہے اور جو قادر بھی ہے بس اس کے بعد میں آپ کو ایک ایسے میدان تک پہنچائے دیتا ہوں جہاں کسی کو انگلی پکڑ کے چلنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ آپ خود صفات خدا کے بارے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سمجھ کے فیصلہ کر سکیں گے بس ایک بات یاد رکھئے گا اصول دین سمجھنا ہے یعنی تحقیق سے، سن کے نہیں ماننا ہے تو ہم کو کون خدا معلوم ہوا جو قدیم بھی ہے اور جو قادر بھی ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ایسا قادر ہے جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا ہے اس تک رہبری کی ہے مولائے کائناتؑ کے فقرہ نے

کہ وہ خدا ہے ساری تعریفوں کا حقدار وہ خدا ہے جس نے عدم سے وجود کو پیدا کیا ہے کچھ نہیں سے سب کچھ پیدا کیا ہے بس اگر آپ خدا کی دو صفتوں کو یاد رکھیں گے کہ خدا قدیم ہے خدا قادر ہے تو اب جتنی باتیں بھی آپ کے سامنے آئیں گی انگلی پکڑنے کی ضرورت نہیں پڑیگی دو ایک مثالیں میں آپ کو سنائے دیتا ہوں مثال کے طور پر مسئلہ پیدا ہوتا ہے خدا کے جسم ہے کہ نہیں اسی کے بعد مسئلہ پیدا ہوگا خدا دکھائی دے گا یا نہیں دکھائی دے گا جسم رکھے گا تو دکھائی دے گا جسم نہیں رکھے گا تو نہیں دکھائی دے گا آج تک کوئی چیز ایسی نہیں دکھائی دی ہے جس کے جسم نہ ہو جسم کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ میرے جیسا جسم ہو، منبر جیسا جسم ہو مسجد جیسا جسم ہو لطیف سے لطیف بھی جسم ہوگا تو اگر ہوگا تو دکھائی دے گا بس یاد رکھئے گا دکھائی دینا موقوف ہے جسم ہونے پر اور جسم کس بات پر موقوف ہے جس کے لئے آپ جسم مان لیں گے وہ مجبور ہو جائے گا قادر نہیں رہے گا میں آپ کو مشق کرانے کے لئے دو ایک مثالیں دینا چاہتا ہوں میں آپ کو اس وقت بیٹھا دکھائی دیتا ہوں منبر پر تو میں منبر پہ ہوں منبر پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فرش پر نہیں ہوں میں منبر پر ہوں اور اس منبر پہ ہوں جو ہال کے اندر رکھا ہوا ہے تو برآمدہ میں نہیں ہوں صحن میں نہیں ہوں سڑک پر نہیں ہوں تو اس کے کھلے ہوئے معنی کیا ہوئے کہ جو جسم رکھتا ہے وہ کسی ایک مکان میں ہوتا ہے

اور جب ایک مکان میں ہوتا ہے تو دوسری جگہ نہیں ہوتا تو لازمی طور پر جسم والا مجبور ہو جاتا ہے وہ قادر نہیں رہتا ہے لہذا اگر ہم خدا کو قادر ماننا چاہتے ہیں تو اس کو جسم والا نہ مانیں گے بس جب کوئی بات سامنے آئے ملا لیجئے خدا کی قدرت سے یا خدا کی قدامت سے وہ چیز ٹکراتی ہے یا نہیں ٹکراتی ہے اس کو ہم نے قادر مانا ہے تو جسم والا نہیں ہوگا اس کو ہم نے جسم والا نہیں مانا ہے تو وہ دکھائی نہیں دے گا اگر اس کو ہم نے قادر مانا ہے تو وہ جس چیز میں چاہے گا آواز پیدا کر دے گا جناب موسیٰؑ کے لئے طور پر درخت میں آواز پیدا کر دے گا کسی سے پتھر کے ذریعہ بات کرلے گا کسی کو جبرئیل کو بھیج کر پیغام دیدے گا تو آپ نے اتنی صفتیں پڑھی ہیں خدا متکلم ہے، خدا صادق ہے، خدا مدرک ہے، خدا حی ہے یہ ساری صفتیں آپ کی سمجھ میں آجائیں گی اگر دو باتیں یاد رہیں گی قدیم ہے، قادر ہے اور جو آٹھ باتیں اس میں نہیں پائی جاتی ہیں کہ وہ مکان نہیں رکھتا ہے جسم نہیں رکھتا ہے، شریک نہیں رکھتا ہے یہ ساری باتیں سمجھ میں آجائیں گی اس لئے کہ ساری باتیں وہ ہیں کہ اگر ان کو مانئے گا تو خدا نہ قادر رہے گا اور نہ قدیم رہے گا بس میں یہاں تک آپ کو پہنچا کے یہ کہنا چاہتا ہوں اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی پہلی شرط پہلی منزل ہے خدا پر ایمان لانا اس خدا پر ایمان لانا جو غیب ہی غیب ہے جس کو مخلوق کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے خالق کے

ذریعہ نہیں پہچانا جا سکتا ہے اب میں آپ کو پہچاننے کے لئے ایک دوسرے آسان راستے کی طرف لے جاتا ہوں آسان راستہ ہے حضرات محمد اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اور اپنی مجلس کو تمام کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ خود واقعہ کربلا پوری دلیل ہے مکمل دلیل ہے ساری دلیلیں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں دلیلیں ایک طرف ہیں خدا کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے اور پورا واقعۂ کربلا ایک اکیلا کافی ہے خدا کو سمجھانے کے لئے حسینؑ نے دنیا کے سامنے اپنا کردار پیش کیا ہے کیا کردار پیش کیا ہے کردار کے دو حصہ ہیں کہ حسینؑ جس کو غلط مانتے ہیں اس کو نہیں مانتے ہیں حسینؑ نام ہے اس انسان کا جس نے باطل کو نہیں مانا جس نے ناحق کو نہیں مانا جس نے غلط کو تسلیم نہیں کیا لیکن جب حسینؑ نے غلط کو تسلیم نہ کرنے کے لئے دنیا کی ہر مصیبت برداشت کرلی ہے اس نے ۹ محرم کو ایک رات کے لئے جنگ فقط اس لئے رکوائی کہ ہم زندگی کی آخری رات اپنے خدا کی جی بھر کے عبادت کرنا چاہتے ہیں تو پہچانئے ناحق کا نہ ماننے والا باطل کا نہ ماننے والا غلط کا نہ ماننے والا حسینؑ اگر رات بھر شب عاشور عبادت کرتا ہے تو یہ عبادتِ حسینؑ نہیں ہے یہ مخلوق کے ذریعہ خالق تک پہنچنے کا بہترین راستہ ہے اور میں آپ کو وہ منظر یاد دلاؤں گا کہ عاشور کی رات ختم ہوتی ہے عاشور کی صبح ہوتی ہے نماز صبح ادا کر چکے ہیں حسینؑ ابن علیؑ

اور حسینؑ کے پیچھے کیسے کیسے نماز پڑھنے والے ہیں ان کا تذکرہ اس وقت ممکن نہیں ہے، مگر میں آپ کی خدمت میں صرف اتنی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حسینؑ نے نماز ختم کرنے کے بعد ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے یہ حسینؑ کے ہاتھ نہیں اٹھ رہے ہیں یہ مخلوق کے ذریعہ خالق تک پہنچنے کا راستہ پیدا ہو رہا ہے اور کہا پالنے والے وہ دن آگیا جس دن کا مجھے انتظار تھا وہ دن آگیا جس دن کا میں نے وعدہ کیا تھا وہ دن آگیا جو میرے امتحان کا دن ہے پالنے والے میں امتحان دینے کے لئے حاضر ہوں لیکن تیری بارگاہ میں میری دعا ہے کہ آج تو اپنی ساری توفیقیں میرے حوالہ کر دے تاکہ میں اپنے امتحان کی منزلوں میں کامیابی کے ساتھ گزر جاؤں حسینؑ جیسے انسان کی یہ دعا بتا رہی ہے اگر کوئی خدا نہیں ہے تو میرے ہاتھ کس کے لئے اٹھ رہے ہیں جس ہاتھ کو حاصل کرنے کے لئے یزید کی ساری محنتیں برباد ہو گئیں اور وہ ہاتھ حاصل نہ ہو سکا وہ ہاتھ نہیں بلکہ دونوں ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھ رہے ہیں یہ مخلوق کے ذریعہ خالق تک پہنچنے کا راستہ پیدا ہو رہا ہے حسینؑ نے عاشور کی صبح کو کہا تھا پالنے والے ساری توفیقیں میرے حوالہ کر دے تاکہ میں کئے ہوئے وعدہ کو اسی طرح ادا کروں جس طرح ادا کرنا چاہئے اور حسینؑ کی صبح کی دعا کا جواب میرے کانوں میں آج تک آ رہا ہے کب آ رہا ہے اس وقت آ رہا ہے

جب آپ کا اور میرا مظلوم امام زخموں سے چور ہے پیاسے حسینؑ، بھوکے حسینؑ، زخمی حسینؑ جسمِ اقدسِ حسینؑ پر اتنے لگے ہوئے تیر کہ جب ملنے کے لئے اپنے فرزند سے گئے تھے تو سید سجادؑ باپ کو پہچاننے میں دقت محسوس کر رہے تھے لیکن وہ حسینؑ جو سید سجادؑ سے ملنے کے بعد بھی کربلا کے میدان میں آ گئے اور بے شمار زخم کھائے ہیں وہ حسینؑ گھوڑے پر ہیں اور اب وہ وقت ہے کہ حسینؑ گھوڑے پر سنبھل نہیں رہے ہیں وہ وقت تھا جب روانہ ہو رہے تھے گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے خیمہ سے باہر نکلے تھے تو حسینؑ نے داہنی طرف دیکھا تھا اور بائیں طرف دیکھا تھا اور جب حسینؑ کو داہنے اور بائیں دیکھتے ہوئے بہن نے دیکھا تھا تو خیمہ کا پردہ الٹ کے جنابِ زینبؑ باہر نکلی تھیں قنات اور خیمہ کے درمیان میں گھوڑا کھڑا ہوا تھا اور زینبؑ نے کہا بھیا بازو پکڑنے والا عباسؑ زندہ نہیں رہا لگام پکڑنے والا اکبرؑ زندہ نہیں رہا رکاب تھامنے والے اصحاب زندہ نہیں رہے مگر کیا ہوا یہ زینبؑ زندہ ہے میں سوار کروں گی اور آج تک دنیا روتی ہے کہ بھائی کو بہن نے سوار کیا تو تھوڑی دیر پہلے جب حسینؑ کے گھوڑے پر سوار ہونے کا وقت تھا تو کوئی نہ تھا تو کم سے کم زینبؑ نے سوار کیا تھا اب اسی گھوڑے سے اترنے کا وقت تھا اب زینبؑ بھی نہ تھیں جو اتار لیتیں اب زینبؑ بھی نہ تھیں جو رکاب پکڑ لیتیں اب زینبؑ بھی نہ تھیں جو بازو تھام لیتیں بس ایک سوار تھا اور ایک

راہوار تھا گھوڑا تھا وفادار گھوڑا وفادار راہوار سمجھدار جانور اس نے محسوس کیا میرا سوار اب دیر تک زین پر باقی رہنے والا نہیں ہے اس نے اپنی بے زبانی سے ہمارے سامنے قیامت تک کیلئے بات کہدی کہ میرے بس میں تھا کہ حسینؑ کا بازو پکڑ لیتا میرے بس میں نہ تھا کہ میں رکاب تھام لیتا میرے بس میں نہ تھا کہ میں حسینؑ کو اتار دیتا مگر میرے بس میں اتنا تھا ایک مرتبہ زمین پر بیٹھ گیا کس لئے بیٹھ گیا کہ جب میرا سوار زمین پر آئے تو زین اور زمین کا فاصلہ کم ہو جائے آج تک مقاتل کی کتابوں میں آواز گونج رہی ہے بس میرا آخری فقرہ سنئے میں مجلس تمام کرنے جارہا ہوں جب نماز صبح تمام کی تھی تو حسینؑ نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے کہا تھا پالنے والے آج امتحان کا دن ہے میرے حوالہ ساری توفیقیں کر دے تا کہ میں امتحان کی ساری منزلوں سے گذر جاؤں لیکن جب حسینؑ زین سے زمین پر آرہے تھے تو مقاتل کی کتابوں میں آج تک یہ تذکرہ موجود ہے کہ ایک غیبی آواز آرہی تھی یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اے نفس مطمئنہ حسینؑ تم پلٹ آؤ اپنے اللہ کی بارگاہ میں پلٹ آؤ اس طرح سے کہ میں تم سے راضی ہوں تم مجھ سے راضی ہو حسینؑ نے صبح کو دعا کی تھی جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لا رہے تھے تو خدا کی غیبی آواز نے بتایا میں نے حسینؑ کی دعا قبول کر لی ہے اور حسینؑ نے امتحان کی کامیابیاں حاصل کر لی ہیں

کیسی منزل ہے میں خود خدا ہو کے آواز دے رہا ہوں آؤ آؤ حسینؑ میں تم سے راضی ہوں تم مجھ سے راضی سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

چوتھی مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ،
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،
قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ
رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ صلوٰۃ

دنیا کے ہر شخص کی تمنا ہے کہ وہ نجات پائے ہلاک نہ ہو نجات وہی پا سکتا ہے جو ہدایت یافتہ ہوگا جو ہدایت یافتہ نہیں ہے اس کو ہلاک اور تباہ ہونا ہے نجات نہیں ملے گی یہ روزانہ آپ کے

سامنے قرآن مجید کی جس آیہ کریمہ کی تلاوت کرتا ہوں اس میں پروردگار عالم نے انھیں دونوں باتوں کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنے خدا کی طرف سے اپنے رب کی طرف سے اس دنیا میں ہدایت بھی مل گئی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو میدان محشر میں نجات پائیں گے جب ہمارے اور آپ کے سب کے دل کی تمنّا ہے ہدایت پانا اور نجات پانا تو ہم میں سے ہر آدمی کو پوری توجہ کے ساتھ بھرپور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کی ان آیتوں کو پڑھنا اور سمجھنا چاہیے جن میں ان لوگوں کی صفتیں بیان کی گئی ہیں جو نجات پانے والے ہیں اور جو ہدایت پانے والے ہیں میں آپ کے سامنے ان آیتوں کا بھی تذکرہ روزانہ کرتا ہوں ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جو شک اور شبہ سے بالاتر ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اس کتاب کی ہدایت کا پورا پورا فائدہ صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے وہ متقی اور پرہیزگار جن میں چھ شرطیں پائی جائیں گی چھ باتیں پائی جائیں گی چھ صفتیں پائی جائیں گی پہلی صفت ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ پہلی صفت ہے کہ یہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہوں گے دوسری صفت ہے وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز ادا کرتے ہوں گے تیسری صفت ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ان کو خدا جو بھی روزی دے گا اس میں سے راہ خدا میں خرچ کریں گے مال دے گا اس میں سے راہ خدا میں خرچ کریں گے عزت دے گا

اسے راہ خدا میں خرچ کریں گے طاقت دے گا اسے راہ خدا میں خرچ کریں گے اثرات دے گا اسے راہ خدا میں خرچ کریں گے اس کے بعد چوتھی صفت ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اے پیغمبرؐ یہ ان ساری چیزوں پر ایمان لائیں گے جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور ان چیزوں پر بھی ایمان لائیں گے جو آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہو چکی ہیں وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ اور یہ ہدایت پانے والے اور نجات پانے والے ان کی آخری اور چھٹی صفت یہ ہوگی کہ وہ آخرت پر پورا پورا اور پکا پکا یقین رکھتے ہوں گے۔ میں روزانہ اپنی تقریر کی ابتدا میں آپ کو ان ساری آیتوں کا ترجمہ اسی لئے سناتا ہوں کہ جس کو ہدایت چاہیے جس کو نجات چاہئے اس کو اپنے اندر یہ چھ صفتیں پیدا کرنا ضروری ہے میرا بیان ابھی تک آپ کے سامنے پہلی صفت کی تفصیل میں ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وہ متقی جو قرآن کی ہدایت سے فائدہ اٹھائیں گے وہ متقی جو نجات پائیں گے وہ متقی جو ہدایت یافتہ ہوں گے ان کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لائیں گے میری پچھلی تقریریں آپ کے سامنے ہیں جن میں میں نے بار بار آپ کے سامنے کہا ہے کہ اس دنیا میں انسانوں کو پانچ طاقتیں دی گئی ہیں جن کے ذریعہ ہم چیزوں کو معلوم کرتے ہیں دیکھنے کی طاقت سننے کی طاقت سونگھنے کی طاقت چکھنے کی طاقت چھونے کی طاقت ان چیزوں سے ان پانچ طاقتو

سے جو چیزیں معلوم کی جاتی ہیں ان کو محسوسات کہا جاتا ہے ان پانچ طاقتوں کے علاوہ ایک چھٹی طاقت ہے جس کا نام عقل ہے عقل کے ذریعہ جو معلوم ہوتا ہے اس کا نام غیب ہے وہ معقول کہلاتا ہے میں آج آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلی تقریروں کی تفصیل میں آپ کے ذہن میں یہ بات موجود ہوگی کہ جو سوائے عقل کے کسی ذریعہ سے معلوم نہ ہوسکے اس کا نام غیب ہے جو عقل کے بغیر معلوم ہوسکے وہ محسوس ہے وہ ظاہر ہے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آج اپنے محترم مجمع کی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ متقی وہ متقی جو نجات پائے گا وہ متقی جو ہدایت پائے گا اس کی پہلی شرط شرط اولین ہے غیب پر ایمان لانا اور غیب اس چیز کا نام ہے جو عقل سے معلوم ہوسکے عقل کے علاوہ دوسرے حواس خمسہ سے نہ معلوم ہوسکے تو میں یہ چاہوں گا کہ میرا محترم مجمع یہ بھی تو سمجھ لے کہ عقل کسے کہتے ہیں اس لئے کہ اس دنیا میں جہاں ہر چیز پر لڑائی جاری ہے وہاں اس پر بھی لڑائی جاری ہے کہ عقل کسے کہتے ہیں اگر عقل ہی کے معنی طے نہ ہوئے تو ساری بے عقلیاں عقل بن جائیں گی اور ساری عقل کی باتیں بے عقلیاں بن جائیں گی میں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں اصول کافی میں جو ایک حدیث ہے اور جہاں سے اصول کافی شروع ہوتی ہے وہ اسی حدیث سے شروع ہوتی ہے میں اس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے مجمع کو یہ بات یاد رہے کہ عقل کسے کہتے ہیں

اور اس کو میں اس لئے سنانا چاہتا ہوں کہ آئندہ ہم اس حدیث کی روشنی میں یہ سمجھتے رہیں کہ ہم جو باتیں کر رہے ہیں یہ عقل کے مطابق کر رہے ہیں یا عقل کے خلاف کر رہے ہیں ایک مرتبہ صلواۃ بھیجیں تاکہ میں حدیث سناؤں۔

بے حد توجہ چاہتا ہوں زندگی بھر آپ کو یہ حدیث کارآمد رہیگی اور کام دیتی رہے گی اگر آپ اس کو توجہ کے ساتھ سن لیں پروردگار عالم نے فرمایا کہ ہم نے عقل کو آواز دی کیا آواز دی؟ عقل سے کہا کہ آگے آ عقل آگے آگئی اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے کہا عقل سے پیچھے جا عقل پیچھے چلی گئی میں چاہوں گا کہ آگے بڑھنے سے پہلے ایک مرتبہ آپ پھر یاد کرلیں کہ اللہ نے عقل کی تعریف یہ بیان کی کہ اس نے عقل سے کہا کہ آگے آ وہ آگے آگئی، آگے آجانے والی عقل سے کہا پیچھے جا وہ پیچھے چلی گئی، اسی کے بعد اسی حدیث کا دوسرا جزیہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ اس کے بعد ہم نے جہل سے کہا جہالت سے کہا آگے آ جب اللہ نے کہا آگے آ جہالت آگے آگئی جہل آگے آگیا اس کے بعد خدا کہتا ہے کہ میں نے جہالت سے کہا پیچھے جا اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اصول کافی جو ہمارے مذہب کی بنیادی کتابوں میں اولین کتاب ہے بہترین کتاب ہے اعلیٰ کتاب ہے اس میں سب سے پہلی حدیث یہی ہے جو میں آپ کو سنا رہا ہوں میں نے کیوں سنایا ہے اس لئے سنایا ہے کہ عقلمند اگر عقل ہی کے

معنی نہیں جانیں گے تو ساری بے عقلیاں عقل بن جائیں گی اور ساری عقل بے عقلی بن جائے گی تو پروردگار عالم نے کیا بتایا؟ یہ بتایا کہ جو اَڑ جائے وہ جہالت ہے اور جو ہر حکم کے سامنے جھک جائے وہ عقل ہے (صلواۃ)

میں ذرا دیر آپ کے سامنے اس کی تھوڑی تفصیلیں پیش کرنا چاہوں گا تاکہ زندگی کے ہر مرحلہ اور موقع پر ہم کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ ہم عقل کے راستہ پر جا رہے ہیں یا جہالت کے راستہ پر جا رہے ہیں خلاصہ کیا نکلا خلاصہ یہ نکلا کہ ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانے کا نام عقل ہے اور کسی حکم خدا کو ماننا اور کسی حکم خدا کے سامنے اَڑ جانا یہ جہالت ہے یہ عقل نہیں ہے تھیوری آپ نے سن لی ہے اب اسے آپ تاریخ میں پریکٹیکل طور پر سنیں اللہ نے آسمانوں میں رہنے والی مخلوقات کے درمیان۔ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ ہزاروں مرتبہ کا سنا ہوا واقعہ ہے اللہ نے آسمانوں میں رہنے والی مخلوقات کے درمیان اعلان کیا کہ میں ایک ایسی ہستی پیدا کرنے والا ہوں جس کو میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں پروردگار عالم نے کہا میں ایک ہستی پیدا کرنے والا ہوں جسے اپنا جانشین زمین میں بنانے والا ہوں تو ملائکہ نے کہا پالنے والے کیا تو ایسے کو بنا دے گا جو زمین پر جا کے خون بہائے گا اور فساد کرے گا ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری تقدیس کرتے ہیں تیری عبادت کرتے ہیں تو اللہ نے ان کے سوال کا

معنی نہیں جانیں گے تو ساری بے عقلیاں عقل بن جائیں گی اور ساری عقل بے عقلی بن جائے گی تو پروردگار عالم نے کیا بتایا؟ یہ بتایا کہ جو اَڑ جائے وہ جہالت ہے اور جو ہر حکم کے سامنے جھک جائے وہ عقل ہے (صلواۃ)

میں ذرا دیر آپ کے سامنے اس کی تھوڑی تفصیلیں پیش کرنا چاہوں گا تا کہ زندگی کے ہر مرحلہ اور موقع پر ہم کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ ہم عقل کے راستہ پر جا رہے ہیں یا جہالت کے راستہ پر جا رہے ہیں خلاصہ کیا نکلا خلاصہ یہ نکلا کہ ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانے کا نام عقل ہے اور کسی حکم خدا کو ماننا اور کسی حکم خدا کے سامنے اَڑ جانا یہ جہالت ہے یہ عقل نہیں ہے تھیوری آپ نے سن لی ہے اب اسے آپ تاریخ میں پریکٹیکل طور پر سنیں اللہ نے آسمانوں میں رہنے والی مخلوقات کے درمیان۔ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ ہزاروں مرتبہ کا سنا ہوا واقعہ ہے اللہ نے آسمانوں میں رہنے والی مخلوقات کے درمیان اعلان کیا کہ میں ایک ایسی ہستی پیدا کرنے والا ہوں جس کو میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں پروردگار عالم نے کہا میں ایک ہستی پیدا کرنے والا ہوں جسے اپنا جانشین زمین میں بنانے والا ہوں تو ملائکہ نے کہا پالنے والے کیا تو ایسے کو بنا دے گا جو زمین پر جا کے خون بہائے گا اور فساد کرے گا ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری تقدیس کرتے ہیں تیری عبادت کرتے ہیں تو اللہ نے ان کے سوال کا

جواب نہیں دیا بلکہ ان سے کہا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے کیا معنی ہوئے اس کے؟ کہ تم ہم سے بحث اس وقت کر سکتے ہو جب تمھارا علم بھی اتنا ہی ہو جتنا علم ہمارا ہے تم ہمارے کام کے بارے میں پوچھ گچھ اور سوال تبھی کر سکتے ہو جب تمھارا علم بھی اتنا ہی ہو جتنا علم ہمارا ہے لیکن جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے لہٰذا تمھارا کام ہے کہ ہم جو کہیں اسے مانو اور ہمارا کام ہے کہ جو مناسب ہو وہ کہتے جائیں تو آج تک قرآن مجید میں آپ کو یہ تذکرہ ملے گا کہ ملائکہ بالکل خاموش ہو گئے کیوں خاموش ہو گئے ان کے پاس عقل تھی ان کے پاس جہالت نہیں تھی میں نے اس واقعہ سے بات شروع کی ہے اور اس منزل تک پہنچانا چاہتا ہوں جہاں عقل اور جہالت دونوں آپ کے سامنے آجائیں گی ابھی تو اعلان کی بات تھی وقت وہ آیا کہ جب جناب آدمؑ پیدا ہو گئے اور جب جناب آدمؑ پیدا ہو گئے ان کا پتلہ تیار ہو گیا اور پروردگار عالم نے یہ کہا کہ دیکھو جب میں آدمؑ کے پیکر میں اپنی روح کا ایک جزء ڈالوں اس روح کا ایک جزء ڈالوں جس کو میں نے اپنی طرف منسوب کر رکھا ہے تو سارے آسمان کے رہنے والوں سے خدا نے کہا تم آدمؑ کے سامنے سجدہ میں جھک جانا پورا قرآن گواہ ہے یہ تذکرہ متعدد جگہ ہے حدیثیں گواہ ہیں تاریخ گواہ ہے اور مجلسوں کا سننے والا بچہ بچہ جانتا ہے کہ جب جناب آدمؑ کے سجدہ کا حکم آیا تو وہ ملک جس نے خدا کو ہمیشہ سجدہ کیا تھا اس نے آدمؑ

کو سجدہ کیا لیکن وہ شیطان جس نے لاکھوں کروروں بے شمار سجدے خدا کے کئے تھے اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں اس کے سامنے سجدہ کے لئے جھک جاؤں جو مٹی سے بنا ہے جس مٹی کی صفت ہے جہاں رکھو نیچے جائے میں اس آگ سے بنا ہوں جہاں جلاؤ وہ بلندی کی طرف جائے تو پہچانئے ملک نے حکم خدا کے سامنے جھک کے بتایا اپنے سامنے سجدہ کے لئے کہے گا تب بھی جھکیں گے آدمؑ کے سامنے جھکنے کے لئے کہے گا تب بھی جھکیں گے اس لئے کہ عقل کی صفت کیا ہے کہا جائے کہ آگے آؤ تو آگے آجائے کہا جائے کہ پیچھے جاؤ تو پیچھے چلی جائے جو نہ اڑے وہ عقل ہے جو اڑ جائے وہ جہالت ہے جو اڑ گیا اس کا نام شیطان ہے جو نہیں اڑا اس کا نام ملک ہے (صلواۃ)

ملک جو جناب آدمؑ کے سامنے جھک گیا ملک جناب آدمؑ کے سامنے سجدہ کے لئے اس لئے جھک گیا کہ اس نے عقل حاصل کی تھی اور جہالت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی میں دو لفظوں کو چاہتا ہوں کہ آج کی اپنی تقریر میں اپنے محترم سامعین کے ذہن میں جگہ دلا دوں کہ ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانے کا نام عقل ہے اور کسی حکم کا ماننا اور کسی حکم کے مقابلہ میں اڑ جانے کا نام جہالت ہے عقل نہیں ہے کچھ لوگ جو دیر میں آئے ہیں ان کو خیال ہو سکتا ہے یہ بیچ میں عقل کا تذکرہ کہاں سے آگیا ہے تو آپ جانتے ہیں میرا سلسلۂ بیان

یہ ہے کہ میں ان افـــــراد کا تذکرہ کرتا ہوں جو ہدایت یافتہ ہیں جو نجات یافتہ ہیں جن کے لئے خدا نے چھ شرطیں بیان کیں ہیں جن کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متقی ہوں گے ۔ جو غیب پر ایمان لائیں گے اور غیب کون ہے غیب وہ ہے جو عقل سے معلوم ہو سکے حواس خمسہ ظاہرہ سے نہ معلوم ہو سکے تو معلوم ہوا نجات یافتہ ہونے کے لئے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے متقی ہونے کے لئے لازم ہے غیب پر ایمان لانا اور غیب وہ ہے جو عقل سے معلوم ہو سکے تو غیب پر ایمان لانے والا کوئی غیب پر ایمان لانے والا نہیں بن سکے گا جب تک عقل کے معنی نہ سمجھ لے گا اس لئے میں نے عقل کے معنی سمجھانا چاہے ہیں عقل کے معنی کیا ہیں ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانا یہ عقل ہے اور کسی بھی حکم خدا کے سامنے آڑ جانا یہ جہالت ہے اب دو لفظیں اور آگے بڑھا لیجئے جو ہر حکم خدا کے سامنے جھک جائے وہ ملک ہے جو حکم خدا کے سامنے آڑ جائے وہ شیطان ہے (صلواۃ)

اب اسی عقل وجہل کی تاریخ کو آپ واقعات کی روشنی میں پڑھتے چلے جائیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا عقل والے کون ہیں جہالت والے کون ہیں اور یہ بات میں کیوں کہتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ جو عقل والے ہوں گے وہی غیب پر ایمان لانے والے ہوں گے جو جہالت والے ہوں گے وہ غیب پر ایمان لانے والے نہیں ہوں گے اس لئے کہ غیب نام ہی اس کا ہے جو عقل سے معلوم ہو سکے تو جس کے پاس عقل

نہیں ہوگی وہ غیب کو جانے گا کیسے؟ وہ غیب پر ایمان لائے گا کیسے؟ تسلسلِ کلام آپ کے سامنے رہے تو میں عقل و جہالت کے معنی کو ذہنوں میں اور زیادہ مضبوط کرنے کے لئے چند واقعات آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں انبیاء ماسبق کی حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی جو باتیں گزری ہیں اور خود حضورؐ کے زمانہ کے جو واقعات ہیں اور حضورؐ کے بعد کے جو واقعات ہیں ان میں پورے اطمینان کے ساتھ آپ کو تفصیل مل جائے گی کہ عقل کہاں کہاں ہے جہالت کہاں کہاں ہے تعریف یاد رکھئے گا ہر حکم خدا کے سامنے جھکنے کا نام ہے عقل اور کسی جگہ بھی حکم خدا کے مقابلہ میں اڑ جانے کا نام ہے جہالت، تسلسل کلام کے لئے مجھے پھر دہرا لینے دیجئے کہ جس کے پاس عقل نہیں ہوگی وہ غیب کو جان نہیں سکے گا اور جو غیب کو جان نہیں سکے گا وہ غیب پر ایمان لا نہیں سکے گا اور جو غیب پر ایمان نہیں لا سکے گا وہ پہلی شرط نہیں پوری کر سکے گا تو نہ وہ ہدایت یافتہ بن سکے گا نہ وہ نجات یافتہ بن سکے گا میں سمجھتا ہوں اتنی مرتبہ دہرا لینے کے بعد اب مجھے بیان میں آگے چل کے دہرانا نہیں پڑے گا اب میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پوری تاریخ آپ پڑھتے جائیں گے عقل والے الگ نظر آئیں گے جہالت والے الگ نظر آئیں گے جو جہالت والے ہوں گے وہ غیب پر ایمان رکھنے والے نہیں ہوں گے اور جو عقل والے ہوں گے وہ غیب پر ایمان رکھنے والے ہوں گے میں انبیاء ماسبق کے تذکروں کو چھوڑ کر

حضور سرورِ کائناتؐ کی زندگی کا ایک اہم ترین موقع یاد دلانا چاہتا ہوں
کون سا موقع جب آپ مکہ کے قریب پہنچ کر حج کئے بغیر پلٹ رہے تھے
صورت حال کیا تھی واقعہ کہاں سے شروع ہوا تھا جو جانتے ہیں وہ جانتے ہیں لیکن
ایک ذاکر کی بڑی مجبوری ہو جاتی ہے کہ ہمارے سامنے دو طرح کے
لوگ ہوتے ہیں کچھ واقعات سے باخبر ہوتے ہیں کچھ واقعات سے بے خبر
ہوتے ہیں تو بے خبر کو باخبر بنانا پڑتا ہے اور باخبر کو تھوڑی دیر کے لئے
صبر کے لئے روکے رکھنا پڑتا ہے حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تذکرہ فرمایا کہ پروردگارِ عالم کی طرف
سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ عنقریب مکہ فتح ہونے والا ہے میں واقعہ
کو خلاصہ کے طور پر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اس اعلان کے
بعد آپ نے حج کا ارادہ ظاہر کیا مسلمان ساتھ ہو گئے جب مکہ کے
قریب پہنچے کعبہ پر قبضہ تو دوسروں کا تھا۔ مگر یہیں پہ مجھے ایک لفظ
یاد دلانا ہے کعبہ پر قبضہ دوسروں کا ہے لیکن جو تاریخ کے پڑھنے والے
ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ ۲ ھ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم
نازل ہوا تھا کہ اب بیت المقدس کے بجائے مسلمان خانۂ کعبہ کی طرف
رخ کر کے نماز پڑھیں تو ۲ ھ سے لے کے مکہ کے فتح ہونے تک
خانۂ کعبہ میں بت رکھے رہے ہیں خانۂ کعبہ پر کافروں کا قبضہ رہا ہے اور
یہ مسلمانوں کا قبلہ بھی رہا ہے کیوں اس لئے قبلہ نہیں رہا ہے کہ اس پر
کافروں کا قبضہ ہے اس لئے قبلہ نہیں رہا ہے کہ اس میں بت رکھے ہیں

اب اس لئے قبلہ ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے معلوم ہوا بتوں کے بیٹھ جانے سے خانۂ کعبہ کی حیثیت میں فرق نہیں آتا غیروں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد بھی بیت اللہ بیت اللہ ہی رہتا ہے کعبہ کعبہ ہی رہتا ہے یہ میں نے اس لئے بھی آپ کو سنانا چاہا ہے کہ کبھی کبھی ہمارے نوجوانوں کو مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم الشان فضیلت میں بھی شبہ پیدا کرایا جاتا ہے کون سی بڑی بات ہے کہ علیؑ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوگئے کیا کوئی بڑی بات نہیں ہے علیؑ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوگئے تو اگر کوئی بڑی بات نہیں ہے تو اس کا تذکرہ کرکے آپ گھٹانا کیوں چاہتے ہیں اگر بڑی بات نہیں ہے تو آپ بھی نوٹس نہ لیجئے لیکن آپ کا نوٹس لینا یہ بتاتا ہے کہ ہے بڑی بات مگر اس بڑی بات کو ہم حاصل کر چکے ہیں آپ حاصل نہیں کر سکے لہٰذا آپ اسے گھٹانا چاہتے ہیں تو ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں شبہات ڈالے جاتے ہیں علیؑ جب پیدا ہوئے تھے تو خانۂ کعبہ کہاں تھا اللہ کا گھر کہاں تھا اس میں تو بت ہی بت رکھے ہوئے تھے تو علیؑ تو بت کدہ میں پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں نہیں پیدا ہوئے تھے لہٰذا فضیلت نہیں رہی اللہ نے اسی لئے شاید یہ طے کیا کہ بت رہیں تبھی خانۂ کعبہ قبلہ بن جائے تاکہ یہ طے ہو جائے کہ تم بت کدہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہو یا خانۂ کعبہ کی طرف (صلواۃ)

ہاں عزیزان گرامی پیغمبرؐ جب خانۂ کعبہ کے قریب پہنچے تو

خانۂ کعبہ پر قبضہ دوسروں کا تھا ادھر سے لڑائی کی تیاری ہوگئی پیغمبرؐ نے کہا ہم لڑنا نہیں چاہتے حج کرنا چاہتے ہیں آخر میں صلح ہوئی ہیں اگر واقعہ کی تفصیل سناؤں جو اگلی باتیں سنانا چاہتا ہوں ان کیلئے وقت نہیں بچے گا لہٰذا مختصر سناتا ہوں صلح پر آمادگی ہوگئی دشمن بھی صلح پر تیار ہوگیا حضورؐ بھی صلح پر تیار ہوگئے اب ذرا پہچانیے مدینہ سے جو یہ سمجھ کے چلے تھے کہ کعبہ فتح مکہ فتح، ہم سب پلٹیں گے جب ہمارا قبضہ خانۂ کعبہ پہ ہو چکا ہوگا ہم حج کر چکے ہوں گے دشمنوں کو باہر کر چکے ہوں گے۔ ان کو حج کئے بغیر جب حدیبیہ کے موقع پر صلح کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو ان کے دل و دماغ میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے اور بے چینی کہاں تک پیدا ہوئی بے چینی یہاں تک پیدا ہوئی واقعات آپ جانتے ہیں میں اس میں سے صرف ضروری ترین حصے کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ حضور سرورکائنات نے کہا ہم صلح پر تیار ہیں صلح کے شرائط طے ہوئے ان شرطوں میں سے ایک شرط ایسی تھی کہ جس کا ماننا صرف نبی ہی کا کام تھا نبی کے علاوہ کوئی ماننے پر تیار نہ ہوتا سب شرطیں تھیں ان ساری شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی مسلمان کافروں نے کہا مکہ کے دشمنوں نے کہا کہ کوئی مسلمان اگر ہماری قید میں آجائے گا تو نبیؐ کو اور مسلمانوں کو اس قیدی کے مانگنے کا حق نہیں ہوگا اور اگر ہمارے مذہب کا کوئی مسلمانوں کی قید میں چلا جائے گا تو ہمیں مانگنے کا حق ہوگا نبیؐ اور مسلمانوں کو ہمارا آدمی واپس

کر دینا ہوگا نبیؐ نے کہا مجھے یہ شرط بھی منظور ہے جب نبیؐ نے کہا مجھے یہ شرط بھی منظور ہے صلح حدیبیہ سنانا میرا مقصد نہیں میرا موضوع صلح حدیبیہ کی تاریخ سنانا نہیں ہے میرا موضوع عقل و جہل کو تاریخ کے ذریعہ اپنے مجمع کے دماغوں میں راسخ کرنا ہے تو مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہونے لگا کیوں پیدا ہونے لگا وہ سمجھے تھے ہم مکہ فتح کرنے جارہے ہیں یہاں صلح ہونے لگی اور صلح بھی ایسی ہو رہی ہے جس میں بظاہر شرطیں وہ ہیں جس میں دشمن اونچا دکھائی دے رہا ہے اور نبیؐ دبی ہوئی شرطوں پر صلح کر رہے ہیں تو اب تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بہت سے لوگ سوچنے لگے کہ ہم حق پر ہیں کہ نہیں ہیں اور کچھ لوگوں نے خالی سوچا نہیں بلکہ کچھ لوگوں نے نبیؐ سے کہا بھی یہ بتائیے آپ اللہ کے رسول ہیں یا نہیں اور ہم حق پر ہیں یا نہیں پیغمبرؐ نے کہا میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور ہم حق پر بھی ہیں، کہا پھر اب دبی ہوئی شرطوں پر کیوں صلح کر رہے ہیں؟ بس یاد رکھئے گا میں نے یہ واقعہ کیوں یاد دلایا ہے یہ واقعہ تاریخ کا واقعہ ہے گزرا ہوا واقعہ ہے پرانا واقعہ ہے آج کا نیا واقعہ تو نہیں ہے میں فقط آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں جنھوں نے نبیؐ کی صلح پر اعتراض کیا تھا آپ ان کو اچھا مانتے ہیں یا جن لوگوں نے نبیؐ کی صلح کو مان لیا تھا آپ ان کو اچھا مانتے ہیں ہم میں سے ہر آدمی کہتا ہے وہ اچھے نہیں تھے جنھوں نے نبیؐ کی صلح پر اعتراض کیا اچھے وہ تھے جنھوں نے نبیؐ کی صلح کی

حمایت کی تھی۔ کیوں کہتے ہیں آپ سیدھی سیدھی سی بات یہ ہے کہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ خدا کہے آگے آؤ تو آگے آئے اور خدا کہے پیچھے جاؤ تو پیچھے جائے نبیؐ کو نبیؐ ماننے کا مطلب ہے کہ وہ کہے فتح کرنے چلو فتح کرنے چلے اور اگر کہے صلح کر کے واپس چلو تو واپس چلے بس جو نہیں اَڑے وہ عقل والا ہے جو اَڑ جائے وہ جہالت والا ہے (صلواۃ)

میں اپنے مجمع کی تسکین کے لئے اس شرط کی وضاحت بھی کردینا چاہتا ہوں کہ پیغمبر اس شرط پر کیوں راضی ہوگئے تھے کہ غیروں کا آدمی اگر ہماری قید میں آجائے گا تو ہم چھوڑ دیں گے اور ہمارا مسلمان چلا جائے گا تو کفار مکہ نہیں چھوڑیں گے —— آپ سنیں، بڑی توجہ کے ساتھ سنیں بڑا جذباتی اور ہنگامہ خیز موقع ہے نبی نے یہ شرطیں زبانی قبول کی تھیں ابھی لکھا نہیں گیا تھا ابو جندل مسلمان ہوچکے تھے ان کا خاندان ان کا گھرانہ ان کے باپ وہ سب کافر تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے زنجیروں کو چھڑا کے اپنے کو آزاد کرا کے اس وقت پہنچے جب نبیؐ اس بات پر راضی ہوچکے تھے کہ اپنا قیدی واپس نہیں مانگیں گے بس جیسے ہی ابو جندل پہنچے ویسے ہی وکیل مکہ نے کہا معاہدہ کے مطابق یہ ہمارا قیدی ہے ہم کو واپس ملنا چاہیئے ابو جندل نے کہا حضورؐ بڑی زحمتیں جھیل کے اپنے کو آزاد کرا کے آپ تک پہنچا ہوں اب مجھے آپ دوبارہ ان کی

قید میں واپس نہ کریں پیغمبرؐ نے کہا ابوجندل جاؤ خدا تمھاری مدد کریگا مگر ہم نے جو صلحنامہ منظور کر لیا ہے اس پر ہم عمل کریں گے کسی کسی مسلمان نے نبی کو مشورہ بھی دیا حضور ابھی تو زبانی بات چیت ہوئی ہے لکھا پڑھا نہیں گیا ہے مگر نبی نے کہا تم نے پہچانا نہیں یہ نبوت کی زبان ہے امت کی زبان نہیں ہے، جب ابوجندل واپس جانے لگے تو کنونسنگ تیز ہوگئی لوگوں نے کہنا شروع کیا ہم کس ذلت میں پڑ گئے ہیں نبی کو کیا ہوگیا ہے تو بس پہچانئے جہاں کہیں بھی مزاج میں ضد پیدا ہو جائے حکم خدا کے مقابلہ میں حکم نبی کے مقابلہ میں وہ جہالت ہے وہ عقل نہیں ہے، میں تیسرا موقع اور آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کی شہادت کے بعد چھ مہینہ کی مدت گزر جانے کے بعد امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب صلح فرمائی میں سارے واقعات آپ کے سامنے نہیں پیش کرسکتا ہوں میں تو صرف اپنے موضوع سے متعلق تاریخ کے حصے جمع کر کے آپ کے ذہن میں ایمان بالغیب کی سچی اور حقیقی تصویر پیش کرنا چاہتا ہوں بس آپ میری مدد کریں کہ میں جتنے حصے کو پیش کروں اس پر غور کریں، امامؑ نے صلح کی جب امامؑ نے صلح کی ہے تو تاریخ میں فقرہ ہے فقرہ یہ ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے آکے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ سلام کرنے والا امام حسنؑ کو سلام کر رہا ہے سنانے کے لئے بھی کلیجہ چاہئے سننے کے لئے بھی کلیجہ چاہئے پھر پہچانئے وہ کتنا عظیم الشان

معصوم انسان تھا جس نے اس فقرہ کو سنا ہے اور برداشت کیا ہے
آنے والے نے کہا تم پر سلام اے مومنین کے ذلیل کر دینے والے اس
سلام کا مطلب آپ کیا سمجھے اس سلام کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص
کی نگاہ میں امام حسنؑ نے صلح نہیں فرمائی تھی بلکہ آپ نے معاذ اللہ
معاذ اللہ اس آدمی کے خیال میں صلح کر کے صاحبان ایمان کو اور مومنین
کی جماعت کو ذلیل و رسوا کر دیا تھا۔ پہچانئے عقل کیا ہے اور جہالت
کیا ہے عقل کیا ہے عقل ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانے کا نام ہے
ہر حکم نبی کے سامنے جھک جانے کا نام ہے ہر حکم امامؑ کے سامنے
جھک جانے کا نام ہے اور جہالت کیا ہے جو سمجھ میں آئے وہ مانیں گے
اور جو سمجھ میں نہیں آئے گا وہ نہیں مانیں گے تو جب امام حسنؑ کو
امام مانا اور انھوں نے صلح کی تو ان کو ویسا ہی ماننا چاہئے تھا جیسے
ان کے کسی اور حکم کو مانا تھا لیکن جب کہنے والے نے کہا آپ پر سلام
ہو اے مومنین کے ذلیل کر دینے والے تو آپ ناراض نہیں ہوئے
امامت کا کلیجہ دیکھئے امامت کا کلیجہ دیکھئے کہا بھائی بیٹھ جاؤ میں کہتا ہوں اسلئے
ہوں ہم میں سے ہے کوئی ہمت والا جو اپنے تکلیف وہ الفاظ سننے کے بعد
غصہ سے بے قابو نہ ہو جائے مگر یاد رکھئے گا جو غصہ میں بے قابو ہو سکتا
ہے وہ ساری کائنات کو قابو میں آنے کا سبق کیسے دے سکتا ہے
اس نے کہا اے مومنین کے ذلیل کر دینے والے تم پر ہمارا سلام ہو
آپ نے کہا بھائی بیٹھ جاؤ ایسے موقع پر "بھائی" کہنا ہی بڑا کلیجہ ہے

بیٹھ جاؤ اور اس کے بعد آپ نے سمجھایا کہ دیکھو دو صورتیں تھیں ایک صورت یہ تھی کہ میں جنگ کو جاری رکھتا یہاں تک کہ جنگ کے نتیجہ میں میں بھی شہید ہوتا حسینؑ بھی شہید ہوتے بنی ہاشم بھی شہید ہو جاتے میرے سارے اہلبیتؑ شہید ہوتے سارے علیؑ کے شیعہ شہید ہو جاتے اور آخر میں دشمن کے لئے بغیر مقابلہ کے میدان باقی رہ جاتا لیکن میں نے اس کے مقابلہ میں صلح کر کے اپنے کو بھی بچایا ہے حسینؑ کو بھی بچایا ہے ایمان کی تاریخ کو بھی بچایا ہے بس پہچانو امامؑ نے پہچنوایا صورت حال یہ تھی کہ صلح نہ کرنا خودکشی تھی اور صلح کرنا وقت کا تقاضہ تھا ایمان کے مستقبل کو بچانے کے لئے وہ آدمی اٹھا ہے اور سمجھ کے اٹھا ہے میں آپ کے سامنے کہہ سکتا ہوں کہ حسنؑ حسنؑ نہیں ہیں مولائے کائنات علی بن ابیطالبؑ کے بیٹے ہیں کیوں میں نے یہ لفظ کہا اسے پہچانئے خندق کے میدان میں جب عمرو بن عبدود کے مقابلہ پر مولائے کائناتؑ جارہے تھے تو آج تک تاریخ گونج رہی ہے نبیؐ کے اس فقرہ سے کہ بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ یہ کلِ ایمان ہے جو کلِ کفر کے مقابلہ پر جارہا ہے خندق کے میدان میں نبیؐ کی زبان سے جس نے کلِ ایمان کا لقب حاصل کیا تھا اسی علیؑ کو اسی علیؑ کے لشکر کے ایک حصّہ نے جنگ صفین کے بعد خارجی بن کر یہ کہنا شروع کیا معاذ اللہ معاذ اللہ علیؑ کافر ہو گئے ہیں ذرا پہچانئے کلِ ایمان کو حقیر انسان کافر کہہ رہے ہیں اور علیؑ ناراض نہیں ہوتے ہیں میں آپ کو سناؤں گا یہ کافر کہنے والے

خارجی نہروانی تھے جنھوں نے نہروان کی جنگ لڑی ہے لیکن جنگ کی تاریخ آپ کو یہ بتائے گی کہ مولا میدان جہاد میں آتے ہیں اور آکے یہ کہتے ہیں تم کل ہمارے بھائی تھے اب بھی ہم تم کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں جب تک ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار نہیں چلتی ہے، تم بتاؤ تم مجھ سے کیوں ناراض ہو تم مجھ پر کیا الزام لگاتے ہو اور وہ اپنی دلیلیں دیتے جاتے ہیں مولا ان کو سمجھاتے جاتے ہیں اور ادھر سے لوگ ٹوٹ ٹوٹ کے علیؑ کی طرف آتے جاتے ہیں ہزاروں ہزار توبہ کرکے علیؑ کی طرف آگئے اور بقیہ جو بچے تھے چار ہزار تھے وہ علیؑ کی تلوار سے قتل ہو گئے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ امام حسنؑ نہیں سمجھا رہے ہیں یہ علیؑ کا بیٹا ہے جو علیؑ کی تاریخ دوبارہ دہرا رہا ہے۔ میں نے یہ تذکرے کیوں پیش کئے ہیں یہ میں نے تذکرے اس لئے پیش کئے ہیں کہ ابھی تک کے تذکرے غیروں کے تذکرے ہیں شیطان کا ذکر ہے ملائکہ کا ذکر ہے ابھی تک کے تذکرے غیروں کے تذکرے ہیں حضورؐ کی صلح پر اعتراض کرنے والے اور حضورؐ کی صلح کو ماننے والوں کے تذکرے ہیں امام حسنؑ کی صلح پر اعتراض کرنے والے اور امام حسنؑ کی صلح کو ماننے والوں کے تذکرے ہیں لیکن سوال کیا ہے میں نے بات وہیں سے شروع کی ہے میں ایک مرتبہ پھر سلسلۂ کلام یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میں روزان آیتوں کی تلاوت کرتا ہوں جن میں خدا نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو کل نجات

پائیں گے آج ہدایت یافتہ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں کل نجات پائیں گے ان کی پہلی شرط ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یہ لوگ جو کل نجات پائیں گے آج ہدایت یافتہ ہیں ان کی پہلی شرط ہے کہ یہ غیب پر ایمان لاتے ہیں میں نے پچھلی تقریروں میں آپ کو یہ بات سنائی اور سمجھائی ہے کہ غیب اس چیز کا نام ہے جو صرف عقل سے معلوم ہو سکے جو عقل کے علاوہ معلوم ہو سکے وہ غیب نہیں ہے وہ ظاہر ہے جو صرف عقل سے معلوم ہو سکے وہ غیب ہے خدا غیب مطلق ہے ہمیشہ سے غائب ہے اور ہمیشہ غائب رہے گا نبیؐ ظاہر ہیں مگر نبوت غائب ہے امامؑ ظاہر ہیں مگر امامت غائب ہے قیامت کل سامنے آجائے گی لیکن یہ عقیدہ آج رکھنا کہ کل ہم زندہ کئے جائیں گے یہ غیب ہی کا عقیدہ ہے یہ غائبانہ عقیدہ ہے۔

تو میں آپ کے سامنے ان ساری تفصیلوں کو اپنی تقریر کے ماحصل تک لانے کے لئے اس منزل تک لانا چاہتا ہوں کہ ہم کو اگر نجات یافتہ ہونا ہے ہم کو ہدایت یافتہ ہونا ہے تو ہم کو غیب پر ایمان لانا ہوگا اور غیب پر ایمان لانے کا ذریعہ عقل ہے اور عقل کے معنی ہیں حکم خدا کے سامنے بے جھجک جھک جانا، اَڑ گئے بڑی بات، جھکتے ہوئے اگر جھجک گئے تو یہ جھجک بتاتی ہے کہ جہاں تک جھجک ہے وہاں تک جہالت ہے عقل نہیں ہے اور جہاں تک عقل نہیں ہے وہاں تک ایمان بالغیب نہیں ہے۔

اگر آپ نے میری اس پوری محنت کے ماحصل کو سوارت کرنے کی نیت کی ہے تو اب میں مؤدبانہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہی ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں کہ ہم نجات کے راستہ پر چل رہے ہیں یا نہیں، ہم ہدایت کے راستہ پر چل رہے ہیں یا نہیں، ہم ایمان بالغیب کے راستہ پر چل رہے ہیں یا نہیں، تو ہم کو اپنا حساب خود کرنا ہوگا کہ ہم عقل رکھتے ہیں یا نہیں یا جہالت کے راستہ پر ہیں اور پیمانہ ایک طے ہوگیا ہے ہر حکم خدا کے سامنے اگر جھک جائیں اگر ہر حکم خدا کے سامنے جھک جائیں تو اس کے معنی ہیں کہ ہم عقل رکھتے ہیں ہم غیب پر ایمان لائے ہیں اور اگر ہم خدا کے سامنے نہ جھکیں تو پھر ہم جہالت والے ہیں اور جہالت والا ایمان بالغیب نہیں رکھ سکتا ہے۔

بس اب آپ نے اگر میری منزل پہچان لی ہے بیان کی، تو میں تفصیل میں اب آنا چاہتا ہوں کہ عزیزان گرامی آج ہمارا معاشرہ ہم اثنا عشریوں کا معاشرہ جو سب کا سب ایمان بالغیب رکھتا ہے دین کی تعلیم حاصل نہ کرنے کی بنا پر دین کے مسائل نہ جاننے کی بنا پر غیر مسلم ماحول میں پرورش پانے کے نتیجہ میں ہماری صورت حال یہ پیدا ہوگئی ہے کہ ہم احکامِ خدا ماننے کے بجائے احکام خدا پر بحث کرنے لگے ہیں احکامِ خدا کو ماننے کے بجائے احکام خدا کے خلاف دلائل پیش کرنے لگے ہیں۔

میری محنت آپ کے سامنے ہے میں صرف یہی گزارش کرنا

چاہتا ہوں ہم نجات یافتہ نہیں بن سکتے ہم ہدایت یافتہ نہیں بن سکتے جب تک ہم غیب پر ایمان نہیں لائیں گے اور غیب پر وہ ایمان نہیں لاسکتا ہے جس کے پاس عقل نہیں ہے اور عقل کا ایک ہی معیار ہے ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانا کہیں پر اگر آڑے کہیں پہ اگر جھکے کہیں پر اگر رکے تو جہالت پیدا ہوگئی جہالت پیدا ہوگی تو ایمان بالغیب ختم ہو جائے گا۔

بس میں اس کے بعد آپ کے سامنے تفاصیل پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں بلکہ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سماج میں یہ جو مزاج پیدا ہو گیا ہے، کچھ کا خیال ہے نماز تو پڑھنا ہی چاہئے آپ کہیں گے کیا بری بات ہے، نہیں بری بات ہے آپ مجھ سے پوچھئے میں بتاؤں گا۔

نماز تو پڑھنا ہی چاہئے بھائی سیدھی سیدھی بات تھی نماز پڑھنا چاہئے نہیں اس کے بجائے کہا ہے نماز تو پڑھنا"ہی"چاہئے آپ کہیں گے اس میں کون سا گورکھ دھندہ ہے جو سمجھ میں نہیں آرہا ہے، نہیں ہم بتائیں گے ان کا مطلب کیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے مگر نماز تو پڑھنا ہی چاہئے۔

اب آپ اس کا مطلب سمجھے دوسرے نکلے انھوں نے کہا روزہ تو رکھنا ہی چاہئے ان کا مطلب کیا ہے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ رکھنے میں کچھ خرچ نہیں ہوتا ہے۔

ہمارے ایک ہندو دوست ہم کو ملے کہنے لگے آپ لوگ رمضان میں بہت جفاکشی سے کام لیتے ہیں ہم نے کہا وہ کیا، کہنے لگے پورے مہینہ ایک ٹائم کھاتے ہیں میں نے کہا بس آپ اس پر خوش رہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں ورنہ آپ یہ تعریف نہ کرتے، ہم نے تو یہی سنا ہے مسلمان مہینہ بھر روزہ رکھتے ہیں ایک ٹائم کھاتے ہیں دو ٹائم نہیں کھاتے ہیں، ہم نے کہا مسلمان بڑا ہوشیار ہے وہ ایک ہی رات میں تین ٹائم کھا لیتا ہے۔ یعنی سال بھر دو ٹائم کھاتا ہے اور رمضان میں اس نے نیا کنسیشن لے لیا۔

تو عزیزانِ گرامی ہمارے سوچنے کا انداز یہ بن گیا ہے نماز تو پڑھنا ہی چاہئے یعنی روزہ رکھے یا نہ رکھے نماز تو پڑھنا ہی چاہئے۔

دوسرے آئے انھوں نے کہا نہیں نماز تو نماز روزہ بھی رکھنا ہی چاہئے ان کا مطلب کیا ہے روزہ رکھنے میں کچھ خرچ نہیں ہو گا بچ ہی جائے گا البتہ جب ذکر آیا زکوٰۃ نکالنا چاہئے اور خمس نکالنا چاہئے تو وہاں پر ذرا سا تکلف پیدا ہوا بس یاد رکھئے گا احکام مذہب میں جہاں تکلف پیدا ہو جائے وہیں پہچانئے ہم مالک کے راستہ سے ہٹ گئے ہیں، شیطان کے راستہ پر لگ گئے ہیں یا تو ہم یہ طے کر لیں کہ ہمارا علم معاذ اللہ کم سے کم اتنا ہے جتنا خدا کا علم ہے تب تو ہم اس کے احکام کے بارے میں بحث کر سکتے ہیں اور اگر ہم کو معلوم ہے ہماری کوئی حقیقت ہی نہیں ہے تو پھر ہمارے لئے

توخدا کی وہی آواز آئے گی جو ملائکہ کے سامنے آئی تھی اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ میں نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو تم نہیں جانتے ہو میں جانتا ہوں لہٰذا اگر ہم عقل والے ہیں تو ہم کو خاموش رہ کے حکم خدا کے سامنے جھک جانا چاہیئے۔

بس یہ جو ہمارے سماج میں تفریق پیدا ہوگئی کہ ہم ہر آدمی کو تھوڑی تھوڑی چھوٹ دینا چاہتے ہیں ہر آدمی تھوڑی تھوڑی چھوٹ حاصل کرنا چاہتا ہے اسی نے ہمارے سماج کو رفتہ رفتہ دین کی پابندی سے ہٹا دیا ہے میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس صورتِ حال کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اگر مذہب میں تو باتیں واجب ہیں تو پانچ کو میں واجب سمجھتا ہوں چھ کو دوسرا واجب سمجھتا ہے دس دوسرے کے خیال میں واجب ہیں پندرہ کسی اور کے خیال میں واجب ہیں سب چیزیں واجب کسی کے خیال میں نہیں ہیں اسی کا الٹا کہ اگر تو چیزیں حرام اور گناہ ہیں تو پھر ہمارے درمیان شروع ہوگیا وہی لب و لہجہ جھوٹ تو نہیں بولنا چاہئے میں سماج کی زبان بولوں مسجد میں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے'' اس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد سے باہر نکل کے جھوٹ بولنا چاہئے قبلہ کی طرف منھ کئے بیٹھے ہیں لہٰذا جھوٹ نہیں بولیں گے یعنی قبلہ کی طرف سے منھ پھیر لیں تو جھوٹ بولنا جائز ہو جائے گا۔

یاد رکھئے گا جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے جو زبان سے بولا جاتا ہے وہی لینگویج بن جاتی ہے وہی ادب بن جاتا ہے اسی میں نظمیں کہی جاتی ہیں اسی میں تقریریں ہوتی ہیں اسی میں مقالے لکھے جاتے ہیں اسی میں کتابیں لکھی جاتی ہیں تو ادب بتاتا ہے کہ یہ دیندار کا ادب ہے یا بیدین کا ادب ہے، میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں جب کوئی ہمارے سامنے کہتا ہے کہ قبلہ رخ ہیں لہذا سچ بول رہے ہیں سوال یہ ہے کہ ہم قبلہ کی طرف تو منھ کر سکتے ہیں اور پیٹھ کر سکتے ہیں لیکن کیا کبھی ہماری پیٹھ خدا کی طرف بھی ہو سکے گی مسجد میں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے تو میں ایسے سارے لوگوں سے ایک ہی بات کہا کرتا ہوں کہ اگر خدا فقط مسجد کے اندر ہے تو یہیں سچ بولو اور اگر خدا سب جگہ لوگوں کو دیکھ رہا ہے تو سب جگہ سچ بولنا چاہئے ۔ صلواۃ

آپ کے سامنے ابھی غیب کے سلسلہ میں میں نے صرف خدا کے صفات کا تذکرہ اور اس کے وجود کا تذکرہ کیا ہے ابھی مجھے نبوت و امامت پر تذکرہ کرنا باقی ہے اور جب نبوت و امامت کا تذکرہ کرتے کرتے آگے بڑھوں گا تو میرا آخری تذکرہ پہنچے گا امام زمانہ عج تک، تو جہاں تک میرا تذکرہ پہنچے گا اس کی خبریں آج آپ کو سناتا ہوں یہ بتانے کے لئے کہ اگر ہم نجات یافتہ بننا چاہتے ہیں ہم ہدایت یافتہ بننا چاہتے ہیں تو ہم کو سب سے پہلے متقی بننا پڑے گا اور متقی بننے کے لئے ہم کو سب سے پہلے غیب پر ایمان لانا پڑے گا غیب وہ چیز ہے جو عقل

سے معلوم ہو سکے عقل وہ چیز ہے جو ہر حکم خدا کے سامنے سر جھکا دے یہ میرے بیان کا خلاصہ اگر آپ کے سامنے ہے تو اب میں اپنی سوسائٹی اپنے سماج کے اپنے ایک ایک بھائی اور بہن سے ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں ہم کو پورا علم حاصل ہونا چاہئے کہ ہم کو مذہب میں ماننا کیا کیا ہے ہم پر مذہب میں واجب کیا کیا ہے ہمارے لئے مذہب میں حرام کیا کیا ہے جو ماننا ہے اسے پکے عقیدے کے ساتھ ماننا ہے جو واجب ہے اسے ادا کرنا ہے اور جو حرام ہے اس سے اپنے آپ کو بچانا ہے تب ہم متقی بنیں گے تب ہم ایمان بالغیب والے بنیں گے اور اگر ہمارے خیال میں یہ واجب ٹھیک ہے اور یہ واجب ٹھیک نہیں ہے یہ حرام ہونا چاہئے اور وہ حرام نہیں ہونا چاہئے تو یاد رکھئے گا کہ جب وہ تاجدارِ غیبت ظاہر ہوگا کس نے نہیں سنا ہے اس حدیث کو لیکن یہ حدیث ایسی ہے جسے روز سننا چاہئے اور جہاں جہاں ہمارے سونے کے کمرہ ہیں وہاں وہاں لکھ کے لٹکا دینا چاہئے تاکہ سونے سے پہلے بھی ہماری نظر پڑے اور جب ہماری آنکھ کھلے جب بھی نظر پڑے وہ حدیث کیا ہے دل و دماغ کو لرزہ دینے والی حدیث ہے حدیث میں تذکرہ ہے کہ جب حضرتؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ سارے انسان جن کی عمر بیس سال یا اس سے زیادہ ہوگی نئی حدیث آپ کے لئے نہیں ہے آپ نے بارہا اس حدیث کو سنا ہے لیکن یہ ایسی حدیث ہے جسے بار بار سنانے کی ضرورت ہے جتنے انسانوں کی عمر بیس سال یا اس سے زیادہ ہوگی اگر وہ دین کو

نہ جانتے ہوں گے یا دین کی سو فیصدی پابندی نہ کرتے ہوں گے تو حضرت ظہور کے بعد ایسے انسانوں کو قتل کر دیں گے۔

میرے مولاؑ آپ سفارش کریں اپنے لب و لہجہ میں جو سماج کی زبان ہے۔ میرے مولاؑ رہنے دیجئے پانچ باتیں تو مانتا ہے مولاؑ چھوڑ دیجئے دس باتیں تو مانتا ہے مگر مولاؑ نے آنے سے پہلے اعلان کر دیا ہے کہ اگر تم کو میرا سامنا کرنا ہے تم کو میرا اگر انتظار ہے تم میرے آنے کے لئے تیار ہو تو تم اپنے کو پورے طور پر دین کا جانکار بھی بنا لو اور دین کا واقف کار بنانے کے بعد پورا پورا پابند دین بھی بنا لو ورنہ جو دین کے جاننے والے نہیں ہوں گے اور دین کی پابندی کرنے والے نہیں ہوں گے مولاؑ ظہور کے بعد انھیں قتل کر دیں گے۔

میں نے جب پہلی مرتبہ اس حدیث کو پڑھا تھا تو میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ میں مولاؑ سے پوچھوں مولاؑ آپ کے جو دادا تھے جو جد تھے جو آباء کرام تھے وہ تو معاف کر دیا کرتے تھے آپ معاف کرنے کو کیوں نہیں تیار ہیں آپ بھی معاف کر دیں تو شاید میرے مولاؑ کا جواب ہو۔ میں جواب عرض کرتا ہوں کہ شاید میرے مولاؑ کا جواب ہو کہ یاد رکھو زمانے دو ہوتے ہیں ایک زمانہ تعلیم دینے کا ہوتا ہے ایک زمانہ امتحان کے بعد رزلٹ کا ہوتا ہے تو میرا امامؑ کہے گا میرے تیرہ ۱۳ بزرگوں کا زمانہ تعلیم کا زمانہ تھا اور میرا ظہور یہ رزلٹ کا زمانہ ہے اب تعلیم کا زمانہ نہیں ہے۔ جو پاس ہوگا وہ زندہ رہے گا جو فیل ہوگا وہ قتل ہو جائیگا۔

میرے مولاؑ آپ کو شیعہ درکار رہوں گے آپ کو چاہنے والے درکار رہوں گے۔ سنئے! شاید میرا مولاؑ جواب دے جب تک اچھے برے شامل رہے ہیں نہروان کی جنگ ہوئی ہے جب تک اچھے برے شامل رہے ہیں جمل و صفین کی لڑائیاں ہوئی ہیں جب تک اچھے برے شامل رہے ہیں خیبر وخندق کی لڑائیاں ہوئی رہی ہیں لیکن جہاں سب اچھے ہی اچھے تھے وہاں کربلا کی جنگ ہوئی وہ کربلا کی جنگ کہ جس کے بعد کسی میں ہمت نہیں ہوئی کہ وہ بیعت کرنے کا مطالبہ کر سکے تو میں اسی کا وارث بن کر کے زمانہ کی آخری زندگی میں اسی سے لئے آؤں گا، زمانہ کی زندگی کا آخری حصہ ہوگا جب میرا ظہور ہوگا تاکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قاتل کو بے نشان کردوں۔

تو میرے عزیزو! اگر میرا کوئی لفظ ——————

آپ کو ناگوار ہو جائے تو آپ کو واسطہ نبیؐ و آلؑ نبی کا کہ ان کی محبت کے طفیل میں میرے اُس لفظ کو معاف کر دیں گے میرے دل میں اک درد ہے جس درد کو میں آپ کے دلوں میں منتقل کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ہم کو نجات یافتہ ہونا ہے ہم کو ہدایت یافتہ ہونا ہے اور ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ ہونے کے لئے پہلی شرط ہے غیب پر ایمان لانا اور غیب پر ایمان وہی لائے گا جو عقل سے غیب کو معلوم کرے گا اور عقل کے معنی ہیں ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانا بس یاد رکھئے گا واقعۂ کربلا، واقعہ کربلا اسی لئے بنا ہے کہ وہاں اچھے جمع ہوئے تھے

وہ جمع ہوئے تھے جو کہیں آڑے نہیں جو کہیں جھجکے نہیں جو کہیں رُکے نہیں بلکہ ہر حکم خدا کے سامنے ہر حکم نبیؐ کے سامنے ہر حکم امامؑ کے سامنے جھکنے کے لئے تیار تھے۔

اللہ اللہ سوچنے کی ضرورت ہے جن کے قبضہ میں تلواریں ہوں جن کے بازؤں میں طاقتیں ہوں جن کی نگاہوں میں ہزاروں سواروں کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو جن کو جوش بھی آجائے جن کو غصہ بھی آجائے جن کو یہ خیال بھی ہو کہ دشمن میرے مولاؑ سے بد تہذیبی سے بات کر رہا ہے لیکن اس کے بعد جب حسینؑ کہہ دیں کہ ہم کو جنگ کی ابتدا نہیں کرنا ہے تو سب خاموش ہو جائیں نہ عباسؑ میں جوش دکھائی دیتا ہے نہ حبیبؑ میں جوش دکھائی دیتا ہے نہ زہیرؑ میں جوش دکھائی دیتا ہے۔ ہے جوش لیکن وہ جوش نہیں ہے جسے ہم دیکھنا چاہتے ہیں، وہ جوش ہے جسے خدا دیکھنا چاہتا ہے کیا جوش ہے دل کی آرزوئیں چاہے پامال ہو جائیں مگر وہ کریں گے جو حکم خدا ہے وہ کریں گے جو حکم نبیؐ ہے وہ کریں گے جو حکمِ امام ہے۔

میں نے آپ کو سنایا تھا کہ کربلا کے میدان میں بڑا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا تھا جب جناب وہبؑ کی شہادت پیش آئی ہے۔

میں اس سلسلہ میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس شہادت کے سلسلہ میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ جب جناب وہبؑ کربلا کے میدان میں جاتے ہیں لڑتے ہیں زخمی ہوتے ہیں تو زخمی ہونے کی شان کیا ہے

اسے بھی سُن لیجئے دشمنوں کے مسلسل حملہ کے بعد دونوں ہاتھ وہبؑ کے بیکار ہو جاتے ہیں ہاتھ اٹھ نہیں سکتے ہیں ہاتھ زخمی ہو چکے ہیں ہاتھ لٹک گئے ہیں وہ حرکت کے قابل نہیں ہیں وہ تلوار لینے کے قابل نہیں ہیں آپ تصور کیجئے دشمنوں کے بیچ میں ایک آدمی کھڑا ہے جس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے ہیں اب جس کا جی چاہے تلوار مار دے اب جس کا جی چاہے خنجر مار دے اب جس کا جی چاہے پتھر مار دے ایک مجبور آدمی ہے جو دشمنوں کے درمیان کھڑا ہے ذرا پہچانئے سننا بھی آسان ہے سنا دینا بھی آسان ہے لیکن تصور کیجئے آپ میرا ساتھ دیں ۔آپ بھی میرے ساتھ تصور میں شامل ہوں ۔

تصور کیجئے ایک مجبور آدمی زخمی ہو رہا ہے زخم پر زخم کھا رہا ہے اور دیکھنے والی ماں بھی دیکھ رہی ہے اور جان چھڑکنے والی بیوی بھی دیکھ رہی ہے ایمان بالغیب والے ہوں گے عقل والے، عقل ہے ہر حکم خدا کے سامنے جھک جانے کا نام، جب مجبور وہبؑ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے تو تاریخ یہ بتاتی ہے مقاتل کی کتابیں بتاتی ہیں کہ ایک خیمہ کا پردہ اٹھا اور وہاں سے ایک عورت نکلی جس کے ہاتھ میں تلوار نہیں تھی جس کے ہاتھ میں نیزہ نہیں تھا جس کے ہاتھ میں خنجر نہیں تھا اس نے خیمہ ہی کا ایک ستون ایک عمود نکال لیا تھا اور وہ نکلی اور اس نے آواز دی میرے شوہر گھبرانا نہیں میں تمہاری مدد کے لئے آرہی ہوں ۔

بس جیسے ہی یہ آواز سنی زخمی وہبؑ نے مڑکر دیکھا میری بیوی عمود خیمہ لئے ہوئے میری مدد کے لئے میدان میں نکل آئی ہے۔ میں منٹ دو منٹ سے زیادہ نہیں پڑھ سکوں گا، مگر میں اپنے مجمع سے بہترین سننے والے مجمع سے بہترین توجہ چاہتا ہوں ایک مرتبہ وہبؑ نے اپنی مجبوری کو دیکھا کہ میں جا بھی نہیں سکتا ہوں اور اگر میں جاؤں بھی تو میں بازو پکڑ کر بیوی کو واپس بھی نہیں لے جا سکتا ہوں میرے دونوں ہاتھ تو بیکار ہو گئے ہیں۔

بس وہیں سے آواز دی آقا۔ میرے مولا۔ اے غیرت دار وہبؑ کے آقا۔ آپ میری مجبوریاں دیکھ رہے ہیں میری بیوی میدان میں نکل آئی ہے اے میرے مولا اسے کربلا کے میدان سے واپس بلا کے خیمہ میں بٹھائیے یہ آپ ہی کا کام ہے وہبؑ نے اپنی پریشانی اپنے امامؑ سے کہی اور امامؑ نے ایک مرتبہ آواز دی وہبؑ کی بیوی پلٹ آ میدان سے، ہم اہلبیتؑ کے مذہب میں عورتوں پر سے جہاد ساقط ہے۔

عقل والا کون ہوتا ہے، ایمان بالغیب والا کون ہوتا ہے، نجات یافتہ کون ہوتا ہے، ہدایت یافتہ کون ہوتا ہے جو ہر حکم خدا کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیتا ہے ذرا دیکھیں آپ سینہ ہے سینہ میں دل ہے، دل میں جذبات ہیں، جذبات میں ہنگامہ ہے ایسا ہنگامہ ہے جس میں نیک و بد دکھائی نہیں پڑتا ہے جس میں اچھا برا دکھائی نہیں پڑتا ہے مگر جیسے ہی اُس صدمہ میں بھری ہوئی بیوی کے

کان میں حسینؑ کی آواز آئی اے کنیزِ خدا جہاد ساقط ہے پلٹ آ۔
شوہر کو مجبوری کے عالم میں دیکھا خیمہ میں آکے بیٹھ گئی۔

اے میرے مولاؑ آپ نے تصویر دکھا دی ایمان بالغیب والے
کیسے ہوتے ہیں عقل والے کیسے ہوتے ہیں میں ختم کروں گا مگر یہ کہتے
کہتے ختم کروں گا جب وہبؑ کی بیوی نے آواز دی تھی شوہر گھبرانا
نہیں میں تمہاری مدد کے لئے آرہی ہوں تو جناب وہبؑ نے پلٹ
کے مولاؑ سے کہا تھا مولاؑ میری بیوی خیمہ سے باہر نکل آئی ہے اسے
خیمہ میں واپس بلا لیجئے اور حسینؑ نے آواز دی بیوی پلٹ گئی۔

لیکن جب حسینؑ کا سر کٹ کے نوک نیزہ پر بلند ہوا خیمے جلا ڈالے
گئے چادریں چھین لی گئیں تو ساری سیدانیاں کربلا کے میدان میں
بغیر چادر کے بیٹھی ہوئی ہیں کوئی ان کو پناہ دینے والا نہیں ہے۔

سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

پانچویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

صلواۃ بر محمدؐ و آلِ محمدؐ

میں روزانہ آپ کے سامنے تقریر کی ابتدا میں اس بات کا تذکرہ کرتا ہوں کہ اللہ نے کچھ لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں اور نجات یافتہ بھی ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ نجات یافتہ اور ہدایت یافتہ وہ لوگ ہوں گے، جو متقی ہوں گے جو غیب پر ایمان رکھتے ہوں گے، جو نمازوں کو ادا کرتے ہوں گے، جو اپنی روزی میں سے کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہوں گے، جو اے پیغمبرؐ ان ساری باتوں پر ایمان لاتے ہوں گے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہیں اور صرف آپ ہی پر نہیں بلکہ آپ سے پہلے

نبیوں پر جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے ان پر بھی ایمان لائے ہوں گے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور یہ نجات پانے والے، ہدایت پانے والے آخرت پر، مرنے کے بعد والی زندگی پر، پورا پورا بھروسہ، پورا پورا یقین رکھتے ہوں گے، میں آیتوں کے سلسلہ کے ترجمہ کو روزانہ صرف اس لئے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ اگر ہمارے دل میں یہ خواہش ہے ہماری آرزو اور تمنا ہے کہ ہم اس زندگی میں ہدایت پانے والے قرار دیئے جائیں اور مرنے کے بعد ہم نجات پانے والوں میں گنے جائیں تو ہم سب کے لئے لازم ہے کہ اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کریں جن صفتوں کو قرآن مجید بیان کر رہا ہے میں اسی کہی ہوئی بات کو ذہنوں میں دوبارہ راسخ کرنے کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی ان آیتوں نے یہ بات واضح کر دی اگر ہم متقی نہیں ہیں، اگر ہم پرہیزگار نہیں ہیں، اگر ہم دین کے پابند نہیں ہیں تو نہ ہم ہدایت یافتہ ہیں، نہ ہم نجات یافتہ ہیں۔

اگر ہم میں سے کوئی آدمی غیب پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو نہ وہ ہدایت یافتہ ہے، نہ وہ نجات یافتہ ہے، ہم میں سے اگر کوئی آدمی بے نمازی ہے تو نہ ہدایت یافتہ ہے نہ نجات یافتہ ہے، اگر ہم میں سے کوئی آدمی راہ خدا میں کچھ خرچ کرنے پر تیار نہیں ہے تو نہ ہدایت یافتہ ہے نہ نجات یافتہ ہے، اگر ہم میں سے کوئی آدمی حضور سرور کائنات جناب

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے دین وشریعت میں سے کسی ایک بات کا بھی نہیں ماننے والا ہے تو نہ وہ ہدایت یافتہ ہے، نہ نجات یافتہ ہے، اگر ہم میں سے کوئی آدمی ایسا ہے جو حضورؐ کو مانتا ہے مگر گزرے ہوئے نبیوں کو نہیں مانتا ہے تو نہ ہدایت یافتہ ہے، نہ نجات یافتہ ہے، ہم میں سے کوئی آدمی اگر خدانخواستہ ایسا ہے جسے آخرت پر یقین نہیں ہے تو قرآن مجید کے ان کھلے ہوئے بیانوں کی روشنی میں وہ اپنے کو نہ ہدایت یافتہ سمجھ سکتا ہے اور نہ نجات یافتہ سمجھ سکتا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے ان باتوں کی تکرار روزانہ اسی لئے کی ہے کہ مجھے پورے طور پر اس بات کا اندازہ ہے کہ ہمارا سماج، ہمارا معاشرہ، ہماری سوسائٹی زندگی کی جن راہوں سے گزرتی ہے وہاں دین ہمیں بہت کم ملتا ہے، بے دینی کے اثرات ہم پر زیادہ پڑتے ہیں کچھ زندگی کے مرحلے ہیں جن سے کوئی آدمی بچ نہیں سکتا ہے آدمی کو کہیں رہنا بھی ہے بچے کو کہیں پڑھنا بھی ہے، جوان ہونے کے بعد لڑکی لڑکوں کی شادی ہونا بھی ہے، ذریعہ معاش حاصل کرنے کے لئے کوئی روزگار کرنا بھی ہے، کسی نہ کسی جگہ مکان لے کے رہنا بھی ہے۔

یہ زندگی کی وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کو گزرنا ہی پڑتا ہے لیکن آج ہمارا سماج، آج ہمارا معاشرہ جن حالات کا شکار ہے اس کا

اندازہ لگانے کے لئے میں آپ کی توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ایسے حالات سے گزر رہے ہیں کہ ہمارے بچے کو پوری زندگی میں بہت کم ایسے مواقع آتے ہیں جہاں اسے دین مل سکے، دینی ماحول مل سکے، دینی سماج مل سکے، دینی مددگار مل سکیں، بلکہ اس کے برخلاف ان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں غیر اسلامی خیالات، غیر اسلامی ماحول، غیر اسلامی جراثیم ان کے دماغ میں بیٹھ جاتے ہیں۔

پہلا مرحلہ ہوتا ہے پیدا ہونے کے بعد اسکول میں جانے کا میں آپ کے سامنے اس درد دل کو عرض کرتا چاہتا ہوں کہ اس پوری دنیا کو چھوڑ کر خالی ہندوستان میں ہم اور آپ رات دن یہ کہتے ہیں کہ کم سے کم بھی ہم اثنا عشری شیعہ ایک کرور کی تعداد میں آباد ہیں لیکن آپ مجھے بتائیں پورے ہندوستان میں ایک کرور شیعوں کے پاس کتنے اسکول ہیں کتنے کالج ہیں کتنی ایسی تعلیم گاہیں ہیں جو اپنے بچوں کو غیروں کی تعلیم گاہوں سے بچانے کے لئے اپنی تعلیم گاہوں میں بھیج سکیں۔

معلوم ہوتا ہے ہم کو بچوں کو نرسری سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک ایسے اسکولوں میں بھیجنا پڑتا ہے ایسے کالجوں میں بھیجنا پڑتا ہے جہاں اس کے کان میں غیروں کی آوازیں پڑتی ہیں، غیروں کے خیالات پڑتے ہیں وہ سنتا ہے گھر میں مذہب کی باتیں، پڑھتا ہے اسکول میں کالج میں اسلام کے خلاف باتیں، اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے سنی ہوئی باتوں کا اثر گھٹتا جاتا ہے اور وہ باتیں جو پڑھتا جاتا ہے اس کا اثر بڑھتا

جاتا ہے اس کے آگے دوسرا اسٹیج آتا ہے کہ اسکول سے جب پلٹ کے آتا ہے تو گھر میں آتا ہے ۔

میں بڑے دکھ اور درد کے ساتھ آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے ہمارے گھر ایک دین کا قلعہ ہوا کرتے تھے کہ آدمی باہر سے جب گھر کے اندر آتا تھا تو اسے دین ہی دین ملتا تھا' ماں ملتی تھی پابندِ دین، باپ ملتا تھا پابندِ دین، کھانا ملتا تھا پاک اور پاکیزہ' تصویریں اگر دکھائی پڑتی تھیں تو کہیں آیتیں لکھی ہوئی ہیں' کسی امام کا روضہ ہے جس کی تصویر لگی ہوئی ہے ۔

آج زمانہ کے حالات بدلے ہیں کہ ماں بھی ایڈوانس ہے' باپ بھی ترقی یافتہ ہے گھر میں طغرے نظر نہیں آتے ہیں برہنہ تصویریں نظر آتی ہیں گھر میں آیتیں نظر نہیں آتی ہیں بلکہ وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو ظاہر ہے انسان کے خیالات کو بے راہ روی پر لے جائیں اور اگر کچھ نہیں ہے تو بگاڑنے کے لئے ٹی وی ہی کیا کم ہے اس میں ایسے اثرات ہیں کہ ماں بھی شریک ہے باپ بھی شریک ہے اولاد بھی شریک ہے ۔

آپ پہچانیں اس غیر اسلامی ماحول میں جب ہمارا بچہ آگے بڑھتا ہے تو اس کے ذہن پر اثرات پڑتے ہیں یا نہیں پڑتے ہیں' اس کے بعد جب گھر سے باہر ہمارا بچہ جاتا ہے تو ہم چونکہ ایڈوانس ہونے اور ترقی یافتہ ہونے کے چکر میں ان جگہوں پر رہنا پسند نہیں کرتے ہیں

جہاں ہماری آبادی ہو ہم سمجھتے ہیں یہ گھٹیا لوگ ہیں یہ نیچے لوگ ہیں ان کے ساتھ رہنے میں سوسائٹی میں عزت نہیں ہے۔

لہذا ہم ان مقامات پر جا کر رہنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں کا اسٹیٹس بلند ہو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معیار تو بلند ہو جاتا ہے لیکن ہمارے بچوں کو، ہمارے لڑکوں کو، ہماری لڑکیوں کو جوان ہو جانے کے بعد بھی غیر اسلامی ماحول ملتا ہے، غیر اسلامی خیالات ملتے ہیں ان کے جو دوست ملتے ہیں وہ بھی وہ ہوتے ہیں۔ جو غیر اسلامی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آگے منزل بڑھتی ہے جب روزگار کا وقت آتا ہے تو آدمی آہستہ سے یہ بات کہہ کے نکل جاتا ہے کمانا بہر حال ہے لہذا ہم کو ہر ماحول میں جانا پڑے گا، ہر ماحول سے گزرنا پڑے گا لوگوں سے دوستی کرنا پڑے گی، میں زندگی کے حقائق کا آپ کے سامنے تذکرہ کر رہا ہوں سچے واقعات کا تذکرہ کر رہا ہوں میں نے ان صاحبان ایمان کو دیکھا ہے جو شراب کا انتظام کرا رہے ہیں۔

میں نے پوچھا یہ کونسی آپ پر آفت آئی ہے، کہا ہم اس کے قریب بھی نہیں جائیں گے مگر کیا کریں روزی تو حاصل ہی کرنا ہے بیوپار تو کرنا ہی ہے جو ہمارے گاہک ہیں ان کے لئے انتظام تو کرنا ہی ہے۔

اب آپ پہچانئے جب ہم منگوائیں گے تو منگوانے کے اثرات بھی کچھ نہ کچھ پڑیں گے یا نہیں پڑیں گے، اور اگر کبھی ہمارے پاس

نوکر نہیں ہوگا تو ہم اپنے بچے کو بھی بھیج سکتے ہیں یں یہ صرف سماج کے چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں جن کو آپ کے پاس یکجا کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد شادی کا وقت آتا ہے شادی کے وقت ہم کبھی نہیں تلاش کرتے ہیں کہ جوڑا ایسا مل جائے کہ دین کا پابند ہو، نہیں ڈگریاں دیکھتے ہیں، صورتیں دیکھتے ہیں، صحتیں دیکھتے ہیں، خاندان دیکھتے ہیں، دولت دیکھتے ہیں یعنی غیر اسلامی ماحول میں ہم اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو بیاہ دیتے ہیں۔

اب آپ پہچانئے جب بچپنے سے لے کر یہاں تک سارے حالات ایسے ہیں جس میں مسلمان بننے کے بجائے غیر اسلامی خیالات سے دل و دماغ متأثر ہو رہے ہیں تو پھر ایسے زمانہ میں ایسے ماحول میں ایسے غیر اسلامی ماحول میں جب ہمارے بچوں کو پرورش پانا پڑتی ہے تو ہم کو احساس کرنا چاہئے کہ قوم دین کی طرف جائے گی یا قوم بے دینی کی طرف جائے گی۔

لہذا جب حسینؑ کے طفیل میں ہم کو یہ دس دن مل جاتے ہیں تو پھر ہم میں سے ہر ایک کا لازمی فریضہ ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے صاف صاف ایسے واضح بیانات کو پیش کرے تاکہ ہماری لڑکیوں کے کانوں میں ہمارے لڑکوں کے کانوں میں ہمارے بزرگوں کے کانوں میں ہمارے چھوٹوں کے کانوں میں قرآن مجید کی آوازیں پہنچ جائیں۔

قرآن مجید نے صاف صاف اعلان کر دیا اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں کون ہیں جو نجات یافتہ ہیں، کون ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی فہرست شروع کرتا ہے یہ متقی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کو ادا کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کماتے ہیں اور اپنی حلال کمائی میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو نبیؐ کی پیش کی ہوئی ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو گزرے ہوئے سارے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں یہ دنیا میں رہتے ہیں مگر آخرت پر بھرپور یقین رکھتے ہیں۔

میرے لئے دوسرے مضامین کا پیش کرنا کوئی دشوار نہیں ہے لیکن میں قرآن مجید کے ان سادے سادے اسباق کو روزانہ اس لئے دہراتا ہوں کہ جگا جگا کے ہلا ہلا کے ایک ایک فرد تک یہ آواز پہنچانا چاہئے کہ ہم کو اپنا حساب کرنا ہے ہم ہدایت کے راستہ پر جا رہے ہیں یا گمراہی کے راستہ پر جا رہے ہیں ہم نے راستہ کونسا اختیار کیا ہے نجات کا راستہ ہم نے اختیار کیا ہے یا ہم نے گمراہی والا راستہ اختیار کیا ہے، ہلاکت والا راستہ اختیار کیا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے جن مسائل کا تذکرہ کیا ہے ان کے جواب میں ہم سے ایک ہی بات کہی جائے گی ٹھیک ہے بچوں کو پڑھانا ہے جب ہمارے پاس اسکول نہیں ہیں تو غیروں کے پاس بھیجنا ہی پڑے گا جب ہمارے پاس مکان نہیں ہے تو غیروں

کے فلیٹ میں رہنا ہی پڑے گا جب ہمارے لئے حلال کمائی ممکن نہیں ہے تو غیر حلال کمائی کی طرف ہم کو بڑھنا ہی پڑے گا جب ہم کو پابند دین رشتے نہیں ملیں گے تو ہم کو غیر پابندِ دین رشتوں کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔

یعنی میں اپنے بھائیوں سے اپنی بہنوں سے اپنے بچوں سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ سارے حالات کے سننے کے بعد آخر میں جو جواب دیا جاتا ہے وہ جواب یہی ہے کہ باتیں تو سب ٹھیک ہیں مگر ان حالات میں گنجائش کہاں ہے اس بات کی کہ ہم سارا اسلامی ماحول پیدا کر سکیں۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے اور آپ کے سامنے اسلام کی تاریخ ہے جس اسلام کی تاریخ میں بار بار ایسے مواقع آئے ہیں، بار بار ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں کہ اگر اس وقت ہمارے اور آپ کے ایسے ماننے والے مسلمان ہوتے ہمارے آپ کے ایسے ایمان لانے والے ہوتے ہمارے آپ کے ایسے شیعہ اور اثنا عشری ہوتے تو شاید وہ تاریخ کی کتاب یہ کہہ کرکے بند کر دیتے کہ یہ حالات وہ حالات ہیں جس میں ہم اسلام کے مطابق زندہ نہیں رہ سکتے ہیں لیکن ہم کو سلام کرنا ہے اور لاکھوں اور کروروں سلام کرنا ہیں ان جانبازوں کو ان سرفروشوں کو ان صاحبان ہمت کو جنھوں نے تاریخ کے اس انتہائی مشکل دور میں طے کیا ہم مٹ جائیں گے اپنے کو مٹا دیں گے اپنی ساری

طاقت کو مٹا دیں گے اپنے خاندان اور وقار کو مٹا دیں گے لیکن دین کی تاریخ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور پائندہ رکھیں گے۔

میں تذکرہ کو شروع کرنا چاہتا ہوں اور تذکرہ کو یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اسلام کی تبلیغ شروع کی ہے۔

توجہ چاہتا ہوں، جس وقت اسلام کی تبلیغ شروع کی ہے اس وقت کے حالات کو پہچانئے اور آج کے اپنے زمانے کے حالات کو پہچانئے اور اطمینان کے ساتھ ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کیجئے اس وقت کے حالات خراب تھے یا آج کے حالات خراب ہیں، آج کے حالات انتہائی خراب ہونے کے باوجود اتنے خراب نہیں ہیں جتنے حالات اُس وقت خراب تھے جب پیغمبر اکرمؐ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تھی میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں آج برائیاں ہیں لیکن کم سے کم اتنی ننگی برائیاں نہیں ہیں اتنی کھلی ہوئی برائیاں نہیں ہیں جو برائیاں اس وقت کے عرب میں پائی جاتی تھیں جن میں پیغمبرؐ نے تبلیغ شروع کی تھی میں کچھ نہیں سناؤں گا صرف اتنا ہی سنانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا برہنہ رہنا چاہتی ہے، آج ہمارے سماج ں بے حیائی اس منزل پر ضرور آگئی ہے کہ ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جس میں زیادہ سے زیادہ جسم کھلا رہے۔

میں پردہ کی بات نہیں کر رہا ہوں پردہ اور بے پردگی یہ الگ ایک موضوع ہے پردہ کا مطلب ہے کہ چادر ہونا چاہئے نقاب ہونا چاہئے لیکن نہیں میں تھوڑی دیر کے لئے مانے لیتا ہوں اگر کسی فیملی کو پردہ نہیں کرنا ہے نقاب نہیں استعمال کرنا ہے چادر نہیں استعمال کرنا ہے تو کم سے کم لباس تو استعمال کرنا چاہئے یہ کونسا فیشن پیدا ہوا ہے' یہ کونسا مزاج پیدا ہوا ہے' یہ کونسی تہذیب پیدا ہوئی ہے کہ ایسا لباس استعمال کیا جائے کہ جہاں تک ہاتھ کھل سکتے ہوں کھل جائیں جہانتک گلا کھل سکتا ہو گلا کھل جائے ۔ جہاں تک جسم کے دوسرے حصے کھل سکتے ہیں وہ کھل جائیں ۔

میں اپنے مجمع کو ایک بات محسوس کرانا چاہتا ہوں میں پردہ اور بے پردگی کی بات نہیں کر رہا ہوں میں تو لباس کی بات کر رہا ہوں جو بے پردہ رہتے ہیں وہ بھی کپڑے پہنتے ہیں جو پردہ کرتے ہیں وہ بھی کپڑے پہنتے ہیں تو اگر ہمارا سماج پردہ نہ بھی طے کرے تو کم سے کم لباس تو ایسا پہننا چاہئے جس میں جسم چھپا رہ جائے اگر جسم کے چھپے رہنے کی کوئی قیمت نہیں ہے بات میں بات آگئی ہے اس لئے میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اگر جسم کے چھپے رہنے کی کوئی بات نہیں ہے تو میں ایک شرط کے ساتھ بات ماننے پر تیار ہوں اگر کوئی ہمت والا میرے سامنے جواب دے سکتا ہو تو جواب دے'

ہم نے اپنی لڑکیوں کیلئے اپنے گھروں کی عورتوں کے لئے جس طرح کا

نیم برہنہ لباس منتخب کیا ہے کیوں ایسا لباس ہم مرد ہو کے نہیں پہنتے ہیں کیوں ایسا لباس ہم اپنے جوان لڑکے کو نہیں پہناتے ہیں یہ عجیب و غریب بات ہے مرد ہے پورے جسم کو لباس سے ڈھانپے ہوئے ہے، جوان ہے پورے جسم کو لباس سے ڈھانپے ہوئے ہے لیکن اس سے زیادہ قیامت خیز منزل وہ آتی ہے، چالیس سال کی ماں، پچاس سال کی ماں وہ ساری پہنے ہوئے ہے اپنے جسم کو ڈھانپے ہوئے ہے لیکن اسی کے ساتھ چودہ[۱۴] سال، سولہ[۱۶] سال، بیس[۲۰] سال کی لڑکی جو جا رہی ہے اس کے لئے وہ لباس استعمال کیا جا رہا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جسم کھلا رہے، میں ابھی پردہ کی بات نہیں کر رہا ہوں پردہ تو بدنام کر دیا گیا ہے لیکن میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حیاداری بھی کوئی چیز ہے یا نہیں ہے پردہ کرنا ہو یا نہ کرنا ہو کم سے کم لباس تو ایسا پہننا چاہیے کہ جسم ڈھکا رہے۔ صلواۃ

تو یہ درمیان میں بات نکل آئی اور میں مجبور ہوں اس بات سے کہ قوم کے لئے جو میرے دل میں درد اٹھتا ہے میں اُسے اُگلتا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ جو درد میرے دل میں ہے وہ قوم کی ہر فرد کے دل میں پیدا ہو جائے آپ یقین رکھئے اگر یہ محسوس ہو جائے کہ یہ ہماری قوم کی بیٹی ہے، یہ ہماری قوم کی بہن ہے یہ ہماری قوم کی ماں ہے جو نیم عریاں لباس پہنے ہوئے جا رہی ہے تو کس کو شرم محسوس نہیں ہوگی تو میں عزیزان گرامی پھر

بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس بے حیائی کے لباس کے رائج ہو جانے کے باوجود، آج بھی حالات اتنے خراب نہیں ہیں جتنے خراب حالات اس وقت تھے جس وقت حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تھی آپ مجھ سے پوچھیں گے فرق بتاؤ میں ساری تاریخ آپ کے سامنے نچوڑ کے نہیں رکھوں گا ایک ہی بات میں نے کہی ہے اور اسی بات کے سہارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ آج یہ نیم برہنہ لباس پہننے والی لڑکیاں بھی عورتیں بھی، جب عبادت کے موقع کے لئے آئیں گی تو پھر اپنا لباس مکمل کر لیں گی امام باڑہ میں اس لباس کے ساتھ نہیں آئیں گی، مسجد میں آنا ہوگا، مجلس میں آنا ہوگا تو اس لباس کے ساتھ نہیں آئیں گی معلوم ہوا بے حیائی کے رواج کے باوجود بھی یہ احساس باقی ہے کہ جب خدا کے سامنے جانا ہو، جب نبیؐ کے سامنے جانا ہو، جب امامؑ کے سامنے جانا ہو تو کم سے کم لباس پورا ہونا چاہئے، ہم کو یہیں پر ایک شکر خدا ادا کرنا چاہیے کہ اتنا احساس باقی تو ہے اور اگر اس احساس کو پورے طور پر ہمیں سمجھنا ہے اور شریعت کی زبان میں سمجھنا ہے تو میں آپ سے پوچھوں گا کہ کبھی ہم نے اس پر بھی غور کیا ہے جو بات میں کہہ رہا تھا اس سے ذرا رک گیا ہوں بات پھر بیچ میں یاد آگئی ہے اگر ہم کو لباس کے سلسلہ میں اسلام کی رہبری کو سمجھنا ہے تو میں زندگی کے سارے موقعوں کو چھوڑ کے فقط اتنی سی بات پوچھنا چاہتا ہوں جب زندگی ختم ہو جاتی ہے، جب

ہم دنیا سے چھوٹ جاتے ہیں جب دنیا والا گھر چھوٹ جاتا ہے، دنیا والے چھوٹ جاتے ہیں اور ہم نئے گھر میں جاتے ہیں جس کا نام "قبر" ہے وہاں تو سبھی جاتے ہیں اچھے لباس والے بھی، برے لباس والے بھی، پردہ کرنے والے بھی، بے پردہ رہنے والے بھی، آدھا لباس پہننے والے بھی، پورا لباس پہننے والے بھی، لیکن وہاں مذہب نے کیا کہا ہے میت عورت کی ہو یا میت مرد کی ہو جب اس کو تم ہماری بارگاہ میں لا رہے ہو تو پورے لباس میں لپیٹ کے لاؤ اور میت جب اتارے جانے کا وقت ہوتا ہے تو اس کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کی میت اتاری جا رہی ہے تو نامحرم دیکھنے والے موجود نہ ہوں جب کبھی مجھے یہ مسئلے یاد آتے ہیں تو میں دردِ دل کے ساتھ فریاد کرتا ہوں کہ ہم کو قبر میں میت اتارتے وقت یاد آیا ہے کہ نامحرم سامنے نہ رہے کاش زندگی میں یاد آگیا ہوتا کہ نامحرم سامنے نہ رہے ۔ لیکن آج تک ہم نے کسی میت کو نہیں دفنایا ہے کہ اس کے ہاتھ کھلے ہوں اس کا گلا کھلا ہو یا اس کا کوئی جسم کا حصہ کھلا ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ کفن میں لپٹوا کے میت کو خدا نے بلا کے بتایا اگر میرے سامنے آنے کا تم کو خیال باقی ہے تو برہنہ نہیں ہونا چاہئے نیم برہنہ بھی نہیں ہونا چاہئے یہ بات صرف کفن ہی کی نہیں ہے بلکہ نماز کی بات بھی یہی ہے کہ آدمی کسی حال میں بھی رہے لیکن عورت اگر نماز پڑھنے کے لئے کھڑی ہو تو اس کی نماز نماز نہیں بنے گی جب تک اس کا پورا جسم لباس سے ڈھکا ہوا نہ ہو

صرف جسم کے تین حصہ ہیں جو نماز کی حالت میں کھلے رہ سکتے ہیں چہرہ کھلا رہ سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ایک بال کی ایک نوک بھی کھلی نہ رہ جائے ہاتھ کھلے رہ سکتے ہیں صرف کلائی سے کھلے رہ سکتے ہیں قدم کھلے رہ سکتے ہیں اس کے علاوہ سارا حصۂ جسم نماز میں چھپا ہونا چاہئے بات بیچ میں نکل آئی تھی اس لئے میں نے یاد دلایا کہ خدا نے مرنے والے کو کفن پہنا کے اور نماز کا لباس معین کرکے بتایا اگر میرے سامنے تم کو نہیں آنا ہے تو تم کو برہنہ رہنے کا حق ہے اور اگر تم کو میری ملاقات کے لئے حاضر ہونا ہے تو پھر برہنہ نہ رہو لباس اختیار کرو۔ صلواۃ

تو بات میں بات نکل آئی مگر میں پھر بھی آپ کے سامنے کہنا چاہتا تھا کہ آج ہمارے سامنے حالات کیا ہیں۔ تسلسل کلام آپکے ذہنوں میں باقی رہنا چاہئے میں نے اس مجلس میں ایک فریاد پیش کی ہے ایک دردِ دل پیش کیا ہے کہ ہم ایسے ماحول سے گزر رہے ہیں کہ ہمارا بچہ پیدا ہونے کے بعد جاتا ہے غیروں کے اسکول میں غیروں کے کالج میں دوست ہوتے ہیں تو غیر اسلامی ہوتے ہیں پڑوسی ہوتا ہے تو غیر اسلامی ہوتا ہے روزگار ہوتا ہے تو غیر اسلامی ہوتا ہے شادیاں ہوتی ہیں تو غیر سلامی ہوتی ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بچے کے ذہن میں دین بہت ہلکا رہ جاتا ہے اور بے دینی نمایاں ہوجاتی ہے میں نے دردِ دل کو پیش کرنے کے بعد وہ جواب آپ کے سامنے پیش کیا تھا جو آج پوری قوم کی زبان پر آجاتا ہے باتیں تو سچ ہیں

مگر حالات ایسے نہیں ہیں کہ دین کی پابندی ہر قدم پر کی جا سکے تعلیم دلوائیں دین کی پابندی کے ساتھ، پڑوسی بنائیں دین کی پابندی کے ساتھ، ہم شادیاں کریں دین کی پابندی کے ساتھ، کاروبار کریں دین کی پابندی کے ساتھ، سارے مسائل کا ایک ہی جواب ہوتا ہے حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

تو میں اسی ایک جملہ کو تاریخ میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ذرا پہچانئے جب پیغمبرؐ نے تبلیغ شروع کی تھی تب کے حالات کیا تھے اور اب کے حالات کیا ہیں ابھی تو میں تاریخ کا پہلا ہی موقع نہیں پیش کر سکا ہوں میں اس میں سے صرف ایک لفظ آپ کو سناؤں اور اس کے بعد اندازہ ہو جائے کہ آج بھی ساری برہنگی کے باوجود آج بھی سارے حالات کے غیر اسلامی ہو جانے کے باوجود صدیہ ہے کہ میں آپ کے سامنے یہ بات کہنے کو تیار ہوں کہ وہ لوگ جو ساری زندگی ایسے حالات میں رہتے ہیں جہاں دور دور تک اسلام اور دین و شریعت کا تذکرہ نہیں ملتا ہے وہ بھی جب امام باڑہ میں آئیں گے مسجد میں آئیں گے، مجلس میں آئیں گے تو اپنے کو پابند لباس بنا کے آئیں گے لیکن حضورؐ نے جن حالات میں اسلام کی تبلیغ شروع کی تھی، سنئے توجہ کے ساتھ سنئے، اس وقت کا حال کیا تھا عرب اپنے گھروں سے چلتے تھے، لباس کے اندر سواریوں پر بیٹھتے تھے، لباس کے ساتھ، مکہ تک آتے تھے، لباس کے ساتھ، لیکن جب خانہ کعبہ کے سامنے آتے تھے تو کپڑے

اتار کے برہنہ ہو جاتے تھے آپ پہچانئے اس وقت شیطان نے انسان کو اس منزل تک پہنچایا تھا کہ لباس پہن کے خدا کے سامنے جانا گویا خدا کی توہین کرنا ہے اور خدا کی پکی اور سچی عبادت یہی ہے کہ اس کے سامنے بالکل برہنہ ہو کر کے آیا جائے ذرا پہچانئے جس سماج اور سوسائٹی کو شیطان نے اس منزل تک پہنچا دیا تھا اس سوسائٹی کے سامنے فرزند عبد اللہ آمنہ کا لال ابو طالب کی گود کا پالا ہوا محمدؐ عربی امینؐ وحی حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

میری بات ضائع نہ ہونے پائے ہم ہوتے اور آپ ہوتے اور ہماری سمجھ میں اسلام آجاتا تو شاید اس رائج زبان میں ہم یہی کہتے حضورؐ دین آپ کا سچا ہے، باتیں بالکل آپ کی ٹھیک ہیں، غیب پر ایمان بھی لانا چاہیے نماز پڑھنا بھی چاہیے، راہ خدا میں خرچ کرنا بھی چاہیے گزرے ہوئے نبیوں اور آپ کو ماننا بھی چاہیے، آخرت کو بھی ماننا چاہیے، مگر حضورؐ جس سماج میں رہتے ہیں جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں مسلمان ہونے کی گنجائش نہیں ہے، سچ بتلائیے ہمارا جواب یہ ہوتا یا نہ ہوتا، یہی ہوتا اس لئے کہ جب آج اس سے بہتر حالات میں جواب دے رہے ہیں تو اس بد تر ماحول میں تو ہمارا یہی جواب ہوتا تو نبیؐ کی آواز صدا بصحرا بن کر ختم ہو گئی ہوتی آج اسلام کا وجود نہ ہوتا ہم عربوں کو جاہل کہتے ہیں، جاہلیتِ عرب کی مذمت کرتے ہیں مگر پہچانئے

وہ ہمارے مقابلہ میں ہم سے کتنے زیادہ حوصلہ والے تھے کہ انھوں نے ایمان کو سمجھا، اسلام کو سمجھا، دین کو سمجھا، شریعت کو سمجھا، نبوت کو سمجھا، الوہیت کو سمجھا اور سمجھنے کے بعد طے کیا ہم اپنے ماحول کو بدلیں گے اپنے سماج کو بدلیں گے اپنی عادتوں کو بدلیں گے رشتے توڑ دیں گے مگر اسلام سے رشتہ نہیں توڑیں گے اور وہ مسلمان ہوئے کیسے، مسلمان ہوئے آسان نہیں تھا، مسلمان ہونا، مسلمان ہونے کی سزائیں لوہے کی کیلیں ان کے ہاتھوں اور پیروں میں ٹھوک دی جاتی تھیں، مسلمان ہونے کی سزائیں ان کے سینہ پر گرم کرکے پتھر رکھدیئے جاتے تھے مسلمان ہونے کی سزائیں ان کو ایک ساتھ پہلے گرم پانی میں پھر ٹھنڈے پانی میں پھر گرم پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے، کوڑوں پہ کوڑے لگائے جاتے تھے لیکن ان ہمت والوں نے کہا، ہم نے ایسے نبیؐ کا دامن پکڑا ہے جو حالات قبول کرنے نہیں آیا ہے حالات بدلنے آیا ہے وہ لوگ مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کے بعد وہ اسلام آجتک ہمارے پاس موجود ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس وقت ہماری سماج کی زبان استعمال کی گئی ہوتی کہ باتیں تو سب صحیح ہیں لیکن حالات اجازت نہیں دیتے تو اسلام اپنی موت مرگیا ہوتا یا نہیں۔ صلواۃ

تاریخ کا ایک موقع میں نے سنایا اب دوسرا موقع سنانا چاہتا ہوں دوسرا موقع وہ موقع ہے جب حضور سرورکائنات جناب

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے' اور خالی پیغمبرؐ نے انتقال نہیں کیا ہے' آفتاب ہدایت، آفتاب نبوت نہیں ڈوبا ہے بلکہ زمانہ میں تاریکی کی لہریں چل رہی ہیں، تاریکی کی لہریں کیسی چل رہی ہیں' بس اس کا اگر اندازہ لگانا ہے تو اندازہ لگانے کے لئے آپ کے سنے ہوئے جو واقعات ہیں میں صرف ان کی یادداشت کو تازہ کروں گا۔

زمانہ میں اتنا اندھیرا چھاگیا زمانہ میں اتنا اندھیرا چھاگیا کہ نبیؐ کے انتقال کے بعد تین روایتیں ہیں نبیؐ کے انتقال کے بعد ۷۵ دن کے بعد' ساڑھے چار مہینہ کے بعد' ٦ مہینہ کے بعد یہ تین روایتیں ہیں اتنے دنوں کے بعد یعنی کم سے کم ۷۵ دن کے بعد اور زیادہ سے زیادہ چھ مہینہ کے بعد معصومہؑ کونین فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے جب شہادت پائی تو فاطمہؑ کے جنازہ شرکت کرنیوالو کی تعداد تاریخ نے لکھی ہے، سات تھے، ۹ تھے، گیارہ تھے۔

آپ پہچانئے چوبیس لاکھ پچیس لاکھ مسلمان نبیؐ نے چھوڑے تھے لیکن نبیؐ کے انتقال کے بعد زمانہ اتنا بدلا تھا کہ نبیؐ کی اکلوتی بیٹی کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے انگلیوں پر گنے جانے والے افراد تھے میں نے یہاں تک پہنچا کے اب ذرا سا پھر بیان میں واپسی اختیار کرنا چاہی ہے تاکہ میں علیؑ کے ماننے والے مجمع کو فاطمہؑ کے ماننے والے مجمع کو نبیؐ عربی کے ماننے والے مجمع کو آئندہ کے لئے یہ بات

سنا سکوں یہ باتیں صحیح ہیں مگر حالات اجازت نہیں دیتے ہیں یہ فقرہ اس کے بعد کبھی زبان پر نہیں آنا چاہئے کتنے حالات بدل گئے اتنے حالات بدل گئے کہ فاطمہؑ کے جنازہ میں شرکت کرنے والے سات آدمی تھے یا نو آدمی تھے یا گیارہ آدمی تھے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے روایتوں کے اختلاف سے سات ہوں یا گیارہ ہوں اندھیرے کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن اس سے پہلے یاد ہے فاطمہؑ کی شہادت کیسے ہوئی فاطمہؑ کی شہادت اس طرح ہوئی ہے کہ فاطمہؑ کا دروازہ جلایا گیا اور جلتا ہوا دروازہ فاطمہؑ پر گرایا گیا ہے دیوار اور دروازہ کے درمیان میں فاطمہؑ کا جسم اقدس پس گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں آپ کی پسلیاں شکستہ ہوئی ہیں آپ کے شکم مبارک میں جو بچہ تھا جس کا پیغمبرؐ نے پیدائش سے پہلے نام محسنؑ رکھا تھا اس کی شہادت ہوتی ہے اور یہ زخم ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعد فاطمہؑ شہادت پاتی ہیں ذرا میں تاریخ کو دوبارہ واپس لا رہا ہوں اب آپ جنازہ سے پہلے کے حالات سنتے چلئے تاکہ اندازہ ہو جائے یا تو آج ہم طے کرلیں کہ ہم علیؑ والے نہیں ہیں فاطمہؑ والے نہیں ہیں، نبیؐ والے نہیں ہیں، حسینؑ والے نہیں ہیں معاذ اللہ، اور اگر ہیں تو پھر کبھی ہماری زبان پر یہ فقرہ نہیں آنا چاہئے کہ حالات ایسے ہیں کہ ہم دین کے پابند نہیں ہو سکتے ہیں، حالات ایسے ہیں کہ ہم اسلام کے لئے اپنے بچوں کے لئے انتظام نہیں کر سکتے ہیں میں تاریخ کو اس جگہ تک پہنچاؤں گا جہاں یہ جملے کہے گئے ہیں اور جنھوں نے کہے ہیں ان کے چہرے آپ

حق سے محروم کر دیئے گئے ہیں غدیری اثنا عشریوں سے خطاب کر کے بات کر رہا ہوں کہ جب علیؑ اپنے غدیری حق سے محروم کر دیئے گئے تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ علیؑ یہ کرتے تھے کہ با پردہ فاطمہؑ کو سواری پر بٹھاتے تھے حسینؑ و حسنؑ کو ساتھ لیجاتے تھے اور ایک ایک مسلمان کے دروازہ پر جاتے تھے جو مہاجر مسلمان ہے اس کے دروازہ پر جاتے تھے جو انصاری مسلمان ہے اس کے دروازہ پر جاتے تھے اور جا کے کہتے تھے تم دیکھ رہے ہو زمانہ نے ہمارا حق چھین لیا ہے تم کو ہمارا حق دلوانا چاہیئے، سوچئے سوچئے میں تاریخ کے اس موڑ تک آپ کو لایا ہوں جس کے لئے میں نے اتنی دیر محنت کی ہے۔ تو یہ سارے لوگ کہتے تھے علیؑ آپ ٹھیک کہتے ہیں حق آپ ہی کا ہے غدیر میں آپ کو حق ملا ہے۔ ——————————

—— بات ٹھیک ہے، ذوالعشیرہ میں آپ کو حق ملا ٹھیک ہے مگر علیؑ اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے میں اپنے سارے مجمع کے سامنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پوچھنا چاہتا ہوں جنھوں نے علیؑ و فاطمہؑ کے دروازہ پر آنے کے بعد علیؑ و فاطمہؑ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا ہے کہ علیؑ حق تمہارا ضرور ہے مگر ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں بولو بولو، سننے والو! تمھارا دل کیا ان کے ساتھ ہے؟ کیا تمہاری زبان ان کے ساتھ ہے؟ کیا تمہارے سوچنے کا انداز ان کے ساتھ ہے؟ نہیں ہم یہی کہیں گے، ہم علیؑ والے ہیں، ہم غدیر والے ہیں ہم ذوالعشیرہ والے ہیں

ہم فاطمہؑ والے ہیں ہم نے اس تاریخ کو قبول نہیں کیا ہے جنھوں نے علیؑ سے یہ کہا تھا کہ علیؑ حق تمھارا ہے مگر حالات ایسے ہیں کہ ہم تمہا را ساتھ نہیں دے سکتے ہیں اگر ہم اس تاریخ سے بیزار ہیں تو پھر ہماری زبان پر فقرہ نہیں آنا چاہیئے کہ باتیں تو ٹھیک ہیں مگر زمانہ میں دین کی پابندی پر عمل کرنے کا موقع نہیں ہے ذرا سوچنا پڑے گا کون بول رہا ہے اور کس کی زبان سے بول رہا ہے، میں آپ کے سامنے تیسرا واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

تیسرا واقعہ کونسا واقعہ ہے تیسرا واقعہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت ہو چکی ہے اور آپ کی شہادت کے چھ مہینہ کے بعد امام حسن علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام کی بقا کے لئے، ایمان کی بقا کے لئے، دین کی بقا کے لئے، قرآن کی بقا کے لئے، تاریخ ایمان کی بقا کے لئے صلح کر کے اپنے کو بھی بچایا ہے اور یزید جو اسلام کو مٹانے والا تھا اس یزید کے مٹانے والے حسینؑ کو بھی بچایا ہے ہمیشہ ایک جملہ کہا کرتا ہوں اسے کبھی نہ بھولئے گا۔

جس نے کربلا کے میدان میں اسلام بچایا ہے، اس کا نام ہے حسینؑ ابن علیؑ، اور جس نے صلح کر کے کربلا میں اسلام کے بچانے والے حسینؑ ابن علیؑ کو بچایا ہے اس کا نام ہے حسنؑ ابن علیؑ جو اسلام بچائے وہ حسینؑ ہے اور جو اسلام بچانے والے حسینؑ کو بچائے اس کا نام ہے

امام دوم امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام، امام حسنؑ نے جب صلح کی ہے اور مدینہ میں آپ نے ایک ٹوٹی ہوئی زندگی بسر کرنی شروع کی ہے جس کا کل میں نے ایک فقرہ نقل کیا تھا کہ آنے والا یہ کہنے کی ہمت کرتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اے مومنین کے ذلیل کر دینے والے تم پر سلام۔

امام حسنؑ نے اس کو سمجھایا تھا کل کی تقریر آپ کے سامنے ہے مجھے اسے دہرانا نہیں ہے لیکن اتنا ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ امام حسنؑ صلح کرتے ہیں اور صلح کرنے کے بعد شانِ امامت کو برقرار رکھنے کے لئے شرائط صلح کی پابندی کرتے ہیں اور دشمن ہر شرطِ صلح کی خلاف ورزی کرتا ہے یہاں تک کہ ایک شرط اس میں یہ لکھی ہوئی تھی کہ صلح کے بعد علیؑ کے شیعوں کی جان، مال، عزت، آبرو محفوظ رہے گی تاریخ یہ بتاتی ہے علاقے کے علاقے ڈھونڈ ڈھونڈ کے علیؑ کے چاہنے والوں سے خالی کئے جاتے ہیں عبید اللہ بن زیاد کا نام سب کو یاد ہے یہ زیاد کا بیٹا ہے اس زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا جاتا ہے امام حسنؑ کی صلح کے بعد۔

تاریخ میں جو تذکرہ ملتا ہے وہ یہ ملتا ہے کہ صرف اس زیاد نے کم سے کم کوفہ سے چالیس ہزار علیؑ کے چاہنے والوں کو قتل کیا ہے، میں آپ کی خدمت میں ایک لفظ کہنا چاہوں گا۔

آج سے زمانہ کو چودہ سو سال پیچھے لے چلئے اور پھر ضرب و تقسیم لگا کے حساب لگائیے آج جب دنیا کی آبادی اتنی ہے تو چودہ سو سال

پہلے کتنی آبادی رہی ہوگی آج دنیا میں دوسرے ملکوں میں کتنی زیادہ آبادی ہے اور جب دنیا میں دوسرے ملکوں میں زیادہ آبادی ہے تب بھی پہچانئے عرب کی آبادی کم ہے عراق کی آبادی کا تناسب لگائیے آج کی دنیا سے اور اس تناسب کو چودہ سو سال سے تقسیم کر دیجئے تب آپ کو اندازہ ہوگا کوفہ میں کتنی آبادی رہی ہوگی اور اس کوفہ میں چالیس ہزار ڈھونڈ ڈھونڈ کے علیؑ کے چاہنے والے قتل کر دیئے جائیں پہچان سکتے ہیں آپ آج چالیس ہزار آدمیوں کا مرجانا اور ہے اور چودہ سو سال پہلے ایک صوبہ سے چالیس ہزار چاہنے والوں کو قتل کر دیا جانا اور ہے اور زیاد کو کیوں معین کیا گیا تھا، زیاد بہت دن تک مولا کے ساتھ رہا تھا وہ پہچانتا تھا کون کون علیؑ کے چاہنے والے ہیں تو خالی افراد نہیں قتل کئے جا رہے تھے کردار والے ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کئے جا رہے تھے صرف گردنیں نہیں کاٹی جا رہی تھیں، کردار قلم کئے جا رہے تھے خاندان نہیں اجاڑے جا رہے تھے کردار اجاڑے جا رہے تھے ۔

ذرا پہچانئے ایسے حالات میں بھی کچھ ہمت والے تھے یا نہیں تھے جنھوں نے دین کو بچایا اگر ہمت والے ہار گئے ہوتے تو یہ دین مٹ جاتا یا نہیں مٹ جاتا، میں آپ کی خدمت میں واقعات کی تفصیل کو چھوڑ کر پیش کرتے ہوئے تفصیل سے گریز کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دس سال امام حسنؑ نے گھٹے ہوئے حالات میں زندگی بسر کی اور ۵۰ھ میں آپ کی شہادت ہوئی آپ کی

شہادت کے بعد آپ کی صلح پر آپ کے وارث آپ کے جانشین امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام برقرار رہے۔

خطوط آنے لگے حسینؑ کے پاس حسنؑ نے انتقال کیا ہے صلح انھوں نے کی تھی اب آپ کو اٹھ جانا چاہیئے لیکن امام حسینؑ نے جواب دیا جب بھائی نے صلح کی میں اس صلح میں شریک تھا اور جو صلح میرا امامؑ کرے گا اس میں میں کیسے نہیں شریک ہوں گا لہٰذا جب تک صلح کا دوسرا فریق یزید کا باپ زندہ ہے وہ شرائط پر عمل کرے یا نہ کرے لیکن ہم صلح کے شرائط پر عمل کریں گے اور باقی رہیں گے کردار امامت اپنی آب و تاب اور شان کو دکھاتا رہا۔

تاریخ آگے بڑھتی رہی یہاں تک کہ فریقِ صلحِ حسنؑ مر گیا یزید جانشین ہوا حسینؑ کے سامنے بیعت کا مطالبہ رکھا گیا بیعت کا مطالبہ نہیں رکھا گیا ہے آپ روز سنتے رہتے ہیں ان مسائل کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف یادداشت کو تازہ کرنا چاہتا ہوں بیعت کا مطالبہ نہیں رکھا گیا ہے بلکہ سارے اجالوں کو مٹا کے قیامت تک کے اندھیرے کا انتظام کیا گیا ہے، یزید نے خوب پہچان لیا تھا، یزید جس تاریخ کا وارث تھا اس تاریخ نے یزید کو پہنچوا دیا تھا، اگر فاطمہؑ کے گھر کا چراغ بجھ جائے تو پھر قیامت تک دین کا اجالا باقی نہیں رہے گا شریعت کا تذکرہ باقی نہیں رہے گا حقوق انسانی کا نعرہ بلند نہیں ہوگا، انسان کے لئے لفظ عدل و سکون اور راحت استعمال نہیں

ہو سکے گا دین و اسلام و شریعت کا مستقبل ختم ہو جائے گا بس یاد رکھئے یہ حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ نہیں تھا یہ دین سے بیعت کا مطالبہ تھا یہ شریعت سے بیعت کا مطالبہ تھا، شریعت اور دین سے بیعت کا مطالبہ نہیں تھا، شریعت اور دین کے لانے والے نبیؐ سے بیعت کا مطالبہ تھا، بھیجنے والے خدا سے بیعت کا مطالبہ تھا۔

حسینؑ اٹھے کس حال میں اٹھے میں پس منظر کے بعد آپ کے سامنے اس منزل کو لانا چاہتا ہوں، حسینؑ اٹھے اور اس حال میں اٹھے کہ مدینہ سے چلے، مکہ آئے اور مکہ سے چلے کربلا آئے اور اس پوری مدت میں چھ مہینے حسینؑ کو گزرے۔

میں نے آپ کے سامنے حسینؑ کے سفر کی مسافت بھی بتا دی ہے اور حسینؑ کے سفر کی مدت بھی بتا دی ہے یعنی سارے ملک کو حسینؑ کے موقف کی اطلاع ہو گئی حسینؑ کے اقدام کی اطلاع ہو گئی حسینؑ کے حالات کی اطلاع ہو گئی اور اگر اب بھی کوئی دور دراز کی بستی باقی تھی جس کو نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ حسینؑ کس لئے اٹھے ہیں تو حسینؑ نے ایک ایسا ذریعہ اختیار کیا کہ گاؤں گاؤں، گھر گھر خبر پہنچ گئی سارا عرب سارا عالم اسلامی جب امنڈ کے حج کرنے کے لئے آ رہا تھا تو جو کعبہ میں پیدا ہوا تھا جس نے حج کا حکم پہنچایا تھا اس کا بیٹا حج کئے بغیر مکہ سے باہر جا رہا تھا حسینؑ کا جانا ہر حاجی کے سامنے سوالیہ نشان بن گیا تھا، حسینؑ کیوں نہیں حج کر رہے ہیں؟ جب زمانہ کے

سارے مسلمان حج کر رہے ہیں، نتیجہ کیا ہوا حاجی گھر نہیں پہنچے پورے واقعہ کی تفسیر اور تفصیل گھر گھر پہنچ گئی یزید کون ہے، حسینؑ پر کیا بیت رہی ہے، حسینؑ کس مقصد کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

میں اپنے سمجھدار مجمع کو ان تفصیلوں تک اس لئے لایا ہوں کہ آپ پورے طور پر اس بات کو پہلے محسوس کرلیں کہ پورا عالم اسلام یزید و حسینؑ سے باخبر ہوگیا تھا لیکن باخبر ہونے کے بعد حسینؑ کو کتنے ساتھی ملے ہیں اُن ساتھیوں کی تعداد آج تک گنی جا رہی ہے گلے کٹانے والے بہتر تھے گلے میں طوق اور رسیاں پہننے والے چونسٹھ تھے یہ کل قافلہ تھا جو حسینؑ کے ساتھ چلا تھا اور جمع ہوتے ہوتے کربلا میں پہنچا تھا کچھ ساتھی وہ تھے جو مدینہ سے چلے تھے کچھ مکہ میں آکے شامل ہوئے تھے کچھ راستہ میں آکے شامل ہوئے تھے کچھ کربلا میں پہنچنے کے بعد شامل ہوئے تھے، میں رک جانا چاہتا ہوں اور سانس روک کے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں عاشور کی شام کو جب زینبؑ بغیر چادر کے بیٹھی تھیں جب سکینہؑ کے کانوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے جب سید سجادؑ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے جب لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی تھیں اس وقت دنیا میں کوئی آدمی ہوتا اور یہ کہتا کہ اب ضرورت ہے ایسے لوگوں کی جو اٹھیں اور اٹھنے کے بعد پھر سے شریعت کو بحال کریں، دین کو بحال کریں مذہب کو بحال کریں تو شاید ہمارے جیسے بولنے والے یہی کہتے کہ باتیں تو سب صحیح ہیں، یزید ناحق ہے حسینؑ حق ہیں، شریعت صحیح ہے یزید اس کی

خلاف ورزی کر رہا ہے مگر حالات ایسے نہیں ہیں کہ حق کی حمایت کی جاسکے دین کا ساتھ دیا جاسکے یہ جملہ آجاتا یا نہیں آجاتا لیکن ہمیں تاریخ نے بتایا میں دور کی تاریخ نہیں سناؤں گا۔ قریب کی تاریخ دیکھئے۔

ہمیں تاریخ نے بتایا مختار بہت دن کے بعد اٹھے ہیں، سلیمان بہت دن کے بعد اٹھے ہیں مگر ہمیں تاریخ نے بتایا کہ ہمت والے اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور کیسے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، ایسے اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ یزید کے شاہی لشکر کو راستہ چھوڑنا پڑتا تھا، کس لئے چھوڑنا پڑتا تھا اطلاع پہنچ گئی ہے اس راستہ سے ہمارا قافلہ جانے والا ہے اس راستہ پر جو آبادی ہے اس آبادی نے طے کیا ہے جب حسینؑ کا سر سلامت نہیں رہا تو ہمارے سر بھی سلامت نہیں رہیں گے، جب شہزادی کا گھر آباد نہیں رہا تو ہمارے گھر بھی آباد نہیں رہیں گے ہم مرجائیں گے یا حسینؑ کے سر کو چھین لیں گے یا ہم مرجائیں گے یا ہم قیدیوں کو رہا کرالیں گے تو خوف زدہ یزید کا لشکر راستہ چھوڑ کے شاہراہ چھوڑ کے جنگلوں سے گزرتا ہے ان راہوں سے گزرتا ہے جن راہوں سے قافلے نہیں گزرتے ہیں یہ کون تھے؟

یہ ہمت والے تھے، ان ہمت والوں کی وجہ سے یہ دین آج ہم تک پہنچا ہے میں آپ کے سامنے اس واقعہ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جن کی تعداد اتنی کم ہوتی تھی کہ تلوار لے کر مقابلہ نہیں کرسکتے تھے وہ اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیا کرتے تھے تذکرے ملتے ہیں اور یہاں تک

ملتے ہیں کہ یزید کا پیاسا لشکر ایک قلعہ کے پاس پہنچتا ہے وہ لوگ دروازہ بند کر لیتے ہیں اور لشکر کا سردار خولی جا کر کہتا ہے، شمر جا کر کہتا ہے دوسرے سردار جا کر کہتے ہیں یہ شاہی لشکر ہے پیاسا ہے اسے پانی دیدو وہاں سے جواب ملتا ہے تم نے اگر فرزند رسولؐ کو پانی دیا ہوتا تو ہم تم کو پانی دیدیتے۔

میں آپ کے سامنے واقعات کو خلاصہ کے طور پر آخری منزل میں یہاں تک پہنچاتا ہوں کون تھا دنیا میں جو سوچ سکتا کون تھا جو یہ تصور کرتا۔ جب یزید کے سامنے سرِ حسینؑ رکھا جا رہا ہے اور وہ اتنی جرأت کر رہا ہے اتنی جسارت کر رہا ہے اتنی بے ادبی کر رہا ہے اتنی جسارت کر رہا ہے اتنی بے ادبی کر رہا ہے کہ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی ہے اور وہ بے ادبی کر رہا ہے، حسینؑ کے سر سے بے ادبی کر رہا ہے میرے پاس میرے دل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اس بے ادبی کو سُنا سکوں اور میں اتنا ہی سنا سکتا ہوں کہ اس بے ادبی کو دیکھ کر یزید کے دربار میں رسولؐ کا ایک صحابی کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے چھڑی ہٹالے میں نے خود دیکھا ہے ان ہونٹوں کو نبیؐ چوما کرتے تھے نبیؐ چوسا کرتے تھے ذرا پہچانئے اس ذلیل جسارت تک آجاتا ہے یزید۔ اور اس کے بعد منزلیں کہاں تک پہنچتی ہیں وہ آپ کے سامنے ہے قید خانہ میں قیدی رکھ دیئے جاتے ہیں کیسے قید خانہ میں رکھ دیئے جاتے ہیں اس کی لمبائی چوڑائی اور سارے مصائب کی تفصیل آپ روز سنتے رہتے

ہیں مجھے سنا کے تکرار نہیں کرنا ہے لیکن مجھے صرف ایک لفظ کی طرف متوجہ کرنا ہے ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب یزید کا قاصد جاتا ہے اور سید سجادؑ کو بلا کے لاتا ہے اور یزید کہتا ہے ہم نے قیدیوں کو رہا کر دیا ہے یہاں رہنا ہو یہاں رہو، مدینہ جانا ہو مدینہ چلے جاؤ، یہ قیدی رہا ہو جاتے ہیں کیا کوئی فوج آئی تھی رہا کرانے کے لئے، کیا کوئی مدد آئی تھی رہا کرانے کے لئے، نہیں جس جگہ سے یہ قافلہ گزرا تھا اس نے دلوں میں اتنے اثرات ڈالے تھے جدھر سے یہ روتے ہوئے قیدی گزرتے تھے انقلاب آجاتا تھا۔

میں اس مختصر وقت میں جتنا سنا سکتا تھا اتنی ہی میں نے تاریخ نچوڑ کے آپ کو سنا دی ہے میں ایک لفظ اپنے سمجھدار مجمع سے پوچھنا چاہتا ہوں مجھے بتاؤ، مجھے بتاؤ خدا کا واسطہ بتاؤ، نبیؐ کا واسطہ بتاؤ، بارہ اماموں کا واسطہ بتاؤ، کربلا کے مظلوموں کا واسطہ بتاؤ، آج جو ہمارے سامنے دین زندہ ہے آج جو مجلسیں ہو رہی ہیں، آج جو منبر بچھے ہیں، یہ جو آج ذاکر تقریریں کر رہے ہیں، یہ آج ہم کو ماتم کرنے کا سینہ زنی کرنے کا موقعہ مل رہا ہے، یہ تاریخ ہم تک کیسے پہنچی ہے، کس چیز نے پہنچایا ہے میں پلٹ کے پھر اپنے الفاظ کو دہرانا چاہتا ہوں، کس چیز نے مسلمان بنایا تھا، کس چیز نے فاطمہؑ کی وفات کے بعد علیؑ کے حامی پیدا کئے تھے کس چیز نے انسانوں کو حسینؑ کے بعد ہمدرد حسینؑ بنایا تھا مگر آپ جواب مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ تو میں بتاؤں۔

جواب بتاؤں سنئے توجہ سے سنئے الفاظ بھلائیے گا نہیں ایک گھنٹہ کی محنت کے بعد یہ لفظ میں آپ کو دے رہا ہوں بس ایک چیز تھی سب کے پاس جس چیز کا نام ہے 'جذبہ، سچا جذبہ، وہ سچا جذبہ جو ایمان بالغیب کے بعد پیدا ہوتا ہے' وہ سچا جذبہ جو قیامت کی سرحدوں کو یاد کرکے پیدا ہوتا ہے بس یہ جذبہ تھا جس نے عربوں کو مسلمان بنایا تھا یہ جذبہ تھا جس نے وفات فاطمہؑ کے بعد علیؑ کے حامی پیدا کئے تھے یہ جذبہ تھا جس نے چالیس چالیس ہزار انسانوں کے قتل ہو جانے کے بعد بھی کوفہ سے شیعوں کی تاریخ کو پیدا کیا تھا، یہ جذبہ تھا جس نے حسینؑ کی حمایت و ہمدردی کے لئے ایسے افراد پیدا کر دیے تھے کہ ڈر کے یزید نے سید سجادؑ کو رہا کر دیا تھا۔

میرے بھائیو! میری بہنو! بتاؤ کیا خدا نے ہم کو اس جذبہ سے محروم کر دیا ہے یا وہ جذبہ ہے ہمارے پاس۔ یاد رکھئے دولت کوئی چیز نہیں ہے سرمایہ کوئی چیز نہیں ہے تعداد کوئی چیز نہیں ہے، طاقت کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ ہے وہ جذبہ ہے، میں آپ کی خدمت میں اگلی پچھلی تاریخ کو سمیٹ کے آخری لفظ کہنا چاہتا ہوں، ایران میں انقلاب آیا، ہتھیار سے نہیں آیا، اکیلے نہتّے ایران نے روس، امریکہ اور اسرائیل سے ٹکر لی تو فقط جذبہ کے سہارے، کون جذبہ؟ مادی جذبہ نہیں، خیالی جذبہ نہیں، مالی جذبہ نہیں، وہ جذبہ جو ایمان بالغیب سے پیدا ہوتا ہے وہ جذبہ جو نبوت و امامت کے ماننے کے بعد پیدا

ہوتا ہے وہ جذبہ جو خوف آخرت سے پیدا ہوتا ہے تصور قیامت سے پیدا ہوتا ہے۔

بس اگر ہم کو نجات یافتہ بننا ہے اگر ہم کو ہدایت یافتہ بننا ہے تو خالی لفظوں سے کام نہیں چلے گا صرف سننے اور سنانے سے کام نہیں چلے گا صحیح جذبہ کے ساتھ اٹھنا پڑے گا اٹھنے کے بعد ہم کو ایسے حالات بنانا پڑیں گے کہ ہمارے بچوں کو تعلیم ملے اسلامی ماحول میں، ہمارے بچوں کو پڑوس ملے، اسلامی پڑوس۔ ہمارے بچوں کو کاروبار ملے اور اسلامی کاروبار۔ یہ بات آج نہیں پیدا ہوگی۔ آج نیت کریں گے آج جذبہ کے ساتھ اٹھیں گے کل پیدا ہوگی یہ اپنے مسائل کو حل کرنا ہے مسائل کو حل کیجئے اس کے بعد آسانیاں پیدا ہوجائینگی ضرورت ہوتی ہے افراد کی، ضرورت ہوتی ہے سرمایہ کی، سرمایہ کہیں سے لانا نہیں ہے اگر ہر اثنا عشری شیعہ اپنا فطرہ، اپنی زکوٰۃ، اپنا خمس صحیح صحیح حساب کرکے نکالے اور انھیں صحیح طور پر خرچ کیا جائے ہم میں سے ہر آدمی خدا و نبیؐ و امامؑ کے سامنے جوابدہ بن جائے، جوابدہ بن کے اپنی زندگی کو مرتب کرے تو آدمی بھی مل جائیں گے سرمایہ بھی مل جائے گا، جذبہ بھی مل جائے گا اور یاد رکھئے اگر ہم اسی طرح سے ڈھیل ڈھالی دینداری کی زندگی بسر کرتے رہے ہاں سچ ہے کہ پردہ ہونا چاہئے مگر حالات پردہ کے نہیں ہیں، ہاں سچ ہے نجس نہیں کھانا چاہئے مگر حالات ایسے نہیں ہیں، ہاں سچ ہے حلال

کہنا چاہئے مگر حالات ایسے نہیں ہیں تو میں آخری لفظ پوچھوں گا؛ اور یہی میری محنت کا ماحصل ہے۔

جب ہم میدان محشر میں پہنچیں گے ملائکہ سے کہیں گے ہم تھک کے آئے ہیں قبر میں رہ کے آئے ہیں، برزخ میں رہ کے آئے ہیں محشر سے گزر کے آئے ہیں بڑی محنت جھیل کے آئے ہیں بس اب جنّت کا دروازہ کھول دو ہمیں جگہ دیدو تاکہ ہماری تھکی ہوئی زندگی آرام لے لے اگر پلٹ کے ملائکہ نے جواب دیا مگر تمھارے اعمال کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ تم کو جنّت میں جگہ دی جا سکے تو پھر ہم ہاتھ مل کے رہ جائیں گے۔

بس میرا بیان ختم ہوگیا، میری فریاد ختم ہوگئی، میرے دردِ دل کا تذکرہ ختم ہوگیا۔ میں خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں، پالنے والے جس طرح میں سوچتا ہوں اس طرح سوچنے کا سب کو موقع دیدے ہم مل جل کے اپنے حالات کو ایسا بدل سکیں کہ ہمارے بچوں کو، ہماری عورتوں کو، ہماری لڑکیوں کو، ہمارے جوانوں کو، ہمارے مردوں کو ہر جگہ اسلامی ماحول ملے، یہ کہیں آسمان سے نہیں آئے گا فرشتے لاکر نہیں دیں گے اسی حسینؑ کے صدقہ میں ہم کو ان سے درس عمل سیکھ کر ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا۔

بس ختم کرتا ہوں اور آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ جمع بھی ہوتے ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ میرے درد دل اور میری فریاد کو سن بھی لیتے ہیں۔ بس میں نے ختم کی بات، اور یہ کہتے ہوئے ختم کرنا چاہتا ہوں آئیے جذبہ ڈھونڈنا ہے، جذبہ لینا ہے تو جذبوں کی کوئی کمی نہیں

ہے بچوں کو جذبہ چاہیے اصغرؑ سے لے لو، نوجوانوں کو جذبہ چاہیے قاسمؑ سے لے لو، جوانوں کو جذبہ چاہیے اکبرؑ سے لے لو، ان سے بڑوں کو جذبہ چاہیے عباسؑ سے لے لو، سن والوں کو جذبہ چاہیے مسلم بن عوسجہ سے لے لو، بوڑھوں کو جذبہ چاہیے حبیبؑ سے لے لو، نئے آنے والوں کو جذبہ چاہیے حرؑ سے لے لو، عورتوں کو جذبہ چاہیے زینبؑ و رقیہؑ و ربابؑ اور ام کلثومؑ سے جذبہ لے لو، لڑکیوں کو جذبہ چاہیے سکینہؑ سے جذبہ لے لو، میں ختم کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہہ کے ختم کرنا چاہتا ہوں آئیے آئیے میں ایک جذبہ کا نمونہ دکھاؤں، ایک جذبہ کا آئینہ دکھاؤں، ایک جذبہ کا موقع دکھاؤں۔

عاشور کا دن ہے دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور اتنے تیر برسائے گئے ہیں کہ حسینؑ کی فوج کے سارے گھوڑے تقریباً ختم ہو گئے ہیں بہت تھوڑے گھوڑے باقی بچے ہیں، سوار بھی زخمی ہو گئے ہیں پیدل بھی زخمی ہو گئے ہیں مگر کیا کمال ہے اصحاب حسینؑ کا، سب زخمی ہوئے ہیں مگر بنی ہاشم کو زخمی نہیں ہونے دیا ہے، حسینؑ کا زخمی ہونا تو بڑی بات ہے لیکن جب تھک کے شام کا لشکر تیر اندازی بند کرتا ہے تو حسینؑ کے کانوں میں کسی رونے والی عورت کی آواز آتی ہے حسینؑ امام ہیں ان کے پاس علم غیب ہے وہ سب جانتے ہیں مگر دردِ دل دنیا کے سامنے ظاہر کرنا چاہتے ہیں پوچھتے ہیں یہ کون رو رہا ہے کس پر رو رہا ہے، آواز دینے والا آواز دیتا ہے۔ مولاؑ آپ کا بوڑھا صحابی مسلمؑ بن

عوسجہ زخمی ہوگیا ہے بوڑھے مسلم خاک وخون میں تڑپ رہے ہیں ان کی کنیز ان کے سرہانے رو رہی ہے حسینؑ اٹھے آئے آکے بیٹھے زمین پر، ابوتراب کا بیٹا زمین پر بیٹھ گیا جس نے نبیؐ کی پشت مبارک پر کبھی قدم رکھے تھے جس نے معراج پائی تھی نبیؐ کی پیٹھ پر اس نے اپنے صحابی کو معراج دی کہ زمین سے سر اٹھایا اور اپنی گود میں رکھ لیا اے مسلم مبارک ہو جو فاطمہؑ کی گود میں رہا کرتا تھا اس نے تمھارے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا ایک مرتبہ کہا مسلم کیا حال ہے کہا مولا الحمد للہ کہ حق ادا کر کے جارہا ہوں۔

حبیبؑ قریب آگئے جذبہ پہچانئے، حبیبؑ قریب آگئے کہا تمھارے بچے بھی یہاں موجود ہیں اگر دل میں کچھ وصیت کا خیال ہو تو خیال لے کے نہ جاؤ اگرچہ میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے شہید ہونے آرہا ہوں مگر بات کا بوجھ دل پر نہ لیجاؤ کہتے جاؤ بس کہنے کا موقع بھی ختم ہوچکا تھا زبان کام نہیں کر رہی تھی کچھ زبان سے کام لیا کچھ آنکھ کے اشارہ سے کام لیا امامؑ کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا اور کہا کوئی وصیت نہیں بس اتنی وصیت ہے کہ امامؑ کی حفاظت کرتے رہنا۔ مسلم نے دم توڑ دیا حبیبؑ رونے لگے حسینؑ رونے لگے اصحابؑ رونے لگے بنی ہاشم رونے لگے۔ جب پورا ماحول رو رہا تھا ایک خیمہ کا پردہ اٹھا خیمہ کے در سے ایک بچہ نکلا کمر میں تلوار باندھے ہوئے نکلا حسینؑ کو دیکھ کے کربلا کے میدان کی طرف جانے لگا امامؑ نے کہا اس بچہ کو واپس لاؤ، بچہ واپس آیا امامؑ جانتے

ہیں کس کا بچہ ہے مگر دنیا کو جذبہ کا پیغام دینا چاہتے ہیں کہا بیٹا کس باپ کی یادگار ہو ننھے ننھے ہاتھ جوڑے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑے آقا یہ جسکی لاش آپ کے سامنے ہے یہ جس کی میت کا سر آپ کی گود میں ہے اسی مسلم کا بیٹا ہوں، کہا میرے شہید میرے ساتھی میرے صحابی کے بچے آمیرے کلیجے سے لگ جا تیرے باپ نے شہادت کا حق ادا کیا ہے جا اپنے خیمہ میں جا اپنی ماں کی گود میں بیٹھ تا کہ تیری ماں زندگی کی کڑی دھوپ تیری محبت کے سہارے بسر کرسکے، اللہ جب حسینؑ اس بچہ کو سمجھا رہے تھے بچہ سر جھکائے کھڑا ہوا تھا کہ کسی نے خیمہ کا پردہ پھر اٹھایا سر پر چادر پڑی ہوئی ہے۔ کہا مولاؑ یہ میرا بچہ ہے یہ جس کی لاش ہے یہ میرا شوہر ہے مسلم اگر شہید ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنی قربانی پیش کی ہے مجھ پر سے جہاد ساقط ہے یہ میرا ہدیہ ہے قبول کر لیجئے۔ میں نے ہی اسے سجا کر بھیجا ہے اور بچہ نے پلٹ کے کہا مولا میں کیسے پلٹ کے جاؤں میری اماں نے ہی مجھے کربلا کے میدان میں مرنے کے لئے بھیجا ہے۔

سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

چھٹی مجلس

اعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم قال اللہ تبارک وتعالیٰ
وھو اصدق القائلین بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اولئك
علیٰ ھُدی مِن رَّبِّھِمْ وَاولئِكَ ھم المفلحون۔ صلوٰۃ

ہم اور آپ اس بات سے باخبر ہیں کہ ہر حکم خدا کی تعمیل نبیؐ وامامؑ کے حکم کی تعمیل عبادت ہے لیکن اور عبادتوں میں اور اس عبادت میں جس میں ہم اور آپ اس وقت جمع ہیں ایک فرق ہے نماز عبادت ہے روزہ عبادت ہے ہر حکم خدا اور نبیؐ وامامؑ کی تعمیل عبادت ہے لیکن مجلس وہ عبادت ہے جو خود عبادت بھی ہے اور عبادت گر اور عبادت ساز بھی ہے یعنی ان مجلسوں میں سننے والوں کو ایسے فائدے پہنچتے ہیں کہ یہ مجلس ان دوسری عبادتوں کو انجام دینے کے لئے آمادہ کرتی ہے اسی لئے میں آپ کے سامنے زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں ایسے تذکروں کے پیش کرنے کی جو تذکرے عبادت ساز بھی ہوں عبادت گر

بھی ہوں کردار ساز بھی ہوں میں نے اسی لئے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ان آیتوں کا سلسلہ سنانا روزانہ اپنا فریضہ قرار دیا ہے جن کی روشنی میں ہر انسان اپنے بارے میں یہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں یا نہیں ہم نجات یافتہ ہیں یا نہیں ہیں نے جس آیۂ کریمہ کی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں پروردگار عالم نے کہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ بھی ہیں جن کو ہدایت اپنے رب سے ملی ہے اور یہی نجات یافتہ بھی ہیں آپ مجھے اجازت دیں گے کہ روزانہ کی طرح آپ کے سامنے اس تذکرہ کو دہراؤں کہ قرآن مجید میں پروردگار عالم نے جن لوگوں کو ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ قرار دیا ہے ان کی صفتیں بیان کی ہیں کہ یہ لوگ متقی ہیں پرہیز گار ہیں پابند دین ہیں اور وہ متقی اور پرہیز گار ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں نماز و کو ادا کرتے ہیں اپنی روزی کے ہر حصہ میں سے کوئی نہ کوئی حصہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور پیغمبرؐ جو کچھ ہم نے تم پہ اتارا اور نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ سے پہلے سارے نبیوں پر جو کچھ اتارا اور نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر پورا پورا پکا پکا یقین رکھتے ہیں۔

میں قرآن مجید کی ان آیتوں کے ترجمہ کو اسی لئے پیش کرتا ہوں کہ کم سے کم دس دن میں ہم کو اتنا فائدہ تو حاصل ہو جائے کہ ہمارے بچے بچے کو یہ بات یاد ہو جائے کہ ہدایت یافتہ ہونے کے لئے اور

نجات یافتہ ہونے کے لئے قرآن مجید کے بیان کے مطابق کتنی چیزیں ضروری ہیں اور ہم حساب لگا سکیں کہ ہم میں وہ چیزیں پائی جاتی ہیں یا نہیں پائی جاتی ہیں، سب سے پہلا لفظ ہے کہ نجات پانے والے متقی ہوں گے پرہیزگار ہوں گے تقویٰ کیا ہے ایک عالم دین نے اس کی بہترین مثال پیش کی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ اسے میں آپ کو سناؤں پوچھنے والے نے پوچھا کہ تقویٰ کس چیز کا نام ہے جس نے پوچھا تھا اس کو سمجھانے کے لئے اسی پوچھنے والے سے انھوں نے سوال کیا کہ تمھیں ایک پھول تک پہنچنا ہے اور جس پھول تک تمھیں پہنچنا ہے اس کے راستہ پر دونوں طرف کانٹے والے درخت لگے ہوئے ہیں تو تم پھول تک کیسے پہنچو گے کہا پھول تک پہنچنے کا راستہ یہی ہوگا کہ ہم ہر قدم پر دونوں طرف کانٹوں کو ہٹاتے جائیں گے اور راستہ بناتے جائیں گے یہاں تک کہ اس پھول تک پہنچ جائیں جس تک ہم کو پہنچنا ہے اور جس کو ہمیں حاصل کرنا ہے تو عالم دین نے مسکرا کے کہا بس یاد رکھو اس زندگی میں دونوں طرف کانٹے ہیں ۔ واجب چھوڑ دینا ایک کانٹا ہے گناہ کرنا دوسرا کانٹا ہے زندگی کے دونوں طرف کے کانٹے کو ہٹاتے جاؤ تقویٰ کا راستہ بنتا جائے گا اور نجات اور ہدایت تک پہنچ جاؤ گے ۔ صلواۃ

معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی تقویٰ کے جو مختصرترین معنی بیان کئے ہیں میری بہنوں اور بھائیوں کو یاد رکھنا چاہئے' فرمایا تقویٰ کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے کہنے پر عمل کیا جائے اس کی

نافرمانی نہ کی جائے اس کے بعد ایک خیال اور کبھی کبھی ذہن میں پیدا ہوتا ہے اس کے بارے میں بھی ایک حدیث سنیں آپ۔

کبھی کبھی خیال پیدا ہوتا ہے اگر چھوٹے موٹے گناہ کر لئے تو کیا نقصان ہے۔ کسی نے یہی تذکرہ کیا ٹھیک ہے بڑے بڑے گناہ نہیں کریں گے۔ لیکن انسان ہیں اگر چھوٹے موٹے گناہ کر لئے تو کیا نقصان ہے لیکن یاد رکھے گا جو چھوٹے موٹے گناہ بھی کرے گا وہ متقی نہیں ہوگا متقی وہی ہوگا جو نہ چھوٹے گناہ کرے گا اور نہ بڑے گناہ کرے گا لیکن جب آدمی نے یہ سوال کرنا چاہا تھا اگر چھوٹے موٹے گناہ کر لئے تو کیا نقصان ہے آپ کی بہترین توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ بہترین بات آپ کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں تو جب کہنے والے نے کہا کہ چھوٹے موٹے گناہ کر لئے تو کیا نقصان ہے تو مسکرا کے جواب دیا کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ تم کو نظر آتے ہیں یہ سارے بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے پتھروں ہی سے بنے ہیں اگر یہ چھوٹے چھوٹے پتھر نہ ہوتے تو اتنا بڑا پہاڑ نہ بنتا، تو اگر تم چھوٹے موٹے گناہ کرتے رہو گے تو گناہوں کا پہاڑ تیار ہو جائے گا۔ صلوٰۃ

آدمی اپنے کئے ہوئے کاموں کو بھول جاتا ہے اور اس بھول میں بھی ایک صفت ہے اچھے کام تو بہت یاد رہتے ہیں لیکن برے کام کرنے کے بعد آدمی بھول جاتا ہے مجھے ایسے لوگ ملے ہیں اور آپ کو بھی ملیں گے اس لئے کہ زندگی ایک ہی ہے ہم کسی اسپتال میں کسی بیمار

آپ یاد رکھیں۔

اس بات کو خوب توجہ کے ساتھ سن لیں اور زندگی میں یاد رکھیں بے شک شریعت نے مذہب نے جگہ جگہ تذکرہ کیا ہے یہ عبادت کرو گے یہ ثواب ملے گا یہ عبادت کرو گے یہ ثواب ملے گا، واجب نماز پڑھو گے یہ ثواب ملے گا، فلاں سنت نماز پڑھو گے یہ ثواب ملے گا، واجب روزہ رکھو گے یہ ثواب ملے گا، فلاں سنت روزہ رکھو گے یہ ثواب ملے گا۔ کوئی عبادت ایسی نہیں ملے گی جس کا ثواب قرآن مجید میں حدیثوں میں اور فقہ کی کتابوں میں نہ بیان کیا گیا ہو اور اس میں ایک رخ ہے جو اکثر ہماری نگاہوں سے چھپ جاتا ہے ہم نماز پڑھیں گے ثواب ملے گا یہ ہم میں سے اکثر آدمی جانتے ہیں اور ہم میں سے اکثر آدمی یہ نہیں جانتے ہیں کہ جب جھوٹ بولنے کی جگہ آگئی اور ہم جھوٹ نہیں بولے تو اس کا بھی بہت بڑا ثواب ملے گا۔

یعنی میں یہ محسوس کرانا چاہتا ہوں کہ واجبات کی ادائیگی کے ثواب سے کہیں زیادہ ثواب ہوتا ہے، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا۔ یہ درمیان میں بات آگئی ورنہ جو بات میں کہنا چاہتا تھا جس کے لئے میں آپ کی توجہ اور بہترین توجہ چاہتا ہوں وہ یہ کہ بے شک قرآن میں، تفسیر میں، حدیث میں، مسائل کی کتابوں میں یہ تذکرہ موجود ہے یہ کام کریں گے یہ ثواب ملے گا یہ کام کریں گے یہ ثواب ملے گا لیکن اس ثواب کے بارے میں ایک لفظ یاد رکھئے گا اور اگر اس لفظ کو آپ سمجھ لیں

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دل و دماغ میں جگہ دے لیں تو درجنوں نہیں سیکڑوں سوالات ہوں، انشاءاللہ زندگی میں نہیں پیدا ہوں گے یہ جو نیکیوں کا یا گناہوں سے بچنے کا ثواب خدا ہمیں دے رہا ہے یہ ثواب خدا کا کرم ہے جو دے رہا ہے، اس کا انعام ہے جو دے رہا ہے۔ اس کا فضل ہے جو دے رہا ہے۔ اس نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے لہٰذا دے رہا ہے، ہمارا کوئی حق نہیں ہے کہ ہم کسی واجب کے ادا کرنے کے بعد یا کسی گناہ سے بچنے کے بعد یعنی کسی حکم خدا کسی حکم نبیؐ، کسی حکم امامؑ پر عمل کرنے کے بعد خدا سے جزا اور ثواب مانگنے کا حق رکھتے ہوں میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے میں نے یہ کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں ہر کام کا ثواب ہے ہر واجب ادا کرنے کا ثواب ہے ہر مستحب کام کرنے کا ثواب ہے، ہر حرام سے بچنے کا ثواب ہے، ہر مکروہ چھوڑنے کا ثواب ہے۔ مگر یہ سارا ثواب ہمارا حق نہیں ہے۔ خدا نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے کہ وہ ہمیں ثواب دے گا۔ لیکن ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس سے مانگ سکیں۔

یعنی پہلے آپ اس منزل کو پہچان لیں اس کو ایک مثال سے آپ پہچان لیں، ایک آدمی نے مجھ سے کہا ایک خط لکھ دیجئے۔ میں نے کہا میں خط لکھ دوں گا آپ مجھے کیا دیں گے۔ اگر میں ایسا کہتا ہوں تو ایسا کہنے کا حق مجھے حاصل ہے۔ مثال سناتا ہوں کیوں حق حاصل ہے۔ جس ہاتھ سے لکھوں گا وہ ہاتھ میرا ہے جو خط لکھوا رہا ہے اس کا

ہاتھ نہیں ہے جس علم سے میں خط لکھوں گا وہ علم میرا ہے۔ اس کا دیا ہوا علم نہیں ہے۔

ارے بھائی دنیا کا کوئی آدمی کسی کام کے لئے ہم سے اور آپ سے کہے ہم اس سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم یہ کام کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا لیکن میں مثال بدلتا ہوں اور آپ سے بہترین توجہ مانگتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں ہم نے بڑھ کے بغیر کہے اپنی ماں کے یا اپنے باپ کے پیر دبا دیئے یا ماں باپ نے کہا ذرا ہمارے پیر دبا دو اور ہم نے دبا دیئے مثال میں نے بدل دی ہے۔

اب میں پوچھنا چاہتا ہوں دنیا میں ہے کوئی بیٹا ہے، کوئی بیٹی، جس کو یہ حق ہو کہ اپنی ماں سے وہ پوچھے اپنے باپ سے وہ پوچھے کہ ہم اپنے پیر دبائیں گے تو آپ ہمیں کیا دیں گے۔ دنیا کے ہر انسان سے ہر کام پر ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم تمہارا کام کرینگے تو تم ہمیں کیا دوگے۔ لیکن ماں سے ہم یہ کہیں کہ ہم آپ کا کام کریں گے تو آپ ہمیں کیا دیں گی ہم باپ سے کہیں ہم کام کریں گے آپ ہمیں اس کے عوض میں کیا دیں گے تو ساری دنیا کہے گی تم سے زیادہ نالائق کوئی انسان نہیں ہے تم سے زیادہ بدتر کوئی انسان نہیں ہے۔ کہ تم ماں باپ سے مانگ رہے ہو کہ آپ کو پانی پلائیں گے تو کیا دیں گے آپ کے پیر دبائیں گے تو کیا دیں گے۔ آپ کا سر دبائیں گے تو کیا دیں گے آپ کی خدمت کریں گے تو کیا دیں گے۔ میں دنیا سے پوچھنا چاہتا

ہوں جب ہر انسان سے ہم پوچھ سکتے ہیں کہ ہم تمہارا کام کریں گے تو ہمیں کیا دو گے۔ تو ہم اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں پوچھ سکتے ہیں معمولی سمجھ والا بچہ بھی سمجھائے گا جس نے ہم سے کام کے لئے کہا ہے اس کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے اس نے کچھ ہمیں دیا نہیں ہے لیکن ماں باپ سے اس لئے نہیں پوچھ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ماں باپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے یہ جو کپڑے میرے جسم پر ہیں یہ ماں باپ نے مجھے نہیں پہنائے تھے یہ میں نے کما کے پہنے ہیں لیکن میں نے جس جسم سے کمایا ہے جس عقل سے کمایا ہے جس زندگی سے کمایا ہے یہ سب تو میرے ماں باپ ہی کی دی ہوئی ہے کبھی کبھی لوگ پوچھتے بھی ہیں کہ ماں باپ کا حق مرنے کے بعد کیوں باقی رہتا ہے میں ہمیشہ سمجھایا کرتا ہوں، ماں باپ سے جو ملا ہے اگر ان کے مرنے کے بعد ختم ہو جائے تو مرنے کے بعد ان کا حق بھی ختم ہو جائے گا لیکن ان کی دی ہوئی چیزیں ہمارے پاس مرنے کے بعد جب باقی رہتی ہیں تو ان کے مرنے کے بعد بھی ان کا حق ہمارے اوپر باقی رہے گا لوگ سوچتے ہیں میری مراد اس سے دولت ہوتی ہے یا مکان ہوتا ہے۔ نہیں نہیں، ہم کو جو زندگی ملی ہے ہماری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے یہ جن ہڈیوں پر ہمارے جسم کا ڈھانچہ کھڑا ہے اس پر جو گوشت منڈھا ہوا ہے اس پر جو کھال چڑھی ہوئی ہے جس سے بچپنا گزرتا ہے۔ جوانی گزرتی ہے بڑھاپے تک ہم جئیں گے یہ جو کچھ ہے ہمارے پاس، یہ ہمارے ماں

باپ کا دیا ہوا ہے تو وہ اگر ایک نیا پیسہ بھی دے کر نہ جائیں تو ہماری زندگی میں رویاں رویاں ان کا دیا ہوا ہے۔ تو جب تک ان عطیہ باقی ہے ان کا حق بھی باقی رہنا چاہیئے۔ صلواۃ

معلوم یہ ہوا کہ جب زندگی کا واسطہ ماں باپ بنتے ہیں ان کے ذریعہ ہم کو زندگی ملتی ہے تو ہم کو اپنے ماں باپ سے مانگنے کا حق نہیں ہے کہ ہم آپ کا کام کریں گے تو آپ ہمیں کیا دیں گے اگر یہ بات صحیح ہے اگر یہ بات میرے بچوں نے سمجھ لی ہے تو اب اس کے بعد میں کہنا چاہتا ہوں۔ ماں باپ پیدائش کا ذریعہ ہیں پیدا کرنے والے تو نہیں ہیں تو پیدائش کے وسیلہ کا یہ حق ہے کہ وہ زندگی بھر ہم سے خدمت لے ہم کو اس سے مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے تو خالق کی عبادت کے بعد مالک کی عبادت کے بعد رازق کی اطاعت کے بعد ہم کو ثواب مانگنے کا جزا مانگنے کا کیا حق حاصل ہے۔ صلواۃ

میں نے یہ بات اس لئے کہنا چاہی ہے کہ بے شک پروردگار عالم نے ہر جگہ وعدہ کیا ہے تم یہ کروگے تو ثواب دیں گے۔ تم یہ کروگے تو ثواب دیں گے۔ مگر یہ اس کا انعام ہے یہ اس کا کرم ہے۔ یہ اس کا فضل ہے۔ یہ ہمارا حق نہیں ہے۔ اگر ہم کہتے ماں باپ سے ہم پیر دبائیں گے ہمیں کیا ملے گا تو ساری دنیا ہمیں ٹھکراتی۔ تم سے زیادہ نالائق کوئی اولاد نہیں ہے۔ کہ ماں باپ کے پیر دباؤگے اور کہتے ہو کہ کیا ملے گا۔ لیکن ہم نے ان کے پیر دبائے۔ جب ہم اٹھ کے جانے

لگے تو ایک مرتبہ انھوں نے کلیجہ سے لپٹایا اور کہا یہ سو روپئے کا نوٹ اس لئے رکھ لو کہ تم نے ہمارا دل خوش کیا ہے ۔بس جو نا سمجھ بچہ ہے وہ سو روپئے کو قیمتی سمجھے گا اور جو سمجھدار بچہ ہے تو نہیں ایک لاکھ روپئے کو بے قیمت سمجھے گا۔ اور جو کلیجہ سے ماں نے باپ نے لگا لیا ہے اس محبت کو زیادہ قیمتی سمجھے گا۔ اب جو ہلکی بندگی والے ہیں وہ جنت کو بڑی نعمت سمجھتے ہیں جو بڑی بندگی والے ہیں وہ خدا کی خوشنودی کو بڑی نعمت سمجھتے ہیں ۔جنت بے حقیقت ہے اس حقیقت کے سامنے کہ ہمارے امام ہم سے راضی ہوجائیں۔ جنت بے حقیقت ہے اس حقیقت کے سامنے کہ ہمارے نبیؐ ہم سے راضی ہوجائیں جنت بے حقیقت ہے اس حقیقت کے سامنے کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہوجائے صلواۃ

توبس جیسے ماں باپ نے ہمیں پالا ہے ہم سے محبت کرتے ہیں تو ہم کچھ بھی کریں گے وہ انعام دیں گے ہم ان کی خدمت نہیں بھی کریں گے امتحان ہم پاس کرتے ہیں انعام وہ ہمیں دیتے ہیں ماں باپ کی تو ہم نے خدمت بھی نہیں کی امتحان پاس کیا ہے مگر امتحان ہم پاس کر رہے ہیں خوشی بھی ان کو ہو رہی ہے انعام بھی وہ ہمیں دے رہے ہیں بس ویسے ہی بندہ جب بندگی کا امتحان پاس کرتا ہے ۔لفظوں کے لئے توجہ چاہتا ہوں۔ بندہ جب بندگی کا امتحان پاس کرتا ہے تو اس کو کامیابی کی سند دی جاتی ہے کہ یہ متقی ہے تقویٰ کسی اور چیز کا نام نہیں ہے ۔تقویٰ بندگی کے امتحان میں پاس ہوجانے کا نام ہے ۔

بس جیسے ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے ہمارے امتحان میں پاس ہونے پر ویسے ہی ہر بندے کے متقی ہو جانے پر مالک کو خوشی ہوتی ہے۔ آقا کو خوشی ہوتی ہے۔ نبیؐ و امامؑ کو خوشی ہوتی ہے۔ جیسے خوش ہو کے ماں باپ ہمیں انعام دیتے ہیں ویسے ہی نبیؐ شفاعت کرتے ہیں آلِ محمدؐ شفاعت کرتے ہیں۔ اور خدا جنت دیتا ہے مغفرت دیتا ہے۔ رحمت دیتا ہے۔ صلواۃ

بات میں طول ہو گیا۔ ورنہ میں آپ کے سامنے جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم کو خدا سے کسی قسم کے حق کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے وعدہ کیا ہے اور وہ وعدہ کا پورا کرنے والا ہے۔ اس بات کو میں نے اتنی تفصیل سے اس لئے سمجھایا ہے کہ اس کے بعد کبھی میرا کوئی بھائی میری کوئی بہن پلٹ کے نہ پوچھے نماز پڑھیں گے تو کیا ملے گا۔ روزہ رکھیں گے تو کیا ملے گا۔ کیا ملے گا کہنے کا حق ہی ہم کو نہیں ہے۔ آپ ممکن ہے اتنی دیر میں سلسلۂ کلام کو بھول گئے ہوں مگر مجھے تو یاد رکھنا پڑتا ہے بات کہاں سے شروع ہوئی تھی۔

گزارش کیا کر رہا تھا۔ گزارش یہ کر رہا تھا کہ ہم کو خدا کے بارے میں شکوہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم تو خدا کا بڑا خیال کیا کرتے تھے۔ پتہ نہیں ہم اچھے کیوں نہیں ہوتے ہم کو دوا فائدہ کیوں نہیں کرتی۔ ہم تو خدا کا بڑا خیال کیا کرتے تھے۔ ہمارے ہی بیوپار میں ہم کو نقصان

کیوں ہونے لگا۔ تو ہمیں کیا یاد رہتا ہے اپنی گنی چنی نیکیاں یاد رہتی ہیں اور بے شمار گناہ نہیں یاد رہتے۔ ہے کوئی گنتی کرنے والا۔ کہ گناہوں میں اور نیکیوں میں ہم نے تناسب کیا قائم کیا ہے۔ ہم نے ایک مرتبہ چندہ دیا تھا مسجد میں وہ ہمیں یاد ہے۔ لیکن چندہ دیا تھا ہم نے گیارہ بجے دن کو اور صبح سے لے کر گیارہ بجے دن تک اگر ہم نے گیارہ سو گناہ کئے تھے تب بھی وہ ہمیں یاد نہیں۔

آپ کہیں گے صاحب اتنے کم وقت میں اتنے زیادہ گناہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ سیدھی سیدھی سی بات سنئے خالی نگاہ اونچی کرکے چلئے۔ اگر ہر سکنڈ پر دس گناہ نہ ہو جائیں تو میرا ذمہ۔ اس لئے کہ جو عورتیں سر کھولے ہوئے جسم کھولے ہوئے سڑکوں پر چل رہی ہیں۔ ان کو یہ خیال نہیں ہے ہم آپ بھی گزریں گے۔ اور شریعت نے ہمارے لئے نامحرم کو دیکھنا ناجائز اور حرام قرار دیا ہے تو اگر ہم نے نگاہ نیچی کر لی تو ہم ساری سڑک سے گزر جائیں گے اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے چلے جائیں گے۔ لیکن اگر ہم غور سے دیکھتے چلے گئے۔ تو ہر سکنڈ پر جتنے نامحرموں کو ہم نے دیکھا ہے اتنے ہی گناہ ہمارے نامۂ عمل میں لکھے جائیں گے۔

ذرا یہ پہچانئے ہم جب باتیں کرتے ہیں اور باتیں کرنے میں کسی کا عیب بیان کرتے ہیں کسی کی نقل اتارتے ہیں تو ہم کو محسوس بھی نہیں ہوتا ہے ہم تو اپنے خیال میں محفل سجا رہے ہیں دوستوں کی بزم

یں رونق پیدا کر رہے ہیں اور وہاں ملائکہ ہمارے نامۂ عمل میں لکھ رہے ہیں۔ یہ غیبت کر رہا ہے۔ یہ مومن کی عزت کو بگاڑ رہا ہے۔ یہ مومن کے دل کو ٹھیس پہنچا رہا ہے یعنی ہم گناہ کبیرہ کرتے جا رہے ہیں۔ اور ہمیں احساس نہیں ہوتا ہے۔ تو میں یہ چاہتا تھا کہ آپ کو ادب کے ساتھ اس بات پر متوجہ کر سکوں کہ ہم کبھی گنتے بھی نہیں کہ کتنے گناہ ہوئے ہیں اور اللہ جانتا ہے ہمارا بندہ کل بھولے پن سے میدان محشر میں کہے گا۔ جب ہم کہیں گے تم نے فلاں اسٹریٹ سے گزرتے گزرتے پانچ منٹ میں ننّوے محروموں کو دیکھا تھا تو ہم آنکھیں پھاڑ کے منہ کھول کے کہیں گے۔ پالنے والے ہمیں تو یاد نہیں ہے۔ اللہ جانتا تھا اپنی مخلوق کو' لہٰذا اس نے ہمارے کندھوں پر دو فرشتے بٹھا رکھے ہیں ایک کا کام ہے نیکی لکھنا ایک کا کام ہے گناہ لکھنا۔ تم کر کے بھول جاؤ گے۔ تم مجھے بھی جھٹلانے کی ہمت کرو گے۔ لہٰذا میں تمھارا ایک ایک کام لکھواتا رہتا ہوں یہ نیکی کا فرشتہ نیکی لکھتا رہتا ہے۔ اور گناہ کا فرشتہ گناہ لکھتا رہتا ہے۔

میں اپنے ان فقروں سے صرف اس شعور کو بیدار کرنا چاہتا تھا۔ کہ ہمیں گنی چنی چند نیکیاں یاد رہتی ہیں اور بے شمار گناہ یاد نہیں رہتے ہیں اور جب کبھی ہم کو کوئی تکلیف ہوتی ہے، کوئی صدمہ ہوتا ہے۔ کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ تو ہم خدا کے بھی شاکی ہو جاتے ہیں۔ نبیؐ و امامؑ کے بھی شاکی ہو جاتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ ہمارا کام تھا سر جھکا کے ان کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اپنے گناہ یاد نہیں آتے ہیں۔

گناہ کیسے ہم کرتے ہیں اور کس تعداد میں ہم کرتے ہیں ـــــــ

ـــــــ اس کے لئے میں حضورؐ سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ارشاد اور ایک واقعہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے عرب کا تصور کیجئے اس عرب کا تصور کیجئے جس میں ریگستان ہے، ریت ہے۔ اگر آپ نے تصور کر لیا تو پیغمبرؐ اپنے کچھ ساتھیوں کچھ اصحاب کو لے کے مدینہ سے باہر نکلے۔ ریگستان میں آئے میدان میں آئے اور آنے کے بعد آپ نے کہا اس میدان سے لکڑیاں چن کر لاؤ تو جہ چاہتا ہوں۔ جب حضورؐ نے کہا لکڑیاں چن کر لاؤ تو اصحاب نے کہا حضور یہ تو ریگستان ہے یہاں تو گھاس نہیں اگتی ہے تو لکڑیاں کہاں ملیں گی۔ کہاں سے ہم لکڑیاں چن کر لائیں۔ہاں کسی باغ میں گئے ہوتے کسی ایسی جگہ گئے ہوتے جہاں ہریالی ہوتی ہے۔ لہلہاتے ہوئے درخت ہوتے ہیں تو ہم لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیتے۔ یہ تو ریگستان ہے یہاں تو گھاس پھوس ملنا دشوار ہے لکڑی کہاں مل سکے گی۔ کہا اچھا ملے گی یا نہیں ملے گی جاؤ، ہر آدمی ایک طرف چلا جائے اور اس کو چھوٹی بڑی جو لکڑی جو تنکا جو ٹکڑا مل جائے وہ اٹھا لائے ایک ادھر چلے گئے ایک ادھر چلے گئے۔ سب طرف پھیل گئے اور تھوڑی دیر میں سب جب واپس آئے تو انھوں نے تنکا تنکا چنا تھا ٹکڑا ٹکڑا چنا تھا چھوٹی بڑی لکڑیاں چنی تھیں۔ جسے جو ملا تھا لے کر آیا تھا ـــــــ

ـــــــ جب سب نے آ کر جمع کرنا شروع کیا تو تھوڑی دیر میں اس

میدان میں ریگستان میں لکڑیوں کا ایک ڈھیر نظر آرہا تھا۔ پیغمبرؐ نے کہا تم نے جب اس میدان پر پہلی نظر ڈالی تھی تو تم کو کوئی لکڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی لیکن جب تم نے اس کو چننا شروع کیا ہے تو تم نے اتنے ہی علاقہ میں چن کے اتنا بڑا لکڑیوں کا ڈھیر جمع کر دیا اور اس کے بعد آپ نے کہا میں نے یہ مثال تمہارے سامنے اس لئے پیش کرنا چاہی ہے کہ آدمی جو اپنی سپاٹ زندگی پر غور کرتا ہے تو سوچتا ہے کہ ہم نے گناہ نہیں کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ جو روز گناہ کو لکھتے رہتے ہیں جب وہ نامۂ عمل تمہارے ہاتھ میں دیں گے جیسے اس میدان میں تم کو لکڑیاں نہیں دکھائی دے رہی تھیں لیکن جب چنی ہیں تو یہ ڈھیر جمع ہو گیا ایسے ہی اگر تم اپنے کو گناہوں سے نہیں بچاؤ گے تو تمہاری زندگیوں میں گناہوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اور جب ڈھیر لگ جائیں گے تو پھر سزا کا استحقاق ہوگا عذاب کا استحقاق ہوگا۔ صلواۃ

کبھی کبھی ایک مسئلہ اور بھی بچوں کے ذہنوں میں الجھتا ہے اسے بھی حل کرنا چاہتا ہوں۔

اور وہ مسئلہ یہ کہ ٹھیک ہے ہم نے خدا کا واجب نہیں ادا کیا۔ خدا نے جن کاموں سے روکا تھا۔ ہم نہیں رکے، تو ہم نے اپنا ہی بگاڑا ہے۔ خدا ہم کو دوزخ میں کیوں ڈالے گا۔ سوچنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے ہم نے نماز نہیں پڑھی اپنا بگاڑا، ہم جھوٹ بولے اپنا بگاڑا ہم نے سود لیا اپنا بگاڑا، ہم نے ماں باپ کی اطاعت نہیں کی اپنا بگاڑا۔

ہم نے روزہ نہیں رکھا اپنا بگاڑا۔ تو ایک تو اپنا بگاڑ چکے اور خدا ہم کو دوزخ میں بھی ڈال رہا ہے یہ کونسی بات ہے میں ایک چھوٹی سی مثال سے بات سمجھا دوں ہر بچے کے سمجھ میں آجائے گی۔ ہمارا ایک بچہ سال بھر تک پیسے بچاتا رہا نوجوانی میں بچت بہت مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نوجوانی میں تو یہ ہوتا ہے کہ جتنے بھی پیسے مل جائیں خرچ کرو تا کہ دل کے ارمان نکل جائیں۔ لیکن اس نے سال بھر پیسے بچائے میں نے مثال کا یہ بیک گراؤنڈ یہ پس منظر اس لئے تیار کیا ہے کہ آپ کے سامنے جب نتیجہ آئے تو کیفیت سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ سال بھر بچایا یعنی پیاس لگی تھی کولڈ رنک کی دوکان سامنے تھی لیکن سوچا کہ ڈھائی روپے بچالیں یا ایک ٹھنڈی بوتل پی لیں کہا نہیں، پیاسے رہیں گے ڈھائی روپئے بچالیں گے ایسے ہی ڈھائی ڈھائی، ڈھائی ڈھائی بچاتے بچاتے سال بھر کے بعد پیسے جمع ہوئے اور جمع ہونے کے بعد جیسا سال بھر پہلے ایک آدمی کو سوٹ پہنے دیکھا تھا اور اس کے سوٹ کے کپڑے کو دیکھ کے طبیعت للچائی تھی کہ ایسا سوٹ ہم بھی پہن لیتے تو ہم بھی ایسے ہی اچھے لگتے جیسے یہ ہم کو اچھا لگ رہا ہے۔ تو ہم نے سال بھر پہلے ایک سوٹ کا جو خواب دیکھا تھا اس کے لئے سال بھر بچت کی کپڑا خرید کے لائے اور لانے کے بعد ایک درزی کی دوکان پر جا کے ناپ دی۔

اس نے کہا کپڑا قیمتی ہے پیسے زیادہ لگیں گے کہا جتنے زیادہ

پیسے لگ جائیں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بالکل ٹھیک ناپ لو اس لئے کہ سال بھر کی محنت بھی ہے سال بھر کا شوق بھی ہے درزی نے کہا سب سے لیتے تھے پانچ سو آپ سے چھ سو لیں گے تو اس نے کہا وہ بھی دیدیں گے۔

ایک دن گئے۔ وعدہ کی تاریخ پر کہا ابھی نہیں سلا ہے دوسرے دن آئیے گا۔ ایک ہفتہ کے بعد آئیے گا چھ ہفتہ اس نے اور دوڑایا۔ میں مثال میں اضافہ اس لئے کرتا جاتا ہوں کہ آپ ذہن کی کیفیت کو پہچانتے چلیں، آخر آتے آتے وہ دن آیا جس دن معلوم ہوا کہ سوٹ سل کے تیار ہو گیا تو عید کا چاند نہیں نکلا تھا مگر اس کے خیال میں آج ہی عید کا چاند نکلا تھا۔ عید کا چاند تو بارہ مہینوں کے بعد نکل آتا ہے۔ عید کا یہ چاند تو سوا سال کے بعد نکلا تھا۔ سال بھر بچت کی تھی پھر کپڑا خریدا تھا پھر روز دوڑ کے جاتا تھا کہ سل گیا کہ نہیں سل گیا، اب جو اس نے پہننا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ جو کوٹ سلا ہے وہ پیٹ تک ہے۔ اور جو پینٹ سلا ہے وہ معلوم ہوا ہاف پینٹ ہے۔ اس نے بگڑ کے پوچھا ہم نے تم کو ناپ دی تھی تم نے کیا کیا۔ کہا سی تو دیا ہے۔ کہا سی دیا ہے کہ کپڑا برباد کیا ہے۔ کہا اس میں کیا ہے ہم نے اپنا ہی تو بگاڑا ہے۔ بہت ناراض ہیں جو چھ سو روپئے دینے والے تھے نہ دیجئے۔ مثال یاد رہے۔

ہم خدا سے یہی کہنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اپنا بگاڑا ہے۔ ہم نے

اپنا بگاڑ لیا۔ تو پھر ہم کو جنّت نہ دے دوزخ میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے تو وہ درزی بھی کہہ رہا ہے۔ ہم نے سیا ہے، بڑی محنت سے سیا ہے آپ زیادہ سے زیادہ سلائی نہ دیجئے۔ لیکن ہم اس کے گلے پڑیں گے وہ سلائی تو چھوڑ دو تم نے ہمارا کپڑا برباد کیا ہے سال بھر کا خواب برباد کیا ہے اس کی تم کو سزا بھگتنا پڑے گی۔

معلوم یہ ہوا کہ جب کوئی نقصان کرتا ہے تو خالی نقصان نہیں دیکھا جاتا ہے۔ کہ تم کو جو پیسے ملنے والے تھے وہ نہ ملیں گے بلکہ جو تم کو مال دیا گیا ہے اس کو تم نے کیوں برباد کیا ہے۔ عزیزان گرامی خدا نے جو ہم کو زندگی دی ہے جس کے ہم مالک نہیں ہیں اس کا وہ مالک ہے جب اس کو ہم بگاڑ کے پہنچیں گے تو دوزخ میں ہم اس لئے ڈالے جائیں گے کہ تم تقویٰ اختیار کرتے تو تم کو جنت ملتی لیکن تم نے ہماری یہ ملکیت، امانت برباد کیوں کی ہے۔ لہذا تم کو سزا بھگتنا پڑے گی۔ صلواۃ۔

آپ سلسلۂ کلام اور سلسلہ کلام کے مقصد اور ماحصل کو فراموش نہ فرمائیں گے۔

میری ایک ہی کوشش ہوتی ہے۔ یہ مجلس وہ عظیم عبادت ہے جس کو خدا نے قائم کیا، جس کو نبیؐ نے قائم کیا، جس کو آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا کس لئے قائم کیا۔ اس لئے کہ یہ عبادت بھی ہے اور عبادت گر بھی ہے۔ یہ عبادت ساز بھی ہے تو

اس کا پورا پورا فائدہ ہم کو حاصل ہونا چاہئے کہ ہم مجلس میں آئیں ذکر حسینؑ کریں غم حسینؑ منائیں ۔ ماتم حسینؑ کریں، حسینؑ پر روئیں اور وہ سارا ثواب حاصل کریں جو مجلس کا ہے بس اسی کے ساتھ ساتھ ان مجلسوں کے ذریعہ ہدایت بھی حاصل کریں تاکہ یہ مجلس عبادت بھی رہے عبادت ساز بھی رہے، عبادت گر بھی رہے ۔

میں نے آپ کے سامنے روزانہ جو تذکرہ پیش کیا ہے اس میں سے اتنا حصّہ میں دہرا چکا کہ ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہوگی دنیا میں ہدایت یافتہ رہیں اور مرنے کے بعد نجات یافتہ رہیں۔ اللہ نے کہا کوئی خواب دیکھ کے نجات یافتہ نہیں بن جائے گا کوئی خود خیالی میں ہدایت یافتہ نہیں بن جائے گا ۔ تم کو ہم نے قرآن دیا ہے اور قرآن میں ہم نے بیان کر دیا ہے ۔

نجات پانے والے کون ہیں، ہدایت پانے والے کون ہیں۔ وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں پرہیزگار ہیں ۔ متقی اور پرہیزگار کون ہیں میں اتنی دیر سے آپ کے سامنے یہی تذکرہ کر رہا تھا اب میں پھر معصومؑ کی حدیث یاد دلاؤں گا ۔ تقویٰ کیا ہے خدا کی اطاعت کی جائے ۔ نافرمانی نہ کی جائے ۔

دیکھئے ایک لفظ ہے جس کے فرق کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں ہماری سوسائٹی میں لفظ عبادت مخصوص ہوگیا ہے ۔ نماز پڑھ رہے ہیں یعنی عبادت کر رہے ہیں، تلاوت کر رہے ہیں قرآن مجید کی یعنی

عبادت کر رہے ہیں۔ ماتم حسینؑ کر رہے ہیں یعنی عبادت کر رہے ہیں۔ نذر و نیاز و فاتحہ کر رہے ہیں یعنی عبادت کر رہے ہیں۔ راہِ خدا میں چندہ دے رہے ہیں زکوٰۃ و فطرہ و خمس نکال رہے ہیں یعنی عبادت کر رہے ہیں۔

لیکن ہم سوچتے ہیں کہ جب ہم نے بیوپار شروع کیا تو یہ چیز خریدیں یا نہ خریدیں اس کا کیا تعلق ہے مذہب سے، یہ کوئی عبادت تو نہیں ہے لیکن نہیں، اسی لئے معصوُم نے لفظ ہٹا کے رکھا ہے توجہ چاہتا ہوں معصوُم نے لفظ ہٹا کے رکھا ہے۔ تقویٰ کیا ہے، تقویٰ یہ ہے کہ خدا کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اگر آپ توضیح المسائل پڑھیں دوسری مذہبی کتابیں پڑھیں تو اس میں آپ کو ملے گا۔ انسان کی زندگی میں پیش آنے والی چیزیں دو طرح کی ہوتی ہیں کچھ کا نام ہے عبادات اور کچھ کا نام ہے معاملات۔ نماز عبادت ہے۔ روزہ عبادت ہے۔ ماں باپ کی خبر گیری عبادت ہے۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک عبادت ہے۔ مومنین کے حقوق کو ادا کرنا عبادت ہے۔ مرجانے والے مسلمان کے کفن و دفن کا انتظام کرنا عبادت ہے۔ کارِ خیر کرنا عبادت ہے۔ واجبات کو ادا کرنا عبادت ہے۔ مگر نکاح کرنا عبادت کی منزل نہیں ہے۔ اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔ بیوپار کرنا عبادت نہیں ہے اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔ ہم کو قرض لینا ہے اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔ ہم کو

رہن رکھنا ہے گروی رکھنا ہے اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔ مرنے والا مر گیا ہے اس کی میراث کو تقسیم کرنا ہے۔ اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔ ہم کو مل جل کے تجارت کرنا ہے شرکت کے ساتھ تجارت کرنا ہے اس کا شمار معاملات میں ہوتا ہے۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس فرق کو یاد رکھیں گے کہ زندگی میں پیش آنے والے کام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک معاملات اور دوسرے عبادات۔ عبادات کیا ہیں، عبادات وہ چیزیں ہیں جہاں ہم کسی واجب کو یا مستحب کو ادا کرتے ہیں۔ عبادات وہ ہیں جہاں ہم کسی حرام سے یا کسی مکروہ سے بچتے ہیں معاملات وہ سارے کام ہیں۔ جو عبادت نہیں ہیں اور ہماری زندگی میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یاد رکھئے گا عبادات عبادات ہیں، معاملات معاملات ہیں لیکن اگر ہم مسلمان ہیں اگر ہم مومن ہیں اگر ہم شیعہ ہیں اگر ہم اثنا عشری ہیں اگر ہم خدا و نبیؐ و امامؑ کے ماننے والے ہیں۔ تو عبادات میں پابند ہیں کہ جو حکم ہے بجالائیں اور معاملات میں پابند ہیں جس طرح سے جائز کہا گیا ہے اس طرح کریں اور جس طرح سے ناجائز بتایا گیا ہے اس طرح نہ کریں۔ سنئے اور یاد رکھئے کہ جن چیزوں کی تجارت حرام ہے ان چیزوں کی تجارت ہم نہیں کرسکتے کیوں؟ اس لئے کہ اطاعت خدا کے معنی یہی ہیں کہ اس نے جن چیزوں کے بیوپار کو حرام کہا ہے وہ بیوپار نہ کریں بس یاد رکھئے گا۔ معصومؑ نے تقویٰ کے معنی کیا قرار دیئے۔ اللہ کی اطاعت کی جائے اسکی

نافرمانی نہ کی جائے ۔یعنی مسئلہ عبادات کا ہو یا معاملات کا ہو تم کو ہر منزل میں حکم خدا کے سامنے جھک جانا ہے ۔ صلواۃ

ابھی میرے ذمہ سلسلۂ آیات میں کئی چیزیں بیان کرنا باقی ہیں لیکن آج میں آپ کے سامنے تقویٰ کے مرحلہ سے گزر کے منزل بیان کو یہاں تک لانا چاہتا ہوں کہ خدا نے کہا نجات پانے والے، ہدایت پانے والے وہ ہوں گے جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے ۔ سب کو یاد رہے گا کہ تقویٰ کے معنی ہیں خدا کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے یعنی معاملات میں بھی نافرمانی نہ کی جائے عبادات میں بھی نافرمانی نہ کی جائے وہاں بھی اطاعت کی جائے یہاں بھی اطاعت کی جائے ۔

ہم شادی بیاہ بھی اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتے ہیں ۔ ہم تجارت اور بیوپار بھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے ہیں ۔ ہم رہن اور قرض اس کی مرضی کے خلاف نہیں لے سکتے ہیں ۔تو معاملات وعبادات سب میں احکام خدا کی تعمیل کرنا تقویٰ ہے اور جو متقی ہے وہی نجات یافتہ ہے ۔ جو غیر متقی ہے وہ نجات یافتہ نہیں ہے ۔ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے ۔

میں سلسلہ کلام کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں ۔ ارشاد ہوتا ہے

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ۔

نجات پانے والے ہدایت پانے والے وہ متقی افراد ہیں جو غیب

پر ایمان لاتے ہیں پالنے والے یہ غیب پر ایمان لانے کی قید تو نے کیوں لگائی ؟

میں اس غیب کے سلسلہ میں دو مجلسوں میں آپ کے سامنے کافی باتیں بیان کر چکا ہوں اور ابھی مجھے چند باتیں کہنا باقی ہیں وہ آج نہیں کہہ سکوں گا لیکن دو لفظیں کہنا چاہتا ہوں ۔ انھیں آج سن لیجئے ۔

پالنے والے تو نے ہمیں اس دنیا میں پیدا کیا ہے پھر کیوں کہتا ہے کہ اگر تم کو نجات چاہئے ، اگر ہدایت چاہئے تم کو متقی بننا ہے تو غیب پر ایمان لانا ہوگا ۔ پالنے والے سامنے چیزیں لے آ ۔ اور پھر کہہ ایمان لے آؤ ۔ ہم ایمان لے آئیں گے ۔ جنّت کو سامنے کر دے ۔ دوزخ کو سامنے کر دے ۔ نبیوں کو سامنے کر دے ۔ اماموں کو سامنے کر دے ۔ اور پھر کہہ ہم سب پر ایمان لے آئیں ، ہم ایمان لے آئیں گے ۔

میں ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس کے لئے تشریح کی ضرورت نہ ہوگی شاید خدا کا جواب ہوگا کہ اگر تمھارا کل وجود ظاہر ہوتا تو ہم تم پر ایمان بھی ظاہر بہ ظاہر لانے کی پابندی لگاتے لیکن تم میں خود ایک جزء ہے جو غیب ہے لہذا ایمان بالغیب کی ہم نے قید لگائی ہے ۔

یاد رکھئے گا انسان دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے ۔ ایک دکھائی دیتا ہے ظاہر ہے ، ایک غائب ہے جو دکھائی دیتا ہے اس کا نام جسم ہے اور جو نہیں دکھائی دیتا ہے ۔ اس کا نام روح ہے ۔ اور ہم آپ

سب جانتے ہیں ساری کرشمہ سازیاں جسم کی نہیں ہیں روح کی ہیں۔ اگر روح رہے تو سب کچھ ہے اور جو روح نہ رہے تو کچھ نہیں ہے۔ ہم زندگی بھر سمجھتے ہیں ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ ہم زندگی بھر دھوکے میں رہتے ہیں ہمارا دماغ سوچ رہا ہے۔ ہم کو زندگی بھر خیال رہتا ہے ہماری زبان بول رہی ہے۔ ہم زندگی بھر اکڑ کے چلتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ پیر کام کر رہے ہیں۔

لیکن جس دن ملک الموت آجاتے ہیں۔ اور وہ روح کو نکال کے چلے جاتے ہیں۔ اب آنکھ موجود ہے مگر دیکھتی نہیں دماغ موجود ہے مگر سوچتا نہیں۔ ہاتھ موجود ہیں، پیر موجود ہیں مگر چلتے نہیں۔ معلوم ہوا ساری کرشمہ سازی اس روح کی تھی۔ جو نظر نہیں آرہی تھی تو اللہ نے کہا اے انسان تیری خود حقیقت میں دو جز ہیں ایک ظاہر جس کا نام جسم ہے ایک غائب ہے جس کا نام روح ہے۔ اور تیری زندگی اس ظاہری جسم سے حقیقتہً نہیں ہے بلکہ غائب روح سے بھی ہے لہٰذا ایمان ظاہر سے نہیں شروع ہوگا ایمان غیب سے شروع ہوگا۔ صلواۃ

میں نے اس غیب کے سلسلہ میں آپ کے سامنے پچھلے دنوں میں اس بات کی پوری پوری وضاحت کی ہے کہ اللہ نے ہم کو پانچ طاقتیں دی ہیں دیکھنے کی، سننے کی، چھونے کی، سونگھنے کی، چکھنے کی۔ ان پانچ طاقتوں سے جتنی چیزیں معلوم کی جاسکیں چاہے

سائنسی آلات کی مدد سے معلوم کی جاسکیں۔ وہ ساری چیزیں ظاہر شمار ہوتی ہیں۔ ساری چیزیں محسوس شمار ہوتی ہیں لیکن جوان پانچ طاقتوں سے نہ معلوم ہوسکے اسی کو معقول بھی کہتے ہیں اور اسی کو غائب بھی کہتے ہیں۔ اسی کو غیب بھی کہتے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرچکا ہوں غیبِ محض غیبِ مطلق صرف غیب جو ہمیشہ سے غیب ہے، ہمیشہ غیب رہے گا وہ ذات پروردگار عالم ہے۔

اور اس کے بعد جو بجھے اگلے دنوں میں سنانا ہے۔ وہ یہی سنانا ہے اس کیلئے میں اس سے پہلے بھی آپ کے سامنے کہہ چکا ہوں۔ آج صرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگلے بیانوں کے لئے کہ خدا کے بعد ہم کو نبیوں کو ماننا ہے نبیوں کے بعد ہم کو اماموں کو ماننا ہے۔

بس یاد رکھئے گا۔ نبی اور امام ہمارے سامنے آسکتے ہیں مگر امامت اور نبوت وہ غیب ہی ہے اور غیب ہی رہے گی جیسے اللہ عقل کے علاوہ نہیں معلوم ہوسکتا ہے ویسے ہی نبوت اور امامت بھی نہ چھو کے دیکھی جاسکے گی نہ چکھ کے دیکھی جاسکے گی نہ سونگھ کے دیکھی جاسکے گی نہ سن کے دیکھی جاسکے گی جیسے خدائے عقل عقل کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے ویسے ہی اس خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور اماموں کی امامت اور نبوت بھی عقل ہی کے ذریعہ معلوم ہوسکے گی اور آج میں آپ کی خدمت میں آخری فقرہ جو نقل کرنا چاہتا ہوں اپنے بیان کا وہ

یہ کہ شروع کیا کہاں سے؟ نجات وہ لوگ پائیں گے جو متقی ہوں گے متقی وہ ہوں گے جو غیب پر ایمان لائیں گے اور چھ صفتیں بیان کرتے کرتے چھٹی صفت کیا بیان کرتا ہے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ متقی وہی بن سکیں گے۔ نجات یافتہ وہی بن سکیں گے۔ زندگی میں ہدایت یافتہ وہی بن سکیں گے جو آخرت پر بھرپور یقین رکھتے ہوں گے۔

بس ایمان بالغیب کے سلسلہ کی آج کی آخری بات سن لیجئے۔ اور میں مجلس تمام کروں اور وہ یہ کہ ایمان بالغیب ہی وہ چیز ہے جو انسان پر کنٹرول کرسکتی ہے اسکے علاوہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو انسان پر کنٹرول کرسکے۔ کیوں اس لئے کہ جتنی چیزیں ظاہر ہیں وہ ہم پر اس لئے کنٹرل نہیں کرسکتی ہیں کہ اگر وہ ہم سے کمزور ہیں تو ہم ان پر کنٹرول کرتے ہیں وہ ہم پر کیا کنٹرول کریں گی۔ اور اگر وہ ہم سے طاقتور ہیں تو ہم کو ایک بات یاد ہے جب تک آمنا سامنا رہے گا ان کا کنٹرول رہے گا اور جہاں وہ نگاہوں سے اوجھل ہوں گی کنٹرول ختم ہو جائے گا۔

لیکن ایمان بالغیب وہ چیز ہے جو انسان کے سارے اختیارات کے باوجود سارى طاقتوں کے باوجود۔ ساری آزادیوں کے باوجود۔ اس پر ایسا کنٹرول کرتا ہے یہ ایمان بالغیب کہ اس کی آزادی اس کے ارادہ اس کے اختیار کے ساتھ اس سے برائیاں چھڑا دیتا ہے اس کو نیکیوں کی طرف لے آتا ہے۔ میں آپ کو دور نہ لے جاؤں گا۔ کربلا سے آپ کو قریب کرچکا ہوں۔ اب کربلا ہی میں لئے چلتا ہوں۔

حسین کربلا میں آکے اتر چکے ہیں۔ حسینؑ کے خیمے کربلا میں نہر سے دور لگ چکے ہیں۔ ۲ محرم کو حسینؑ آئے تھے ۴ محرم کو پسر سعد کا لشکر آچکا ہے۔ اور جس دن پسر سعد کا لشکر آیا ہے۔ سارے لشکر کو نہر فرات کے دونوں کناروں پر اس طرح بٹھا دیا گیا ہے کہ آدمی سے آدمی کا شانہ ملتا رہے۔ آدمی سے آدمی کو ملا کر دیوار بنائی گئی ہے کہ جانور پانی پئیں لیکن حسینؑ کے بچوں کو ایک قطرہ پانی نہ ملے۔

۸ محرم گزر گئی ہے۔ ۹ محرم گزر گئی ہے۔ شب عاشور گزر گئی ہے۔ عاشور کی صبح شروع ہو گئی ہے صورت حال آپ پہچان رہے ہیں ایمان بالغیب اور آخرت کا یقین انسان پر کتنا کنٹرول کرتا ہے یہ ایمان والے' یہ ہدایت والے' یہ نجات والے وہ ہیں جو آخرت پر بھرپور یقین رکھتے ہیں یہ آخرت کا یقین یہ ایمان بالغیب کیسے کنٹرول کرتا ہے اس کی میں تصویر دکھانا چاہتا ہوں۔

آپ نے برابر سنا ہے کہ عاشور کے دن حسینؑ نے صبح کو تین تقریریں کی ہیں دشمن کے سامنے۔ ایک تقریر اونٹنی پر بیٹھ کے کی ہے دوسری تقریر اونٹنی سے اتر کے گھوڑے پر بیٹھ کے دشمن کے لشکر کے قریب جا کے کی ہے اور تیسری تقریر میں آپ نے خاص طور سے کوفہ والوں کو جنھوں نے خط لکھ کے بلایا تھا۔ ان کو خطاب کرکے ان کے سامنے تقریر کی ہے اور تقریر کرکے یہی کہا ہے۔

کیوں تم میرے خون کو بہانا چاہتے ہو۔ کیوں تم خون بہا کے دوزخ

کی آگ میں جانا چاہتے ہو۔ اور حسینؑ کی تقریر کے جواب میں ایک ہی فقرہ سننے میں آتا ہے کہ حسینؑ تم پر کوئی جرم نہیں ہے۔ تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔ تمھارے دامنِ پاک پر کوئی الزام نہیں ہے لیکن ہم تمھیں قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے کہ تم علیؑ کے بیٹے ہو اور ہم کو علیؑ سے عداوت ہے۔ لہذا ہم تمھیں قتل کریں گے۔ حسینؑ تقریر ختم کر دیتے ہیں۔

خیمے میں واپس چلے آتے ہیں۔ لیکن کس نے نہیں سنا ہے اور کون نہیں جانتا ہے کہ جب حسینؑ خیمے سے باہر نکلے ہیں۔ قرآن گھر میں رکھ کے نکلے ہیں۔ نبیؐ کا عمامہ خیمہ میں رکھ کے نکلے ہیں۔ نبیؐ کی عبا اتار کے خیمہ میں رکھ کے نکلے ہیں۔ حسینؑ خیمہ سے باہر آئے ہیں اور شام کے لشکر سے حرؑ اپنے بیٹے کا ہاتھ تھامے ہوئے آہستہ آہستہ آگے نکل رہے ہیں اور جب اپنے لشکر کی سرحد کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو کوڑے مار کے گھوڑے کو پوری طاقت سے دوڑا کے حسینؑ کے قریب آجاتے ہیں۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں حرؑ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ہیں حرؑ سے کوئی کچھ کہہ نہیں رہا ہے۔ حرؑ کے پاس پوری آزادی ہے۔ حرؑ کے پاس پورا اختیار ہے۔ حرؑ اپنے اختیار سے اب تک تھے انھوں نے اپنے اختیار سے حسینؑ کا راستہ بھی روکا تھا۔ انھوں نے اپنے اختیار سے حسینؑ کو کربلا میں اترنے پر مجبور بھی کیا تھا وہ اپنے اختیار سے یزید کی فوج میں ایک ہزار سواروں کے سردار بھی رہے ہیں اور وہی حرؑ

اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑے ہوئے حسینؑ کی طرف آرہے ہیں۔ بس یہ حرؑ نہیں آرہے ہیں یہ ایمان بالغیب کی تاثیر ہے آخرت پر یقین کا اثر ہے۔ نجات پانے والے وہ ہوتے ہیں، ہدایت پانے والے وہ ہوتے ہیں جو آخرت پر بھرپور یقین رکھتے ہیں۔ اب لفظیں میری نہیں ہیں اب میرے الفاظ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جب حرؑ شام کے لشکر سے آہستہ آہستہ نکل رہے تھے اور نہیں چاہتے تھے دشمن پہلے سے ارادہ کو جان جائے تب بھی ایک آدمی نے ان کو ٹوک دیا تھا۔ کیا دیکھ کے ٹوکا تھا کہ حرؑ گھوڑے پر تو بیٹھے تھے لیکن سر سے لے کر پیر تک اس طرح لرز رہے تھے اس طرح کانپ رہے تھے کہ ان کی کپکپی پر ان کو قابو نہیں تھا۔ اس نے کہا ہم تم کو بہادر سمجھتے تھے یہ تھوڑے سے پیاسے یہ تھوڑے سے مجبور انسان ان سے لڑنے میں تم کو اتنا خوف ہے کہ تم کانپ رہے ہو۔ ایمان بالغیب کتنا کنٹرول کرتا ہے۔ آخرت کا یقین انسان کے اختیارات پر کتنا کنٹرول کرتا ہے اور آدمی کو کس طرح متقی بناتا ہے اسے کتابوں میں پڑھ چکے آپ، اسے تقریروں میں سن چکے آپ، اب حرؑ کی زندگی میں دیکھ لیجئے۔ حرؑ کے لفظوں میں سن لیجئے حرؑ سے کسی نے جب پوچھا کیوں لرز رہے ہو؟

کہا تم نے پہچانا نہیں دنیا موت سے لرزتی ہے مجھے موت کا خوف نہیں ہے۔ پھر کس لئے لرز رہے ہو؟

کہا میں اپنے کو جنت اور دوزخ کے درمیان پا رہا ہوں۔

بس یہ کیا ہے جنت اور دوزخ کے درمیان پانا۔ یہ ہے آخرت

پر پکا پکا یقین، یہ یقین جب پیدا ہو گیا تو حرؑ نے محسوس کر لیا اگر ہم ادھر چند سکنڈ بھی رہ گئے تو ہم دوزخ میں رہیں گے اور اگر چند سکنڈ میں ادھر نکل گئے تو ہم جنت میں پہنچ جائیں گے ۔ تو بس جو چیز حرؑ کو زندگی چھوڑنے پر، نوکری چھوڑنے پر، دنیا کی ہر راحت چھوڑنے پر، اور دنیا کی تکلیف برداشت کرنے پر لیکن حسینؑ کے قدموں میں جان دینے پر آمادہ کر رہی ہے یہ تقویٰ ہے یہ ایمان بالغیب ہے یہ آخرت پر پورا پورا یقین ہے ۔ اور اب دنیا میں کون ہے جس میں ہمت ہو کہ حرؑ کے لئے نہ کہہ سکے کہ حرؑ ہی نجات یافتہ ہیں، حرؑ ہی ہدایت یافتہ ہیں ۔

میں تو ہمیشہ ایک فقرہ کہتا ہوں ۔ اسلام عجیب و غریب مذہب ہے ۔ جس کا کارنامہ یہ ہے کہ بچپن سے ساتھ رہ کے حبیبؑ نے جو منزل پائی تھی اس اسلام نے ایک گھنٹہ میں وہی منزل حرؑ کو دلوا دی ہے ۔

بس مقدر چاہیئے ۔ مقدر کے لئے کوشش چاہیئے اور کوشش کے لئے ایمان بالغیب چاہیئے ۔ آخرت پر بھر پور یقین چاہیئے میرا بیان ختم ہو گیا ۔ میرا پیغام ختم ہو گیا ۔ آج کی میری تقریر مکمل ہو گئی لیکن مجھے اتنا سنا لینے دیجئے کہ جب حرؑ آئے حسینؑ کے پاس تو میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا ہے ۔ میرا دل کہتا ہے خیموں میں یہ خبر پھیلی ہو گی حرؑ آئے حرؑ آئے اور یہ خبر زینبؑ تک بھی پہنچی ہو گی ۔ یہ خبر ربابؑ تک بھی پہنچی ہو گی ۔ یہ خبر ام کلثومؑ تک بھی پہنچی ہو گی ۔ لیکن آپ نے بھی

کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے بھی کتابیں پڑھی ہیں۔ آپ نے بھی مجلسیں سنی ہیں۔ میں نے بھی مجلسیں سنی ہیں۔ آج تک اگر تذکرہ ملتا ہے تو یہی ملتا ہے کہ جب حرؑ آئے ہیں تو سارے اہل حرم نے استقبال کیا ہے۔

آنے والا مہمان فقط حسینؑ کا مہمان نہیں ہے عباسؑ کا مہمان بھی ہے۔ اکبرؑ کا مہمان بھی ہے۔ نہیں میں لفظیں آگے بڑھاتا ہوں۔ ذرا تصور کیجئے گا آنے والے کی پذیرائی اور استقبال اور خوش آمدید کون کون کہہ رہا ہے۔ وہ ربابؑ بھی کہہ رہی ہیں جن کا ننھا بچہ علی اصغرؑ جھولے میں آنکھیں بند کئے ہوئے پڑا ہے۔

میں ماماتا رکھنے والوں کو ماتا کا واسطہ دے کے کہنا چاہوں گا۔ آؤ آؤ اور آ کے دیکھو بشریت کتنی نیچی ہے اور تقویٰ کتنا اونچا ہے۔ ماں کے سامنے کھلایا ہوا پھول جھولے میں پڑا ہے اور یہ معلوم ہے اگر حرؑ نے راستہ نہ روکا ہوتا کربلا کے میدان میں اترنے پر مجبور نہ کیا ہوتا تو یہ میرا یہ پھول سا بچہ کھلایا ہوا نہ ہوتا۔ یہاں پر حرؑ کے بارے میں جذبات کا پیدا ہونا مخالف جذبات کا پیدا ہونا ایک بشری ماتا میں ممکن تھا لیکن ربابؑ جو شریک حیات امامؑ ہیں جو اصغرؑ کی ماں ہیں جو سکینہؑ کی ماں ہیں۔ وہ ربابؑ جن کے لئے حسینؑ فرماتے ہیں میرا اس گھر میں دل نہیں لگتا ہے جب گھر میں ربابؑ اور سکینہؑ نہیں ہوتی ہیں۔

ذرا پہچانئے میں نے علیؑ کے رجز پڑھے ہیں۔ میں نے جہاں علیؑ کے سیکڑوں رجز پڑھے ہیں وہاں علیؑ کا ایک فقرہ یہ بھی یاد ہے۔

کبھی علیؑ میدانِ جہاد میں آتے تھے اور میدان جہاد میں آنے کے بعد دشمن کے سامنے کہتے تھے مجھے پہچانو۔ میں زوج بتولؑ ہوں۔

یعنی معلوم ہوا فاطمہ زہراؑ اس عظیم شخصیت کا نام ہے جس پر علیؑ جیسا انسان دشمن کے سامنے میدان جہاد میں آکے فخر کرتا ہے تو فاطمہؑ وہ عظیم شخصیت تھیں جس پر علیؑ جیسا عظیم انسان فخر کر رہا تھا۔ اور ربابؑ وہ عظیم شخصیت تھیں جس پر سید الشہدا فخر کر رہے ہیں میرا اس گھر میں دل نہیں لگتا ہے جس میں ربابؑ نہیں ہوتی ہیں۔ جس میں سکینہؑ نہیں ہوتی ہیں۔ لیکن ربابؑ نے تقویٰ اور ایمان بالغیب کی بلندیوں کو پیش کیا'

استقبال ہو رہا ہے آنے والے مہمان کا استقبال کر رہی ہیں زینبؑ۔ زینبؑ کون زینبؑ جن کو سب کچھ مٹ جانا گوارہ تھا۔ مگر بھیا کا بچ جانا ان کی سب سے بڑی تمنا تھی۔

انھیں معلوم ہے میرا بھائی شہید ہو جائے گا اور میرے بھائی پر جتنی مصیبتیں آئی ہیں ان میں سب سے پہلا ہاتھ حُر کا ہے لیکن زینبؑ استقبال کر رہی ہیں میرا مہمان آیا۔ میرا مہمان آیا۔

سوچئے جب بنی ہاشم کی عورتیں خیموں میں بیٹھ کے حُر کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ تو حسینؑ نے جو بنی ہاشم کے سردار بھی ہیں۔ جو تاجدار امامت بھی ہیں اور جو کردار انسان کی معراج بھی ہیں۔ انھوں نے حُر کو کتنی پذیرائی کے ساتھ کتنے استقبال کے ساتھ خوش آمدید کہا ہوگا، کلیجہ سے لگایا۔

میں آپ کی خدمت میں اگر کچھ نہ کہہ سکوں تو دو لفظوں میں کہنا

چاہتا ہوں بس اس پر توجہ دیدیجئے گا۔ حسینؑ کو بہت مرتبہ نبیؐ نے کلیجہ سے لگایا ہے۔ حسینؑ کو بہت مرتبہ فاطمہؑ نے کلیجہ سے لگایا ہے۔ حسینؑ کو بہت مرتبہ حسنؑ نے کلیجہ سے لگایا ہے۔ اس کلیجہ سے لگنے کی لذت کو چاہنے والے ہی جانتے ہیں۔ لیکن جس وقت گنہگار حُرؑ کو معصوم امامؑ اٹھا کے اپنے کلیجہ سے لگا رہا تھا۔ بس حُرؑ کا دل جانتا تھا کیسی معراج ہے جو مل رہی ہے۔ ایک معراج حسینؑ نے زندگی میں حُرؑ کو دی اٹھا کے بازو پکڑ کے کلیجہ سے لگایا۔ تم میرے مہمان ہو۔ اور اس کے بعد حسینؑ یہ کہنے کے بعد شاید چپ ہو گئے ہوں گے اس لئے کہ مہمان کی مہمانداری ممکن نہ تھی۔ خیموں میں ایک قطرہ پانی نہ تھا۔ لیکن حُرؑ نے کہا اگر آپ مجھے مہمان مانتے ہیں تو پھر میرے مہمان ہونے کا پہلا حق یہ ہے کہ میرے بیٹے کو مرنے کی اجازت دیدیجئے اور جب بیٹا شہید ہوا جب بیٹے کی شہادت کی خبر آئی تو چہرہ سرخ ہو گیا حُرؑ کا پالنے والے میں تقویٰ کی منزل تک آ گیا۔ میں ہدایت کی منزل تک آ گیا۔ میں نجات کی منزل تک آ گیا۔ اور اس کے بعد حُرؑ نے کہا مولا مجھے بھی اجازت دیدیجئے۔ اور اس کے بعد حُرؑ کربلا کے میدان میں آئے۔ پسر سعد کو آواز دی پہچانو میں حُرؑ ہوں۔ اور اس کے بعد رجز پڑھا حُرؑ نے اور رجز پڑھنے کے بعد اپنے کو شام کے لشکر کے بیچ میں پہنچا دیا تھوڑی دیر پہلے جس لشکر کے سردار تھے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد اسی لشکر کے اندر یوں کھڑے ہیں۔ سارا لشکران کا دشمن ہے۔ لیکن حُرؑ نے جہاد سے پہلے زخمی ہونے سے پہلے۔ شہید ہونے سے

پہلے کہا پسر سعد ایک بات سن لے۔
میں حسینؑ کے خیموں کو دیکھ کے آرہا ہوں۔ میں نے چھوٹے چھوٹے بچے اتنے پیاسے دیکھے ہیں اتنے پیاسے دیکھے ہیں کہ اگر انھیں پانی نہیں مل گیا تو وہ پیاس سے دنیا سے گزر جائیں گے۔ آواز آئی حرؑ پانی نہ ملے گا جب تک حسینؑ بیعت نہ کریں گے۔ نیام سے تلوار نکالی شیرانہ حملہ کیا۔ لڑتے چلے گئے بڑھتے چلے گئے لڑتے چلے گئے بڑھتے چلے گئے اور جہاں جا کے زخمی ہوئے وہاں گرے۔ وہاں گرنے کے بعد آواز دی آقا۔ آقا اپنے مہمان کی خبر لیجئے۔ حسینؑ پہنچے دوسری معراج دی حرؑ کو۔
جا کے حسینؑ زمین پر بیٹھے اور حرؑ کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔ پہلی معراج حرؑ کو وہ دی تھی جب سینہ سے لگایا تھا۔ دوسری معراج اب دے رہے ہیں کہ سر کو گود میں رکھا۔ اور اس کے بعد جس حرؑ سے حسینؑ نے کبھی کہا تھا۔ گھوڑے کی لگام پکڑ کے راستہ روکنے والے حرؑ سے کبھی کہا تھا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ اسی حرؑ سے حسینؑ نے کہا تیری ماں نے تیرا بڑا اچھا نام رکھا۔ تم حرؑ ہو دنیا میں بھی آزاد ہو اور آخرت میں بھی آزاد ہو۔ میں آج آنکھیں بند کرتا ہوں تو میرے تصور میں آتا ہے۔ ایک جسم ہے جو زخمی ہے خون میں ڈوبا ہے۔ ایک چہرہ ہے جو خون میں تربتر ہے۔ اور وہ سر حسینؑ کی گود میں ہے۔ لیکن جب حسینؑ نے کہا کیا

کہا۔ تم دنیا میں بھی آزاد ہو۔ آخرت میں بھی آزاد ہو تو حر مسکرائے اور دم توڑ دیا۔

آج تک مسکراہٹ کی یہ جھلکیاں تاریخ میں دکھائی دے رہی ہیں۔

سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

ساتویں مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَاَصْدَقُ الْقَائِلِیْن۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْن ۔ صلواۃ

اعلان پروردگار عالم ہے کہ جو لوگ متقی ہیں نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ سے ملی ہوئی روزی میں سے کچھ نہ کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ آخری نبیؐ اور ان سے پہلے کے انبیاء پر نازل کرنے والی چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں یہی لوگ دنیا میں ہدایت یافتہ ہیں اور آخرت میں نجات پانے والے ہیں۔ آج گفتگو یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ جب سارے مسلمان ایک خدا کا کلمہ پڑھتے ہیں تو سب کو ایک ہونا چاہیے تھا ان میں کئی فرقے کیسے پیدا ہو گئے۔ جب سب ایک نبی حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے

ہیں تو ایک کلمہ پڑھنے والے سارے مسلمانوں کا ایک فرقہ ہونا چاہئے تھا ان میں کئی فرقے کیسے پیدا ہوگئے۔ اور ویسے ہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہیں تو ان علیؑ کے ماننے والوں میں کئی فرقے کیوں پیدا ہوگئے۔

کوئی زیدیہ کیوں ہے کوئی اسماعیلی کیوں ہے۔ کوئی اثنا عشری کیوں ہے تو یہ ایک ایسا سوال ہے جو ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے اور خاص طور سے نوجوان ذہنوں میں جن کے پاس مذہبی تعلیم اور مذہبی واقفیت نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ میری اس تقریر کے نتیجہ میں یہ جادو تو نہیں پیدا ہو جائے گا کہ سارے فرقے مٹ جائیں گے۔ اور صرف ایک فرقہ رہ جائے گا۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن میں یہ کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ جو بھی میری بات سن رہا ہے وہ پہلے یہ سمجھے کہ ایک خدا ایک نبیؐ اور ایک امامؑ کے ماننے کے بعد فرقے کیوں پیدا ہوئے اختلافات کیوں پیدا ہوئے۔

یہاں سے میں آج کا اصل بیان شروع کر رہا ہوں اور امید ہے کہ آپ ہر لفظ پر ہر جملہ پر توجہ دیں گے۔ تاکہ بات ضایع نہ ہونے پائے۔ میں نے کسی دانشور کا فقرہ پڑھا تھا جو مجھے ایسے موقع پر اکثر یاد آجاتا ہے۔ ہمارے آپ کے درمیان اکثر یہ باتیں ہوتی ہیں۔

کاغذ رکھا تھا بھول گئے، کہاں رکھا تھا یاد نہیں آتا اکثر گھروں

سے نکلنے والے چلتے وقت کنجی ڈھونڈھتے ہیں کہ کہاں رکھ کے بھول گئے۔ ایسی بھول میں عورتیں مردوں سے کچھ زیادہ ہی ہیں تو ہمارے سماج میں اکثر بیشتر یہ ذکر ہوتا ہے کہ اب کہاں رکھدیا بھول گئے یاد نہیں تو میں نے اس دانشور کا فقرہ پڑھا۔ اور وہ مجھے یاد آتا ہے ایسے موقع پر اس نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم رکھ کے بھول گئے۔ صحیح بات یہ نہیں ہے کہ رکھ کے بھول گئے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بھول کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اس کی تشریح کی اور وہ بات میری سمجھ میں بھی آتی ہے آپ کی سمجھ میں بھی آجائے گی۔

اس نے کہا ہوتا یہ ہے کہ جو چیز یاد کر کے ہم رکھتے ہیں۔ یہاں رکھی ہے اس الماری رکھی ہے۔ اس خانہ میں رکھی ہے وہ یاد رہتی ہے۔ لیکن ہمارا دماغ کہیں اور ہے، ہمارا خیال کہیں اور ہے اور ہم نے چیز غفلت میں لاپرواہی میں بھول کے کہیں رکھ دی۔ اب جب ڈھونڈھتے ہیں تو یاد نہیں آتا کہ کہاں رکھدی۔ تو میں اس فقرہ سے اپنی تقریر شروع کرنا چاہتا ہوں کہ صحیح بات یہ نہیں ہے کہ رکھ کے بھول جاتا ہے آدمی۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بھول کے رکھ دیتا ہے۔ آپ کہیں گے زندگی کی اس بات سے کیا تعلق ہے ان مسائل کو جن کو تم پیش کرنا چاہتا ہو۔

تو میں گزارش کروں گا ایک اللہ کے ماننے کے بعد ایک نبیؐ کے ماننے کے بعد ایک امامؑ کے ماننے کے بعد۔ اگر مختلف فرقے پائے جاتے ہیں تو ایسا نہیں ہے کہ یہ فرقے اس لئے پیدا ہو گئے ہیں کہ بعد میں

اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ پوری توجہ کیجئے تو جملہ میں آپ کے حوالہ کروں۔ میرا ذاتی خیال، میرا ذاتی تجربہ۔ میرے خیال میں صحیح بات یہی ہے کہ اصل میں سمجھنے والوں نے بات نہیں سمجھی۔ کیا بات نہیں سمجھی مذہب شروع نبیؐ سے نہیں ہوتا ہے، مذہب شروع امامؑ سے نہیں ہوتا ہے۔ مذہب شروع ہوتا ہے خدا سے۔ یہ بات تو آسانی سے میرے بچے محسوس کر سکتے ہیں کہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو۔ سب سے پہلے خدا کو ماننا ہوتا ہے۔ خدا کے بعد نبیؐ کو ماننا ہوتا ہے۔ نبیؐ کے بعد امامؑ کو ماننا ہوتا ہے تو میری اس بات کو یاد رکھئے گا اور سوچئے گا اور غور کیجئے گا انشاء اللہ فائدہ پہنچے گا۔ کہ اگر سارے مسلمانوں نے خدا کے سمجھنے میں غلطی نہ کی ہوتی تو پھر کبھی اختلاف ہی نہیں پیدا ہوتا۔

جتنے اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ اس لئے نہیں پیدا ہوئے ہیں کہ اللہ کو سمجھ لیا تھا اس لئے اختلاف پیدا ہوئے ہیں۔

نہیں اصل میں اللہ ہی کے سمجھنے میں غلطی کی۔ اور جب اللہ کے سمجھنے میں غلطی کی۔ تو پھر نبیؐ کے سمجھنے میں بھی غلطی کی۔ اور جب نبیؐ کے سمجھنے میں غلطی کی۔ تو پھر امامؑ کے سمجھنے میں غلطی کی اور جب غلطی کرتے گئے تو جو سیدھے راستہ پر جائے گا وہ سیدھے راستہ پر جائے گا، جو غلطی کرنے والے ہوں گے ان کے راستے الگ ہوتے جائیں گے، اسی لئے یہ فرقے پیدا ہو گئے۔ آپ کو حق ہے اس بات کا کہ آپ مجھ سے مطالبہ کریں کہ

میں یہ گزارش کروں کہ خدا کے سمجھنے میں غلطی کہاں ہوتی ہے۔ صلواۃ
تومیں ذہنوں کو آہستہ آہستہ قریب کرتے ہوئے۔ بات یہاں
سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب شروع ہوتا ہے خدا کے ماننے سے۔
اور یہیں پر ایک سوال ہے کہ اکثر الجھے ہوئے نوجوان دماغ یہ پوچھتے
ہیں کہ ہم نے خدا سے کب کہا تھا کہ تو ہمیں پیدا کر دے۔ ہم نے کونسی
اپلیکیشن دی تھی۔ کونسی درخواست لگائی تھی۔ اس نے ہمیں پیدا
کر دیا اور پیدا کرنے کے بعد کہتا ہے ہمیں مانو، ہم کو ماننے کے بعد
ہمارے نبیؐ کو مانو پھر ہمارے امامؑ کو مانو، پھر واجبات کو مانو اور پھر یہ
نہ کرو اور پھر وہ نہ کرو۔ تو ہم نے اگر کہا ہوتا پالنے والے تو ہمیں پیدا
کر دے تو سوال بھی ہوتا تھا تو بات کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ خدا کو بھی مان لیا۔ نبیؐ کو بھی مان لیا۔ امامؑ کو
بھی مان لیا۔ مگر دماغ میں یہ سوال باقی ہے کہ ہم نے کب کہا تھا کہ
اس نے ہمیں پیدا کر دیا تو اصل میں ابھی ہمارے دل و دماغ میں
خدا کے ماننے کی صحیح کیفیت ہی نہیں پیدا ہوئی ہے۔ تو بس یاد رکھئے گا
مثال مثال ہوتی ہے۔ میں نے ہمیشہ کہا ہے مثال کو کبھی منطبق کرنے
کی کوشش نہیں کیجئے گا۔ ہم ایک پوسٹر دیوار پر چپکاتے ہیں اور سمجھتے
ہیں کہ لگ گیا ہے لیکن وہ کہیں کہیں چپکتا ہے کہیں کہیں نہیں چپکتا
ہے بس جب ذرا سی ہوا چلتی ہے یا پانی کا چھینٹا پڑتا ہے وہ گر جاتا
ہے۔ اگر ہم نے پہلے ہی دن یہ بات سمجھ لی ہوتی اور ہمارا دماغ پورے

طور پر چپک گیا ہوتا اس بات سے کہ خدا نے ہم کو پیدا کر کے احسان کیا ہے۔ تو پھر خدا کے ماننے میں، نبیؐ کے ماننے میں امامؑ کے ماننے میں بھول نہ ہوتی اور اختلاف نہ پیدا ہوتے ۔ صلواۃ

میں سب سے پہلے اس سوال کو حل کرنے کے لئے زندگی میں روزمرہ پیش آنے والے ان واقعات کو فقط آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔

ایک آدمی ایک چورا ہے پر بس سے اترا اور اترنے کے بعد اس نے پوچھنا شروع کیا۔ جہاں پر وہ اترا ہے وہاں سے بیس قدم پر ہم کھڑے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ محسوس ہوا کہ اس آدمی کو کسی کا پتہ پوچھنا ہے۔ تو ہم وہاں سے خود بڑھ کے بغیر اس کے بلائے ہوئے اس کے قریب آ گئے اور ہم نے پوچھا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں کس کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ کس گلی میں جانا چاہتے ہیں انھوں نے کہا فلاں گلی میں جانا چاہتے ہیں۔ فلاں صاحب سے ملنا چاہتے ہیں تو ہم نے کہا گلی ادھر ہے اور اگر آپ کو دقت ہوتی ہے تو چلئے ہم آپ کو پہنچا دیں۔ ایسے واقعات پیش آتے ہیں یا نہیں؟

ان باتوں کو یاد رکھئے گا میں ابھی ان باتوں کو واپس لوں گا۔

سائیکل پر ایک لڑکا جا رہا تھا گر پڑا۔ گر پڑنے کے بعد پانچ سکنڈ گزر گئے نہیں اٹھا۔ جو جدھر کھڑا تھا ادھر سے دوڑ پڑا۔ اور کسی نے اس کی سائیکل اٹھائی۔ کسی نے اس کا سامان اٹھایا۔ کسی نے اس کو اٹھایا اور معلوم ہوا بیہوش ہو گیا ہے تو بغیر کسی کے کہے

ہوئے کوئی اپنی گاڑی پیش کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں ساتھ چل رہا ہوں اسے اسپتال پہنچا دیا۔ واقعات پیش آتے ہیں یا نہیں پیش آتے؟ میں ایسی ہزاروں مثالیں آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔

تو بس ان مثالوں کے سہارے ایک بات میں آپ کے دل و دماغ میں اتارنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک چیز ہے جس کا نام ہے شرافت۔ ایک چیز ہے جس کا نام ہے غیرت۔ ایک چیز ہے جس کا نام ہے اخوت ایک چیز ہے جس کا نام ہے کمال۔ کمال، شرافت، غیرت، اخوت ان ساری چیزوں کا خود بخود تقاضا یہ ہوتا ہے، خود بخود جذبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی کے کام آجائیں تو وہی ہمارے لئے سب سے عمدہ بات ہے۔ طاقتورا یہی چاہتا ہے اگر اس کے پاس شرافت ہے کہ یہ طاقت کسی کے کام آجائے تو ایک بوڑھا آدمی ایک نگاہ کا کمزور آدمی۔ زینہ سے اتر رہا ہے اس نے ہم سے کہا بھی نہیں۔ لیکن ہم نے بازو پکڑ کے زینہ سے اتار دیا۔ چھوڑا بھی نہیں پوچھا کہاں تک جانا ہے۔ اس نے کہا فلاں جگہ تک جانا ہے۔ چلئے ہم آپ کے لئے رکشہ کر دیں یہ چیزیں کیوں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ شرافت کا تقاضہ ہے کہ یہ کمزور ہے ہمارے پاس طاقت ہے تو ہماری طاقت اس کے کام آجانا چاہئے۔ ہم راستہ جانتے ہیں یہ راستہ نہیں جانتا ہے تو ہمارا علم اس کے کام آجانا چاہئے ہمارے پاس کچھ چیزیں ہیں اس کے کام آجانا چاہئے۔

تو میں ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جیسے گرے ہوئے

انسانوں کے پاس جو ذرا سی طاقت ہے جو ذرا سی شرافت ہے جو ذرا سی قوت ہے اس کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کے کام آجائے ہمارے پاس رہے گا تو کیا فائدہ ہوگا تو بس پھر پہچانئے وہ خدا جو کمال ہی کمال ہے جو قدرت ہی قدرت ہے اس کے کمال نے اس سے تقاضہ کیا کہ ہمارے پاس جو کمال ہے یہ کمال ہم کسی کو دیں کسی کے کام آجائے تو جب اس کے کمال نے اس سے تقاضہ کیا ہم کسی کو دیں اس کو کمال آجائے۔ وہیں سے اس کے کمال نے انسانوں کو پیدا کیا۔ صلواۃ

میں اپنے جملوں کو پھر ایک مرتبہ دہرانا چاہوں گا۔ آج تک ہم نے کسی آدمی سے یہ نہیں سنا کہ جو سائیکل سے گرنے والے زخمی انسان کو اٹھانے کے لئے دوڑا ہو اس نے اس سے کہا ہو ہم کو مرجانے دیا ہوتا ہم نے کوئی اپلیکیشن دی تھی آپ کو کہ آپ آکر ہماری مدد کریں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ٹیکسی سے اتر کے پوچھنے والے کو جب ہم نے پتہ بتایا اور گھر تک پہنچا دیا تو آج تک اس نے نہیں کہا کہ ہم نے کچھ آپ سے کہا نہیں۔ شرافت کا جواب شرافت ہے۔ تو اس کے کمال کا تقاضہ تھا میرے پاس سب کچھ ہے اس سے کسی کو فائدہ پہنچے اور ہماری شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس احسان کو یاد رکھیں کہ وہ اپنے کمال کو اپنی ذات تک محدود رکھ سکتا تھا۔ اس نے ہم کو انسان بنایا۔

ذرا توجہ کیجئے میرے لفظوں پر تب اندازہ ہوگا وہ خدائے قادر اگر ہمیں پتھر بنا کے پیدا کر دیتا تو ہمارا کوئی بس نہ تھا۔ ہمیں درخت بنا کے

پیدا کر دیتا تو ہمارا کوئی بس نہ تھا۔ ہمیں جانور بنا کے پیدا کر دیتا تو ہمارا کوئی بس نہ تھا۔ انسان بنا کے پیدا کیا تھا پاگل بنا کے پیدا کر دیتا تو کوئی بس نہ تھا۔ اندھا بنا کے پیدا کر دیتا کوئی بس نہ تھا۔ گونگا بہرہ بنا کے پیدا کر دیتا کوئی بس نہ تھا۔ اس نے ہمیں جانور نہیں بنایا، پتھر نہیں بنایا۔ انسان بنایا۔

تو بتایئے تقاضائے شرافت کیا ہے ہم اس کا شکر ادا کریں یا اس کی نعمتوں کا کفران کریں۔ صلواۃ

میں نے اپنی گفتگو کو اتنی دور سے اس لئے شروع کیا ہے کہ آپ سب سے پہلے اس بات کو پہچان لیں کہ خدا نے انسان کو پیدا ہی کس لئے کیا ہے۔ اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس کے پاس جو کمالات ہیں وہ ان کمالات سے فائدہ پہنچانا چاہتا ہے۔ اس نے فائدہ پہنچایا ایک سورج کو فائدہ پہنچایا۔ ایک چاند کو فائدہ پہنچایا۔ ایک دریا اور پہاڑ کو فائدہ پہنچایا۔ ایک زمین و آسمان کو فائدہ پہنچایا۔

لیکن یہ سارے فائدے وہ تھے۔ خدا نے فائدے دے دیئے انھوں نے فائدے لے لئے۔ لیکن ان سب کے پیدا کرنے کے بعد اس نے انسان کو پیدا کیا۔ کس لئے پیدا کیا اس لئے پیدا کیا کہ ساری انرجی ساری طاقتیں میں تم کو دیتا ہوں۔ میں نے سورج کو مجبور رکھا ہے وہ اپنی مرضی سے نہ ڈوب سکتا ہے نہ نکل سکتا ہے۔ میں نے سب کو مجبور رکھا ہے، کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی جگہ سے ہٹ کر حرکت

نہیں کرسکتا۔ لیکن اے انسان، اے پانچ فٹ کے انسان، اے ساتی فٹ کے انسان میں نے تجھے اختیار دیا ہے کہ تو اپنے کاموں میں آزاد ہے۔ اور اختیار دے کے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے کمالات کے تقاضہ سے تجھے پیدا کیا ہے تو اپنی آزادی کے اختیار سے کمالات حاصل کرتا ہے یا نہیں حاصل کرتا۔ یہ ہے بنیاد مذہب، یہ ہے بنیاد دین، یہ ہے بنیاد پیدائش انسانی۔ صلواۃ

بس اگر یہاں تک آپ نے میری باتوں پر توجہ فرمائی ہے تو اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے کمال نے ہمیں جب پیدا کر دیا۔ زندگی دیدی۔ شعور دیدیا۔ احساس دیدیئے عقل دیدی۔ سب چیزیں دیدیں لیکن پھر بھی کم سے کم ایک لفظ جو بارہا میں نے آپ سے کہا ہے اس کی مدد لے کر کہنا چاہتا ہوں۔ وہ پیدا کرنے والا ہے اور ماں باپ ہماری پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ماں باپ کو ہماری پرورش کی فکر بھی ہوتی ہے۔ ہمارے کھلانے پلانے کی فکر بھی ہوتی ہے لیکن دنیا کے بہترین ماں باپ اپنے بچے کی پرورش سے کہیں زیادہ فکرمند ہوتے ہیں۔ اپنے بچے کی تعلیم کے لئے اچھی باتیں سکھانے کے لئے۔ بری باتوں سے بچانے کے لئے ان کو یہ گوارہ ہوتا ہے کہ بچہ فاقہ سے رہ جائے مگر بری عادتیں اس میں نہ پیدا ہونے پائیں۔ تو جو پیدائش کا ذریعہ بنے ہیں اگر ان کے، ان ماں باپ کے دل میں اولاد کے لئے بے پناہ جذبہ ہے۔ یہ اچھے بن جائیں۔ یہ اچھے بن جائیں۔

تو پھر سوچئے جس رحمان و رحیم نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کے لئے یہ مسئلہ کتنا قابل توجہ ہوگا۔ میرے بندے اچھے بن جائیں بس اسی اچھے بن جانے والے خیال نے، میرے پاس لفظیں کہاں ہیں کہ میں خدا کی شان کے لئے استعمال کرسکوں۔ نہ اس کے لئے جذبہ بول سکتا ہوں نہ اس کے لئے خیال بول سکتا ہوں۔ لیکن بہرحال زبان کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تو بس اس ضرورت نے پروردگار عالم کو متوجہ کیا کہ میرے بندے اچھے بن جائیں۔ ان کے پاس عقل ہے مگر عقل کی راہنمائی والا تو کوئی ہونا چاہیئے۔ ان کے پاس روح ہے مگر روحانیت بتانے والا تو کوئی ہونا چاہیئے۔ ان کے پاس شرافت ہے مگر شرافت پر کوئی دوسری مٹی جمنے نہ پائے بلکہ شرافت میں نمو پیدا ہو۔ اس میں اضافہ ہو۔

بس اسی چیز نے اسی پاکیزہ خیال نے پروردگار عالم کو انسانوں کی ہدایت پر آمادہ کیا اور پیدا کرنے کے بعد اس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے اور جب حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ نے نبوت ختم کردی تو سلسلہ ہدایت کو جاری رکھنے کے لئے اس نے امامت کا سلسلہ شروع کیا۔

تو میں نے بات کہاں سے شروع کی ہے۔ میں نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ خدا کے کمال، خدا کی شرافت، خدا کی سخاوت نے تقاضہ کیا کہ وہ انسانوں کو پیدا کرے اور پھر اس کے اس کمال کی خصوصیتیں

آمادہ کیا کہ بندوں کو اچھے سے اچھا بنانے کے لئے ہدایت کے لئے نبی بھیجیں۔ اور امام اگر یہ سلسلہ آپ کے ذہن میں موجود ہے۔آپ متوجہ ہیں تو اب میں آپ کی خدمت میں کہوں گا کہ ہر آدمی آسانی کے ساتھ چند موٹی موٹی باتیں جو نبوت و امامت کے متعلق ہیں ان کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے اور اگر وہ چیزیں ذہنوں میں باقی رہیں تو بہت سے مسائل جو امامت و نبوت سے متعلق الجھے ہوئے ہیں وہ خود بخود سلجھ جائیں گے۔

میں آپ کی خدمت میں سب سے پہلی بات کہنا چاہتا ہوں۔کیا کہنا چاہتا ہوں؟ اس نے پیدا کر دیا ہم پیدا ہو گئے۔اب ماں باپ کو پیدائش و پرورش سے زیادہ تعلیم کی اور نیک بنانے کی فکر ہوتی ہے تو رب العالمین کو بھی روزی دینے سے زیادہ فکر ہدایت ہے۔ ہدایت کے لئے اس نے نبی بھیجے اور ختم نبوت کے بعد امام بھیجے۔ تو جو نبی بن کر آئے گا۔ جو بھی امام بن کر آئے گا۔اس پہلی بات کو آپ خاص طور سے سن لیں۔ جو بھی نبی بن کر آئے گا۔جو بھی امام بن کر آئے گا۔اس میں دو حیثیتیں ہوں گی۔کیوں؟ اس لئے کہ وہ بندے اور خدا کے درمیان۔ خالق اور مخلوق کے درمیان۔کمال محض اور نقصان محض کے درمیان واسطہ ہیں، رابطہ ہیں۔

بس یاد رکھئے گا جو درمیان کی چیز ملاتی ہے اس کے دو سرے ہوتے ہیں ایک سرا اس سے ملتا ہے جس سے ملاتی ہے۔

اور ایک سِرا اس سے ملتا ہے جس کو ملاتی ہے۔ اگر یہ موٹی موٹی باتیں ہر معمولی سمجھ میں آنے والی باتیں ہیں۔ تو جو نبی بن کر کے آئے گا جو امام بن کر کے آئے گا۔ اس میں بھی دو حیثیتیں ہوں گی اس کے بھی دو سِرے ہوں اس کے بھی دو کنارے ہوں گے ایک حصّہ وہ ہوگا جو خدا سے ملتا ہوگا۔ اور ایک حصّہ وہ ہوگا جو بندوں سے ملتا ہوگا۔ اگر بندوں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا تو وہ ہماری ہدایت نہیں کرسکیں گے۔ ہماری رہبری نہیں کرسکیں گے اور اگر ان کا کوئی حصہ خدا سے نہیں ملتا ہوگا تو پھر وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے ان کو خود ہدایت کے لئے دوسرے ہادی کی ضرورت ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی سادی سادی باتیں ہیں جو ہر بچے کے سمجھ میں آسکتی ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ تعلیم کے لئے ہدایت کے لئے رب العالمین کی طرف سے جو بھیجے جائیں گے۔ ان کے دو حصے ہوں گے۔ دو پہلو ہوں گے۔ دو کنارے ہوں گے۔ دو جنبے ہوں گے۔ دو رُخ ہوں گے ایک حصہ ہوگا جو اس سے ملتا ہوگا جو انھیں ہدایت کے لئے بھیج رہا ہے۔ ایک وہ ہوگا جو ان سے ملتا ہوگا جن کی ہدایت کے لئے آرہا ہے۔ اگر آپ نے مضبوطی کے ساتھ۔ ان دونوں لفظوں پر اپنے ذہن کی گرفت کرلی ہے۔ اگر آپ نے اچھی طرح میری بات سمجھ لی ہے۔

تو اب میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں۔ نبی ہو یا امام اس کا

جو حصہ ہم سے ملتا ہے اس کا نام ہے بشریت ۔بشریت کسی اور چیز کا نام نہیں ہے ۔بشریت اس حصہ کا نام ہے اس رخ کا نام ہے اس کنارہ کا نام ہے جو ہم سے آکے ملتا ہے تاکہ وہ ہم تک پیغام پہنچا سکیں اور دوسرا جو خدا سے جاکر ملتا ہے اس کا نام ہے نبوت. اس کا نام ہے امامت ۔ بشریت ظاہر ہوتی ہے اس جسد خاکی کے ذریعہ اور نبوت و امامت ظاہر ہوتی ہے اس للٰہی رخ کے ذریعہ ۔ صلواۃ

مسائل آپ کے روز کے سنے ہوئے ہیں ۔کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے نہ کوئی نئی تشریح میں کر رہا ہوں ۔لیکن میں چونکہ اپنی سوسائٹی کے خاص طور سے جوانوں اور نوجوانوں کے دماغوں سے باخبر ہوں ۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسائل کو ان بنیادی حدوں سے سمجھایا جائے کہ وہ دماغ میں باقی رہ جائیں ۔

تو گذارش کیا کرنا چاہتا ہوں ۔ جو نبی بن کر آیا جو امام بن کر آیا جو رسول بن کر آیا وہ درمیان میں ہے خدا کے اور بندوں کے ـــ ایک حصہ بندوں سے ملتا ہے اور ایک حصہ خدا سے ملتا ہے ۔یہ میں نے بات کہی تھی مگر دوبارہ کیوں کہی ہے ۔خدا کرے کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں اس کو تشریح کے بغیر سمجھا سکوں جو درمیان میں ہوتا ہے اس کو بیلنس کرنا پڑتا ہے ۔میں بات سناؤں شاید اس واقعہ کے ذریعہ بات سمجھانے میں مدد مل جائے ۔آپ نے ایک نام سنا ہوگا جناب

بہلول دانا دیوانے بنے رہتے تھے مگر وہ دیوانے نہیں تھے۔ دنیا ان کی دیوانی تھی ان کی باتوں کو سمجھنے کیلئے لوگ بیچین رہتے تھے اور وہ کھیل تماشہ سے باتوں کو سمجھایا کرتے تھے۔ جہاں لوگوں کو جمع دیکھتے تھے وہاں لوگوں میں تبلیغ شروع کر دیتے تھے۔ اپنی مخصوص بزم میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے بہلول آ گئے۔ ایک لکڑی کا لٹھا، شہتیر پڑا ہوا تھا بہلول آئے سب متوجہ ہو گئے۔ کچھ نہ کچھ کریں گے۔ انھوں نے اس لٹھے کو اس شہتیر کو اٹھایا ایک کنارہ سے اٹھاتے اٹھاتے، اٹھاتے اٹھاتے اتنا اونچا کیا کہ اپنے سر سے اونچا کیا۔ کچھ دیر تک روکے رہے اس کے بعد چھوڑ دیا۔ پھر جا کے دوسرا سرا اٹھایا اس کو بھی اٹھایا اٹھا کر سر سے اونچا کیا دیر تک روکے رکھا پھر چھوڑ دیا پھر آئے بیچ و بیچ سے اٹھانے کے لئے لاکھ زور لگاتے ہیں مگر وہ لٹھا نہیں اٹھتا۔ اب جب لوگ متوجہ ہو گئے تو بہلول سے لوگوں نے پوچھا بہلول کیا کر رہے ہو۔ کہا ادھر سے اٹھایا تو اٹھ گیا ادھر سے اٹھایا تو اٹھ گیا اور جب دونوں کو ایک ساتھ اٹھانا چاہتا ہوں تو مجھ سے نہیں اٹھتا۔ کہا مطلب کیا ہوا؟ کہا مطلب یہ ہوا اکیلی دنیا اٹھا لو اٹھ جاتی ہے۔ اکیلا دین اٹھا لو اٹھ جاتا ہے دونوں کو ملا کے اٹھاؤ تو یہی محنت پڑتی ہے۔

تو میرا موضوع نہیں تھا لیکن ذہنوں میں جو تھکن پیدا ہوئی تھی میرے بیان کی خشکی کی بنا پر اس کو دور کرنے کے لئے میں نے اس

واقعہ کی مدد لی - کیا مطلب ہوتا ہے؟ مطلب یہ ہوتا ہے کسی ایک چیز کا سنبھال لینا آسان ہوتا ہے - لیکن دونوں کو ملا کے بیلنس کر کے سنبھالنا بہت دشوار ہوتا ہے - اب پہچانئے نبیؐ کو کتنا سخت امتحان دینا ہوتا ہے - امامؑ کو کتنا سخت امتحان دینا ہوتا ہے، ہادی کو کتنی مشکل زندگی سے گزرنا ہوتا ہے - اُدھر کا بیلنس بھی رکھنا ہے اِدھر کا بیلنس بھی رکھنا ہے - بشریت بھی باقی رکھنا ہے، نبوت بھی رکھنا ہے - صلواۃ -

اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنھوں نے صرف بشریت پر غور کیا - وہ اپنا جیسا سمجھنے لگے - اور جنھوں نے بشریت بھلا دی فقط نورانیت پر نظر کی - وہ نصیری بن گئے - یہ بھی گمراہ ہو گئے وہ بھی گمراہ ہو گئے - کیوں اس لئے کہ ان کا کام تھا - بشریت و نبوت و امامت میں بیلنس رکھنا - ہمارا کام تھا کہ ہم ان کی بشریت کو بشریت سمجھیں - ان کی نورانیت کو نورانیت سمجھیں - بس جو بیلنس نہیں رکھ سکا وہ یا اپنا جیسا سمجھ بیٹھا یا نصیری بن گیا ـــ جو بیلنس کر سکا وہ مومن ہے - صلواۃ

ان مسائل کو آئمہؑ مختلف انداز سے سمجھاتے تھے - میں اس سلسلہ میں مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے دو مشہور واقعات یاد دلانا چاہتا ہوں - ایک بہت مشہور ہے اس کے لئے ایک جملہ کہوں گا آپ کو یاد آ جائے گا - لیکن دوسری بات پہلے سن لیجئے -

مولائے کائناتؑ کا وہ زمانہ ہے جب آپ کا قیام کوفہ میں ہے۔ یعنی امامؑ کو امامؑ نہ ماننے والوں نے بھی اپنا حاکم مان لیا ہے دین تو ان کے قدموں سے چمٹا ہی تھا دنیا بھی آ کے لپٹ گئی ہے یہ دنیا کے پاس نہیں گئے ہیں دنیا ان کے پاس آئی ہے۔

ایک آدمی مسجد میں آتا ہے۔ مسجد میں آنے کے بعد دیکھتا ہے ایک آدمی نماز میں مصروف ہے عبادت خدا میں مصروف ہے اس کے لباس کو دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کوئی بہت غریب آدمی ہے جو عبادت خدا کر رہا ہے۔ یہ اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے تھوڑی دیر میں وہ دیکھتا ہے کہ یہ عبادت کرنے والا کچھ تھیلیاں کھولتا ہے۔ اور اس تھیلی میں سے سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑے نکالتا ہے۔ اور ساتھی سے کہتا ہے تم بھی کھاؤ ساتھی کہتا ہے ہم تو بعد میں کھائیں گے پہلے آپ کھائیے۔ تو یہ آنے والا جو مولا کو پہچانتا نہیں ہے یہ دیکھتا ہے کہ زانو کے زور سے روٹی کے دو ٹکڑے کرتے ہیں تو اس نے کہا یہ کھانا آپ ہی کھا سکتے ہیں ہمارے بس کا نہیں ہے۔ تو آپ نے کہا اچھا اگر یہ تمھارے بس کا نہیں ہے تو حسنؑ کے دروازہ پر چلے جاؤ۔ پتہ بتا دیا۔ وہاں تم کو کھانا مل جائے گا۔ وہاں آکر دستر خوان پر بیٹھ گیا کھانے لگا۔ تو امامؑ نے یہ دیکھا تھوڑا کھاتا ہے تھوڑا رکھ لیتا ہے تھوڑا کھاتا ہے تھوڑا رکھ لیتا ہے۔ تو امام حسنؑ نے کہا بھائی اطمینان سے کھالو۔ اس کے بعد اگر تمھارے بال بچے بھوکے ہیں تو جتنا لیجانا ہوگا تم لیجانا۔ لیکن تم تو سکون خاطر سے اطمینان

سے کھالو۔ اس نے کہا نہیں میرے بال بچوں کا سوال نہیں۔ میں اپنے سے بھی زیادہ ایک غریب انسان کو مسجد میں دیکھ کر آیا ہوں۔ بس اس نے جب کہا کہ میں کھانا اس کے لئے رکھ رہا ہوں تو امام حسنؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے پوچھا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں۔ کہا تم جس غریب کی تعریف کر رہے ہو وہ امیرالمومنین مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ تو میں اس پورے واقعہ کو جس چیز کے لئے پیش کرنا چاہتا تھا اور جس چیز کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا تھا وہ یہ کہ جو اس واقعہ کو پڑھے گا۔ اس کو کیا احساس ہوگا کہ علیؑ کے پاس اتنی کم قوت تھی۔ اتنی کم قوت تھی سوچئے ذرا سوچنے کی بات ہے۔ کہ ہر آدمی جب اس واقعہ کو پڑھے گا تو جب اس جگہ پر آئے گا تو اس کے ذہن میں خیال پیدا ہوگا۔ علیؑ کے پاس اتنی کم قوت تھی کہ روٹی کے سوکھے ہوئے ٹکڑے ہاتھوں کی طاقت سے نہیں ٹوٹتے تھے تو زانو سے زور لگاتے تھے اور زانو کے زور سے انھیں توڑا کرتے تھے۔ یہ ایک واقعہ پڑھے گا اور اس کے بعد جب سیرت پڑھنے لگے گا تو اس کو یہ بھی ملے گا کہ خیبر کا میدان ہے اور مسلمانوں کے حملے کا چوتھا دن ہے۔ جب میں نے چوتھا دن آپ کے سامنے کہہ دیا ہے تو تین دن کی تاریخ تو آپ کو یاد ہی آگئی ہوگی۔ چوتھا دن شروع ہوا ہے اس طرح شروع ہوا ہے۔ اس چوتھے دن کی رات جب شروع ہوئی تھی تو اس رات سے پہلے شام کو پیغمبرؐ نے اعلان کیا تھا۔

کل میں اسے علم دوں گا جو مرد ہوگا جو کرار ہوگا جو غیر فرار ہوگا' جو خدا و رسولؐ سے محبت کرنے والا ہوگا اور جس سے خدا و رسولؐ محبت کرنے والے ہوں گے ۔ اور جو نہیں پلٹے گا جب تک کے اس قلعہ کو فتح نہیں کرلے گا ۔ نبیؐ کے اس اعلان سے رات شروع ہوئی تھی ۔ رات بھر جاگنے والے صبح نبیؐ کی خدمت میں آئے تھے ۔ اور نبیؐ نے سارے مجمع کو دیکھ کے پوچھا تھا علیؑ کہاں ہیں ۔ لوگوں نے کہا ان کی آنکھوں میں آشوب ہے ۔ وہ آنے کے قابل نہیں ہیں مگر مولاؑ حاضر ہوئے ۔ نبیؐ نے اپنا لعاب دہن علیؑ کی آنکھوں میں لگایا ۔ علیؑ کہتے تھے اس کے بعد کبھی میری آنکھیں بیمار نہیں ہوئیں ۔ علیؑ کو علم دیا دے کے کہا ۔ علیؑ جاؤ ۔ علیؑ نے پوچھا کب تک لڑوں ۔ کہا جب تک فتح نہ ہو جائے اور جب تک یہ اسلام پر راضی نہ ہو جائیں ۔

ایک مرتبہ مولاؑ چلے ۔ میں آپ کے سامنے جنگ خیبر کا خلاصہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

واقعہ کی تفصیل سناؤں تو تقریر کے بقیہ حصوں کے لئے وقت نہیں رہ جائے گا ۔ علیؑ نے خندق پار کی خندق کے اس پار پہنچے ۔ پتھر پر علم گاڑا اور مرحب کو قتل کیا مرحب کو قتل کرنے کے بعد اس منزل پر میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب علیؑ کو زخمی کرنے کی کوشش کی گئی ۔ علیؑ کو جلال آیا اور علیؑ گھوڑے سے اترے اور اترنے کے بعد آپ نے آستین الٹی ۔ آستین الٹنے کے بعد یہ صرف

روایتیں نہیں ہیں یہ تاریخ بھی ہے یہ روایت بھی ہے۔ یہ حدیث بھی ہے اس کو جھٹلانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ صرف ہم نے نہیں لکھا ہے۔ سارے مسلمانوں نے لکھا ہے۔ علیؑ کی تاریخ لکھنے والے غیر مسلموں نے بھی لکھا ہے۔

علیؑ نے جلال میں آنے کے بعد آستین الٹ کے پورے پنجہ سے نہیں پانچوں انگلیوں سے نہیں، دو انگلیاں ڈال کے جو درخیبر کو ہلایا ہے تو چھوڑ دیجئے اس تذکرہ کو کہ درخیبر اکھڑ آیا یا نہیں، تذکرہ کو اس منزل پر مجھے سنانے دیجئے کہ درخیبر اکھڑ آیا اور پورا قلعہ یوں ہلا کہ تخت پر بیٹھنے والی سر بسجود ہو کے زمین پر گر گئی۔

تو جب پڑھنے والا تاریخ کے ان دو واقعات کو پڑھتا ہے تو محسوس کرتا ہے یا یہ واقعہ صحیح ہے یا یہ واقعہ صحیح ہے۔ یہ دونوں واقع کیسے صحیح ہو سکتے ہیں یا تو علیؑ کے بازو میں اتنی طاقت ہے کہ پورے ہاتھ کی طاقت نہیں، دو انگلیوں کی طاقت سے درخیبر اکھڑ آئے بڑا کمال نہیں ہے بلکہ درخیبر کے اکھڑنے کے ساتھ ساتھ پورا قلعہ مع قلعہ والوں کے ہل جاتا ہے کہ جو بیٹھے ہوتے ہیں وہ جھٹکے سے گر جاتے ہیں۔

ذرا پہچانئے ایک طرف قوت کا عالم یہ ہے اور دوسری طرف زانو کا زور دے کر روٹی کے ٹکڑے توڑے جا رہے ہیں۔ تو آدمی گھبرا جاتا ہے، یہ روایت صحیح ہے یا وہ روایت صحیح ہے۔

عزیزان گرامی! یہیں پر ایمان کے بیلنس کی ضرورت ہے۔ یہ

عام انسان کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ذکر ہے امام کا یہ ذکر ہے ہادی کا۔ یہ ذکر ہے اس کا جو خدا اور بندوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے۔ واسطہ ہوتا ہے۔ اس کے دو حصہ ہوتے ہیں ایک بشریت ہوتی ہے دوسرے نبوت و امامت ہوتی ہے۔ ایک نورانی حصہ ہوتا ہے ایک خاکی حصہ ہوتا ہے۔ ایک بشری طاقت ہوتی ہے ایک رحمانی و ربانی طاقت ہوتی ہے۔ خدا کی قسم ذہن الجھ جاتے مگر مولائے کائناتؑ نے خود اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ جب خیبر فتح ہو گیا۔ سارے مسائل مکمل ہو گئے۔ دنیا علیؑ کی تعریف کر رہی ہے۔ اور علیؑ اپنے خدا کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور خود فرماتے ہیں۔

میں نے قلعۂ خیبر کو نہیں اکھاڑا اپنی بشری طاقت کے ذریعہ بلکہ میں نے رحمانی طاقت کے ذریعہ اکھاڑا ہے۔ علیؑ خود بتا رہے ہیں میرے پاس دو طاقتیں ہیں۔ ایک بشری طاقت ہے ایک رحمانی طاقت ہے اور دنیا کو آواز دے رہے ہیں۔ مسجد میں روٹی توڑتے وقت جو طاقت دیکھ رہے ہو وہ بشری طاقت ہے۔ خیبر میں جو طاقت دیکھ رہے ہو وہ رحمانی طاقت ہے۔ صلواۃ

میں نے قوت ربانیہ کے بجائے قوت رحمانیہ کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ غیر اثنا عشری علماء نے جنگ خیبر کے سلسلہ میں جب مولا علیؑ کا فقرہ لکھا ہے۔ تو انھوں نے قوت رحمانیہ لکھا ہے بجائے قوت ربانیہ کے۔ بہر حال دونوں روایتیں ہیں قوت رحمانیہ کہئے یا قوت ربانیہ کہئے۔

بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے ۔ دونوں ہی طاقتیں اللہ ہی کی ہیں یارب کہہ کے آواز دی علیؑ نے، یارحمان کہہ کے آواز دی علیؑ نے ۔

بس قوت ربانیہ اور قوت رحمانیہ یعنی خدا کی دی ہوئی طاقت ۔ یہ ایک حصہ ہوتا ہے نبیؐ کے پاس، امامؑ کے پاس اور ایک ہوتی ہے وہ طاقت جو میرے پاس بھی ہے، جو آپ کے پاس بھی ہے ۔ کسے بشری طاقت سے کہتے ہیں کسے رحمانی طاقت کہتے ہیں ۔ ہمارے لئے سمجھنا دشوار ہے ۔ اس منزل سے میں گزرنا چاہتا ہوں میرا مجمع میرا ساتھ دے گا تاکہ میں اکیلا نہ رہ جاؤں ۔ ہمارے لئے سمجھنا دشوار ہوتا ہے ۔ کہ کہاں پر بشری طاقت ہے اور کہاں ربانی اور رحمانی طاقت شروع ہوتی ہے ۔ لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں طے کرتے ہیں کہ یہاں ہم کو بشریت پیش کرنا ہے یا قوت ربانیہ و رحمانیہ پیش کرنا ہے ۔

میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے خود ہمارے سامنے مسائل کی ایسی توضیح رکھدی ہے کہ ہم کو الجھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی ہم کو گھبرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ صلواۃ

تو میں اب آپ کی خدمت میں تذکرہ کو اس منزل پر لانا چاہتا ہوں کہ ذہنوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے انھوں نے خود ہمارے سامنے ایسے نمونے پیش کر دیئے کہ جب تم ہم کو پہچاننا تو پہچانتے وقت پہچان لینا کہ ہم نہ فقط بشر ہیں اور نہ بشر سے الگ ہیں ۔ ہمارے پاس بشریت ہے تمھاری ہدایت کے لئے، اور ہمارے پاس نبوت و امامت اور نورانیت

وروحانیت وربانیت ہے ادھر سے ملی ہوئی طاقتیں ہیں تمھاری ہدایت کے لئے لیکن ہم کہاں پر بشری طاقت سے کام لیں گے اور کہاں الٰہی طاقت سے کام لیں گے ۔ یہ فیصلہ کرنا تمھارا کام نہیں ہے یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے ۔ اور میں آپ کی خدمت میں مولائے کائناتؑ ہی کی زندگی سے ایک واقعہ سنا کے اپنی بات کو آسانی کے ساتھ ذہنوں میں جگہ دلانے کی کوشش کرتا ہوں ۔ اس وقت کو یاد دلانا چاہتا ہوں جب مولاؑ کی بیعت ہو چکی ہے ۔

مولاؑ کی بیعت کے بعد بیت المال خالی ہو چکا ہے ۔ بیت المال کیسے خالی ہوا ہے ۔ اس طرح خالی ہوا ہے کہ بیعت کے بعد مولاؑ نے تقریر کی اور تقریر کرنے کے بعد بیت المال کے خزانچی کو بلا کے پوچھا ۔ کتنا مال ہے مدینہ میں کتنے مستحق ہیں اور سارا مال اس طرح سے تقسیم کیا کہ ہر ایک کے حصہ میں تین تین درہم آئے بڑا تھا یا چھوٹا سب کو برابر حصہ ملا ۔

۲۵ سال کی پچھلی تاریخ میں جتنے بڑے تھے وہ چھوٹے ہو گئے اور جتنے چھوٹے تھے وہ بڑے ہو گئے ۔ اور پورا سماج برابر ہو گیا ۔ سب کو تین درہم سب کو تین درہم تو جن کو کوڑی ملا کرتی تھی ۔ جن کو لاکھوں ملا کرتے تھے جن کو پورے افریقہ کا خمس مل جایا کرتا تھا ۔ ان کو سوچنا پڑا یہ کس کی حکومت قائم ہو گئی ہے ۔ یہ کس کے دور میں ہم آ گئے ہیں ۔ اس میں ہم کیسے زندہ رہیں گے ۔

ایک جملہ عرض کرتا ہوں مگر یاد رکھئے گا ۔ تو زندگی بھر کیف آئے گا

زندگی بھر مزہ آئے گا۔ دنیا میں بہت حکومت کرنے والے گزرے ہیں لیکن جتنے گزرے ہیں لوگ ان کے ظلم سے ڈرتے تھے۔ میرا مولا وہ تھا لوگ جس کے عدل سے ڈرتے تھے۔ اور جو بات میں نے کہی ہے۔ وہ میرے دماغ کی پیداوار نہیں ہے اس کو میں نے اس دن سیکھا ہے جس دن انھیں آئمہ معصومینؑ نے ہم کو دعا سکھائی اور کہا پالنے والے سے دعا کرنا رَبَّنَا عَامِلْنَا بِفَضْلِكَ وَلَا تُعَامِلْنَا بِعَدْلِكَ پالنے والے ہمارا جب فیصلہ کرنا اور حساب کرنا تو ہمارے ساتھ اپنے فضل کا برتاؤ کرنا اپنے عدل کا برتاؤ نہ کرنا اس لئے کہ اگر اللہ ہمارے ساتھ عدل کرے گا تو ہم نے اتنے گناہ کئے ہیں کہ سوائے دوزخ کے کہیں ٹھکانا نہیں مل سکتا ہے۔ لہٰذا کہا اللہ سے دعا مانگو۔

پالنے والے ہمیں تیرا فضل چاہیئے ہم میں تیرے عدل کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے بس اسی خدائے عادل کے نمائندہ کا نام ہے مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ صلواۃ۔

عرض کر رہا تھا کہ جن کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ علیؑ کے عدل میں ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جو ہم نے پچیس سال زندگی گزاری ہے اس کی ایک سانس بھی ہم ان کی حکومت میں نہیں لے سکیں گے۔ لیکن انھوں نے سوچا کہ لوگ بہر حال لوگ ہوتے ہیں۔ شاید علیؑ بھی لوگوں میں ہوں اس سے آسان اردو میرے پاس نہیں ہے

لہذا انھوں نے کہا ایک مرتبہ تجربہ کر لینا چاہیئے۔ مجمع میں باتیں اور ہوتی ہیں اکیلے میں اندھیرے میں باتیں اور ہوتی ہیں۔ تو جب رات ہو گئی تو مولاؑ سے ملنے کے لئے آئے۔ مسئلہ یاد رکھئے گا۔

میں نے آپ کے سامنے یہ کہنا چاہا ہے کہ خدا نے اپنی سخاوت، کرم اور جود کے تقاضہ کی بنا پر ہم کو پیدا کیا اور جس طرح ماں باپ اولاد کی پرورش سے زیادہ اولاد کی تعلیم و ہدایت اور تربیت کے لئے بچین ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اس رب العالمین نے ہماری پرورش اور روزی سے زیادہ ہماری ہدایت کی فکر کی ہے اور ہدایت کرنے کے لئے جن کو بھیجا ہے یہ وہ ہیں جو خدا اور بندوں کے درمیان رابطہ ہیں واسطہ ہیں ان کے دو حصہ ہیں ایک نورانیت ہے نبوت ہے عصمت ہے امامت ہے اور دوسری بشریت ہے انھیں دونوں کے بیلنس کو سمجھنا یہ ایمان ہے اور اس کے بیلنس کو باقی رکھنا یہ ان کا کارنامہ ہے۔

اس سلسلہ کو سمجھانے کے لئے یہ کہاں کہاں پر بشری طاقت استعمال کریں گے اور یہ کہاں پر ربانی اور رحمانی طاقت استعمال کریں گے یہ فیصلہ کرنا انھیں کا کام ہے۔ ہمارے لئے سمجھنا دشوار ہے فیصلہ کرنا تو بڑی مشکل کی بات ہے۔

تو میں آپ کی خدمت میں جس واقعہ کو قریب لے آیا تھا وہ یہ ہے کہ دو آدمی جن کے نام آپ پہچانتے ہیں اور نہیں پہچانتے تو جنگ جمل

میں ڈھونڈ لیجئے گا۔ یہ رات کے اندھیرے میں آئے۔ چھپ کے آئے کہ شاید رات کے اندھیرے اور سناٹے میں علیؑ ہم سے کھل جائیں اور ان کے لئے نہ کھلیں ہم سے کھل جائیں گے۔ اور انھوں نے اسی پیش بندی کے لئے سب سے پہلے بیعت بھی کی تھی تاکہ وہ بتا سکیں کہ بیعت کر کے گویا ہم نے سنگ بنیاد حکومت رکھا ہے علیؑ تمھارے لئے۔ جو کچھ بھی انکے دماغ میں تقریر رہی ہو گی۔ ان کے دماغ میں رہی ہو گی۔ مگر میرے مولاؑ نے وہ راستہ اختیار کیا کہ تقریریں دل میں دفن ہو گئیں زبان تک آنے کی گنجائش نہیں پیدا ہوئی واقعہ آپ کا سنا ہوا ہے لیکن جن بچّوں کا سنا ہوا نہیں ہے مجھے ان کو سنانے دیجئے۔ آپ محظوظ ہوئیے۔

اس وقت مولائے کائنات ایک چراغ جلائے تھے۔ ایک رجسٹر لکھ رہے تھے۔ صاحب سلامت کے بعد یہ دونوں بیٹھ گئے علیؑ جب تک لکھتے رہے تب تک چراغ جلتا رہا۔ اور جب لکھنا بند کیا۔ رجسٹر بھی بند کیا چراغ بھی بجھا دیا۔ جب چراغ بجھا دیا تو آنے والوں نے کہا کہ علیؑ ہم آپ سے بات کرنے آئے تھے آپ نے بجائے چراغ جلائے رکھنے کے اندھیرا کر دیا۔ چراغ بجھا دیا مولاؑ علم غیب رکھتے تھے انھوں نے چراغ نہیں بجھایا تھا۔ ان کی آرزوؤں کی شمع بجھا دی تھی۔ جو کچھ یہ سوچ کے آئے تھے۔ وہ سب بجھ گیا تھا۔

جب انھوں نے شکایت کی تو آپ نے آواز دی بیٹا حسنؑ ذرا ایک چراغ لے آنا۔ چراغ آ گیا پھر اجالا ہو گیا۔ تو انھوں نے کہا کہ ایک بات

بتادیجئے۔جب وہ جل رہا تھا تو اسے بجھانے کی کیا ضرورت تھی اور جب اسے بجھا دیا تھا تو اسے منگانے کی کیا ضرورت تھی۔علیؑ نے کہا ہاں یہ بات تم کو پوچھنا چاہیے تھی اور یہی بات مجھے تمھیں سمجھانا بھی تھی۔

یہ جو چراغ جل رہا ہے اس میں جو تیل پڑا ہے وہ بیت المال کے پیسہ سے پڑا ہے۔تو جب تک بیت المال کا میں کام کرتا رہا تب تک بیت المال کے پیسہ والے تیل سے میں فائدہ اٹھاتا رہا اب میری تمھاری باتیں شروع ہوئی ہیں لہٰذا میں نے بیت المال کا چراغ بجھا دیا۔اب وہ چراغ منگاتا ہوں جس کا میں مالک ہوں۔یعنی علیؑ نے اس واقعہ سے ہم کو اور آپ کو یہ سمجھنے کا موقعہ دیا ہے کہ ان کے پاس دو چراغ تھے ایک میں وہ تیل تھا جو سرکاری تیل تھا۔ایک میں وہ تیل تھا جو ان کا نجی تیل تھا۔جب وہ نجی کام کرتے تھے تو نجی تیل والا چراغ استعمال کرتے تھے۔جب سرکاری کام کرتے تھے سرکاری تیل والا چراغ جلاتے تھے۔

ویسے ہی علیؑ نے سارے نبیوں اور اماموں نے ہم کو پیغام دیا۔ہمارے پاس دو طاقتیں ہیں ایک بشری طاقت ہے ایک ربانی و رحمانی طاقت ہے۔وہ الٰہی سرکار کی طاقت ہے،یہ ہماری بندگی کی طاقت ہے۔جب ہم کو ضرورت ہوتی ہے کہ ہم اپنے کو بندہ ظاہر کریں تو ہم بشری طاقت استعمال کرتے ہیں۔اور جب ہمیں بتانا ہوتا ہے ہم نبی ہیں،رسول ہیں،ہادی ہیں تو رحمانی طاقت استعمال کرتے ہیں۔

یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے کون کام نجی ہے اور کون کام سرکاری ہے۔ کہاں پر ہم کو بشری طاقت استعمال کرنا ہے اور کہاں پہ ہم کو رحمانی طاقت استعمال کرنا ہے۔

میں نے ان مسائل کی تفصیل آپ کے سامنے اس لئے رکھی ہے کہ اگر یہ باتیں ذہنوں میں موجود رہیں تو پھر کبھی گمراہی نہ پیدا ہو۔ میں پھر اپنے اس فقرہ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جنھوں نے صرف بشریت پر نظر رکھی وہ اپنے جیسا سمجھنے لگے اور جنھوں نے بشریت کو بھلا دیا وہ نصیری بن کے خدا سمجھنے لگے انھوں نے ہمیشہ بیلنس کیا اور بتایا ہم بشر بھی ہیں ہم نور بھی ہیں۔ ہمارے پاس بشری زندگی بھی ہے ہمارے پاس نورانی زندگی بھی ہے۔ جب ہم کو ہدایت کے لئے کام لینا ہوتا ہے تو ہم اُس حصہ کو پیش کرتے ہیں۔ جب بندگی کو پیش کرنا ہوتا ہے تو اِس حصہ کو پیش کرتے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں ایک موقع اور یاد دلانا چاہتا ہوں وہ موقع کونسا ہے امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے۔ دنیا میں جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو غسل مولود دیا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے حضور تشریف لائے۔ حضورؐ بے چین ہیں بیتاب ہیں اپنے نواسے کو کلیجہ سے لگانے کے لئے۔ جس دائی کے پاس تھے امام حسینؑ۔ آپ نے کہا لاؤ میرے بچے کو۔ کہا میں نے ابھی غسل مولود نہیں دیا ہے۔ تو ایک مرتبہ آپ نے مسکرا کے فرمایا کہ تم اسے غسل دو گی۔

تم اسے پاک کرو گی۔ یہ نجس کب ہیں جو پاک کئے جائیں گے۔

بس یاد رکھئے گا دنیا میں ہر انسان پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے دن نجس ہوتا ہے۔ زندگی بھر اس کے جسم میں خون رہتا ہے وہ نجس ہوتا ہے۔ مسلمان ہو کے بھی جب مر جاتا ہے تو جب تک غسل میت نہیں ہو جاتا ہے وہ نجس رہتا ہے۔ لیکن جو صاحبان تطہیر ہیں جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ وہ پیدا ہونے سے پہلے بھی پاک ہوتے ہیں۔ پیدا ہونے کے دن بھی پاک ہوتے ہیں۔ ساری زندگی بھی پاک رہتے ہیں۔ مرنے کے دن بھی پاک رہتے ہیں۔ نجاست ان کے دامن کو چھو نہیں سکتی ہے۔ لہٰذا کبھی کبھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے کہ تم اپنے جیسا نہ سمجھ بیٹھنا نوری رخ کو واضح کر کے پیش کرتے ہیں۔

حضورؐ نے کہا حسینؑ کو غسل مولود دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ غسل اسے دیا جاتا ہے جو عام بچہ ہوتا ہے جو نجس ہوتا ہے۔ یہ پاک پیدا ہوا ہے پاک رہے گا اس کو غسل کی ضرورت نہیں ہے۔ صلواۃ

تو آج میں اپنے بیان کو جس جگہ پہ چھوڑ رہا ہوں جہاں سے انشاءاللہ کل پھر میں اپنے بیان کو آگے بڑھاؤں گا وہ یہ کہ ہم کو یہ سلسلہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے جود و سخا کے تقاضہ میں ہم پیدا ہوئے۔ اور وہ ہم کو نیک دیکھنا چاہتا ہے اور اس نے اس کے لئے انتظام کیا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ شدت کے ساتھ چاہتا ہے کہ وہ ہر بندہ کو نیک دیکھے۔ اور نیک دیکھنے کے لئے اس نے ہادی بھیجے۔

ہادی نبیؐ تھے امامؑ تھے، رسولؐ تھے اور یہ سب وہ تھے جن میں
دو حصے تھے ایک خدا سے ملتا تھا اور ایک بندوں سے ملتا تھا بندوں
سے ملنے والے حصہ کا نام بشریت ہے ادھر خدا سے واسطہ جو ہے
اس کا نام نبوت ہے امامت ہے، وصایت ہے، ہدایت ہے،
عصمت ہے یہ ساری چیزیں ہیں۔ ان چیزوں کو ــــــــــــ
ــــــــ میں رفتہ رفتہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن آج جس منزل
پر لا کے بات ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو دونوں کام دکھانا پڑتے تھے۔
دونوں باتیں سمجھانا پڑتی تھیں۔ جب نصیری پیدا ہونے لگتے تھے
تو یہ بندگی دکھاتے تھے۔ اور جب لوگ اپنا جیسا سمجھنے لگتے تھے
تو پھر یہ اپنے کو الگ کر کے بتاتے تھے۔

آج دنیا صاحبان تطہیر کے سامنے کیا ٹھہر سکے گی ان کی طہارت
کی منزل وہ منزل ہے کہ میں چودہ معصومینؑ کی طہارت کے بجائے یہ تذکرہ
کرنا چاہتا ہوں کہ ان چودہ معصومینؑ سے وابستہ ہو کے کربلا والے
کربلا کے میدان میں شہید ہو گئے تھے۔ آج معصومؑ کی بتائی ہوئی
زیارت ساری دنیا پڑھتی ہے۔ اور کیا پڑھتی ہے طِبْتُمْ وَطَابَتِ
الْاَرْضُ الَّتِیْ فِیْهَا دُفِنْتُمْ۔ اے کربلا کے شہیدو تم پاک اور تمہاری
وجہ سے وہ زمین پاک جسمیں تم دفن کئے گئے۔ تو دنیا کہاں سے لفظ طہارت
کی وہ منزل معراج سمجھ سکے گی جو آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور
جو حضور سرور کائناتؐ کو حاصل ہے۔ ان سے مل کے جو شہید ہو گئے

ہیں ان شہیدوں کے جسم سے جو زمین مل گئی ہے وہ اتنی پاک وپاکیزہ ہے کہ ساری کائنات کی زمینیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہیں۔

اور میں اب یہیں پر آپ کو اس آخری جملہ کو یاد دلا کے اپنی مجلس کو تمام کردینا چاہتا ہوں کہ کل جب میدان محشر ہوگا جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ جب لوگ بلائے جائیں گے تو سب قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ سب بلائے جائیں گے مگر کربلا والے قبروں سے نہیں اٹھائے جائیں بلکہ ان کی قبروں کو ایسے ہی اٹھا کے جنّت میں پہنچا دیا جائے گا۔

کیوں؟ پہچانو، وہ کتنے پاک اور پاکیزہ ہیں کہ جن کا دامن پکڑ لیا تھا شہداء نے۔ انھوں نے جس زمین پر آرام کرلیا ہے وہ زمین کتنی پاک و پاکیزہ ہوگئی ہے۔ کہ ساری روحانی طہارت حاصل کرکے مومن متقی بن کے جس جنّت میں قدم رکھے گا۔ اس میں وہاں ان کی وہ خاک لے جائی جارہی ہے وہ مٹی لے جائی جارہی ہے جہاں انھوں نے آرام کیا ہے۔

طِبْتُمْ وَطَابَتِ الْاَرْضُ الَّتِیْ فِیْھَا دُفِنْتُمْ۔ اے شہدائے کربلا تم پاک تم پاکیزہ اور وہ زمین تمھاری وجہ سے پاک و پاکیزہ ہوگئی جہاں تم دفن ہوگئے۔

بس میرا بیان مکمل ہوگیا لیکن اتنا یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کربلا میں جب قبروں کی بات یاد آتی ہے تو کچھ قبریں یاد آتی ہیں ایک

حسینؑ کی قبر ہے حسینؑ کی قبر سے ملی ہوئی پائینتی علی اکبرؑ کی قبر ہے۔ دور ابوالفضل العباسؑ کی قبر ہے۔ الگ حُرؑ کی قبر ہے اور اسی حسینؑ کے روضہ میں حسینؑ کی قبر مطہر سے پہلے آپ کی ضریح اقدس سے پہلے حبیبؑ ابن مظاہر کی قبر ہے۔ یہ ساری قبریں وہ ہیں جنھیں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک قبر اور ہے جو تھوڑی دکھائی دیتی ہے اور تھوڑی نہیں دکھائی دیتی ہے۔ جو زیارت کر چکے ہیں خدا انھیں پھر مشرف کرے۔ ہم سب کو بطفیل محمد اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام زیارت کربلائے معلیٰ سے مشرف کرے، پالنے والے تجھے واسطہ ہے محمد اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا ان ظالموں کو تباہ و برباد فرما جو زیارت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اور جو مومنین زیارت کے لئے تڑپ رہے ہیں ان کے لئے زیارت کی راہوں کو پیدا فرما۔ ہمارے علماء کی جان، مال، عزّت، آبرو کی حفاظت فرما۔

بس میں جو تذکرہ کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ جو نہیں جانتے ہیں وہ نہیں جانتے ہیں لیکن جو جانتے ہیں وہ زیارت پڑھتے ہیں۔ حسینؑ کی زیارت پڑھتے ہیں حسینؑ کی زیارت کے بعد علی اکبرؑ کی زیارت پڑھتے ہیں، اور پھر علی اکبرؑ کی زیارت پڑھنے کے بعد علی اکبرؑ کی ضریح کے پاس رک جاتے ہیں۔ آگے نہیں بڑھتے ہیں جو بیچارے نہیں جانتے ہیں وہ بڑھ جاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ بیچ میں کھلا ہوا حصّہ ہے فرش ہے اور آگے جا کر کے ایک نشان بنا ہوا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ یہ سارے شہداء

کی قبریں ہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ جو شہداء کی قبریں ہیں جسمیں سارے شہید دفن کئے گئے ہیں۔ جو گنج شہداء ہے اس کی پہلی سرحد وہیں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے علی اکبرؑ کی قبر ختم ہوتی ہے لہذا احترام کرنے والے تعظیم کرنے والے ان شہداء کی منزل کو پہچاننے والے کبھی ہمت نہیں کرتے ہیں آگے جانے کی۔ تو جو بیچارے نہیں جانتے ہیں وہ چلے جاتے ہیں اور میں اس گنج شہداء کا تذکرہ آج کی رات اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی قبر جس میں بقیہ سارے شہداء دفن کئے گئے تھے۔ اس میں ذرا یاد تو کیجئے کون کون ہیں۔ اس میں جونؑ بھی ہیں جنھوں نے اپنی شہادت کے وقت یہ کہا تھا مولاؑ جب تک میں اپنے خون کو آپ کے خون میں ملا نہیں لوں گا۔ تب تک مجھے چین نہیں ملے گا' اسی گنج شہداء میں جہاں جونؑ ہیں وہیں زہیرؑ بھی ہیں وہیں مسلم بن عوسجہؑ بھی ہیں ہیں ابو ثمامہؑ صیداوی بھی ہیں اور وہیں پر بنی ہاشمؑ بھی ہیں۔ میں جب بنی ہاشم کا تذکرہ کروں گا تو میں یاد دلاؤں گا۔ اسی بڑی قبر میں جس میں سارے شہداؑ ہیں اسی میں عونؑ و محمدؑ بھی ہیں۔ اسی میں جناب مسلمؑ بن عقیلؑ کی اولاد بھی ہے۔ اس میں اولاد جعفر طیارؑ بھی ہے۔ اس میں اولاد امیر المومنینؑ بھی ہے۔ رکا ہوں۔ سب تذکرے یاد دلا کے رکا ہوں۔ اور انھیں لاشوں کے درمیان ایک لاش اور بھی ہے۔ کیوں رکا ہوں۔ آپ جیسے عزادار مجمع کے سامنے وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جب تصور کیا گنج شہداء کی اس بڑی قبر میں بقیہ سارے شہداء کی

قبریں ہیں۔ سارے شہیدوں کی لاشیں ہیں اس قبر کے اندر۔ تو مجھے سب یاد آئے سب یاد آئے مگر جب ایک یاد آیا تو میری زبان رک گئی کیوں رک گئی۔

پہلے نام سن لیجئے پھر میں وجہ بتا دوں جس کا نام یاد کر کے میری زبان رک گئی اس کا نام ہے قاسمؑ۔ اور کیوں رک گئی۔ بس اس سوال کا جواب سن لیجئے اور میں مجلس تمام کر دوں۔

مجھے احساس ہے کہ کچھ وقت بڑھ گیا ہے لیکن میں نے ہمیشہ ایسے موقع پر آپ سے کہا ہے کہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس غم میں اس تذکرہ میں کچھ وقت بڑھ جائے۔

بس میرے بھائیو! میری بہنو! میں اپنی مجلس تمام کرنا چاہتا ہوں۔ منزل مصائب سے گزرنا چاہتا ہوں۔ دل سنبھال کے گزرنا چاہتا ہوں۔ آپ متوجہ ہیں، آپ منتظر ہیں کہ مجھے ان سارے شہیدوں کی لاشوں کے درمیان قاسمؑ کی لاش یاد آ جانے پر میری زبان کیوں رک گئی۔ تو سنئے اس وقت کو پہلے سنئے جب قاسمؑ رخصت ہو رہے ہیں جب قاسمؑ رخصت ہو رہے ہیں تو پہلی بات تو یہ سنئے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حسینؑ نے سب کو رخصت کیا، رو کے رخصت کیا، قاسمؑ کو رخصت کیا رو کے رخصت کیا۔ مگر مقاتل کی کتابوں نے بتایا کہ جب قاسمؑ کو حسینؑ نے کلیجہ سے لگایا اور بھتیجہ اپنے چچا کے کلیجہ سے لگا تو اللہ جانے دلوں کی دھڑکنوں نے ایک دوسرے سے کیا کہا دونوں کے آنسو جاری ہوئے اور اتنا روئے حسینؑ اتنا روئے قاسمؑ کہ دونوں کو غش آ گیا۔

میں اپنے سننے والوں سے ایک ہی بات کہنا چاہوں گا۔ جہاں پانی نہ ہو وہاں اگر دونوں کو غش آجائے تو تیمارداری کرنے والی زینبؑ کیا کرے تیمارداری کرنے والے عباسؑ کیا کریں شاید آنسوؤں کے ذریعہ غش والوں کو بیدار کیا گیا۔

وقت آیا اور کیسا وقت آیا۔ قاسمؑ رخصت ہوئے کیسے رخصت ہوئے۔ جب قاسمؑ رخصت ہونے لگے چچا آگے بڑھا اور بڑھنے کے بعد گریبان پھاڑ دیا اے میرے مولا یہ گریبان کیوں پھاڑ دیا؟ کہا گریبان نہیں پھاڑ رہا ہوں یاد رکھو زندگی میں جب تک کپڑے پہنائے جاتے ہیں تو وہ قمیص پہنائی جاتی ہے وہ کرتا پہنایا جاتا ہے جس کا گریبان سِلا ہوتا ہے۔ مرنے والے کو جب کفن پہنایا جاتا ہے تو وہ قمیص پہنائی جاتی ہے جس کا گریبان پھٹا ہوتا ہے۔ ارے میں اپنے لال کو غسل نہ دے سکوں گا۔ میں اپنے لال کو کفن نہ دے سکوں گا۔ یہ تو شہید ہے جس کو دفن کیا جائے گا تو میں نے زندگی میں گریبان پھاڑ دیا ہے۔

جا میرے لال۔ یہ تیرا چچا تجھے زندگی میں کفن پہنا رہا ہے۔ نہ پڑھ سکوں گا دیر تک۔ دیر تک نہ کر سکوں گا تذکرہ، بس سنئے دو چار فقرے سنئے اور مجلس تمام کروں۔

وقت آگیا کہ لوگوں نے دل سنبھال لئے قاسمؑ رخصت ہو رہے ہیں۔ اماں سلام، پھوپھی اماں سلام، چھوٹی پھوپھی سلام، بڑی پھوپھی سلام، چچا سلام، چھوٹے چچا سلام، بھیا اکبرؑ سلام ننھی سکینہؑ سلام، خدا حافظ قاسمؑ چلنے والے ہیں گھوڑا قریب آگیا ہے۔ حسینؑ رخصت

کرچکے ہیں لیکن سنئے، سنئے بس یہی تو موقع ہے جس کو مجھے سنانا تھا۔
ایک مرتبہ قاسمؑ نے سوار ہونا چاہا تو گھوڑا اونچا تھا۔ قاسمؑ اتنے کم سن تھے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو سکے۔ تو جناب عباسؑ آگے بڑھے اور چھوٹے چچا نے اپنے چھوٹے بھتیجے کو کلیجے سے لگا کے اٹھایا اور گھوڑے پر بٹھا دیا۔
بس پڑھ چکا۔ جب قاسم جا رہے تھے تو قاسمؑ کا قد اتنا کم تھا اتنا چھوٹا تھا کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو سکے جب تک عباسؑ نے ان کو گود میں لے کر سوار نہ کیا۔ لیکن میں نے تاریخ کی کتابیں پڑھیں تو مجھے یہی ملا۔ جب قاسمؑ کی لاش لے کے حسینؑ آرہے تھے حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملالیا تھا ایک ہاتھ سے لاش سنبھالے ہوئے تھے اور دوسرے ہاتھ سے پیر سنبھالے ہوئے تھے۔ لیکن وہ قاسمؑ جو ذرا دیر پہلے اتنے چھوٹے تھے کہ گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے تھے وہی قاسمؑ اب اتنے لمبے ہو گئے تھے کہ حسینؑ لاش لا رہے تھے اور قاسمؑ کے پیر زمین پر کھنچتے جا رہے تھے ارے سمجھے زندگی میں گھوڑے گزر گئے تھے اس لئے مجھے وہ لاش یاد آئی جو زندگی میں پامال ہو گئی تھی جو کمسن کی لاش تھی مگر پامال ہو کے اتنی لمبی ہو گئی تھی کہ پیر زمین پر خط دیتے جا رہے تھے تو میری زبان رک گئی۔
اے قاسمؑ اے قاسمؑ ہم غلاموں کا سلام لے لو چچا پامال ہوا شہادت کے بعد تم پامال ہو گئے زندگی میں۔
سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

آٹھویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ صلواۃ

اعلان وارشاد پروردگار عالم ہے کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ دین کے پابند ہیں غیب پر ایمان رکھتے ہیں ۔ نمازی ہیں اور نمازوں کو ادا کرتے ہیں اور قائم کرتے ہیں۔ اپنی روزی میں سے کچھ نہ کچھ ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ جو کچھ آخری پیغمبرؐ پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو کچھ خدا نے نازل کیا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت پر پورا پورا بھرپور یقین رکھتے ہیں۔ جن لوگوں میں اتنی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے لئے خدا کہتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں ہدایت یافتہ ہیں۔ اور مرنے کے بعد والی زندگی آخرت میں نجات پانے والے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ میں روزانہ آپ کے سامنے ان ساری آیتوں کے ترجمہ کو اس لئے دہراتا اور سناتا ہوں کہ ہر سننے والا پورے طور پر اس بات کو سمجھ لے کہ اگر ہمارے دل میں یہ تمنا ہے' خواہش ہے' اور ہونا چاہئے کہ ہم دنیا کی زندگی میں گمراہ نہ ہوں بلکہ ہدایت یافتہ ہوں اور آخرت میں ہلاک اور تباہ نہ ہوں بلکہ نجات یافتہ ہوں تو ہمیں ایک ایک کر کے دیکھنا پڑے گا کہ قرآن مجید نے جو صفتیں بیان کی ہیں وہ ہمارے اندر پائی جاتی ہیں یا نہیں پائی جاتی ۔ اگر خدا نخواستہ کوئی صفت نہیں پائی جاتی ہے تو اس کا علاج یہی ہے کہ جو صفت نہیں پائی جاتی ہے وہ پیدا کی جائے ۔

اس تمہید کے بعد اور اس روزمرہ کے ابتدائی تذکرہ کے بعد میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کل کی تقریر میں میں نے آپ کے سامنے اس تفصیل کو پیش کیا تھا کہ اللہ نے اپنی سخاوت' اپنے کرم کی وجہ سے انسانوں کو پیدا کیا مخلوقات کو پیدا کیا ۔ تاکہ وہ خدا سے فائدہ حاصل کر سکیں فیض حاصل کر سکیں ۔ اور پیدا کرنے والے نے پیدا کرنے کے بعد سب سے زیادہ توجہ دی اس بات پر کہ انسان نیک بنے اور گمراہ نہ ہونے پائے ۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہادی بھیجے ۔ جن ہادیوں کی تفصیل ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ ۔ بارہ امامؑ اور معصومۂ کونین فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ۔

جن حضرات کے پیش نظر میری کل کی تقریر ہے ۔ ان کو میں

یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں مختلف فرقے اس لئے پیدا ہوگئے ہیں کہ جہاں سے خدا کو سمجھنا چاہئے تھا وہیں سے خدا کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ جب خدا کے سمجھنے میں غلطی ہوئی تو وہ غلطی آگے بڑھ کے نبی اور امام کے سمجھنے میں پیدا ہوئی اور مختلف فرقے پیدا ہوئے۔

اب بالکل ٹھیک وہ جگہ جہاں میں نے کل بیان چھوڑا تھا اور جہاں سے آج بیان آگے بڑھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے گذارش کی تھی کہ اللہ نے جتنے نبی بھیجے، جتنے امام بھیجے، جتنے ہادی بھیجے ان کی حیثیت یہ ہے کہ ان کا ایک رُخ ہم بندوں سے ملتا ہے جن کی ہدایت کے لئے آئے ہیں اور ایک رُخ ان کا خدا سے ملتا ہے جس نے ہماری ہدایت کے لئے ان کو بھیجا ہے۔

میں اب آپ کی بہترین توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ نبی و امام کا اور ہادی کا وہ رُخ جو ہم سے ملتا ہے اس کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ میں نے اس کا نام بتایا تھا بشریت۔

یعنی ہمارے بھی جسم ہے ان کے بھی جسم ہے۔ رنج و راحت دونوں کا احساس ہمیں بھی ہوتا ہے دونوں کا احساس انھیں بھی ہوتا ہے۔ سوتے جاگتے وہ بھی ہیں سوتے جاگتے ہم بھی ہیں۔ زخم ان کو بھی لگتا ہے۔ زخم ہم کو بھی لگتا ہے۔ بھوک پیاس ان کو بھی لگتی

یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں مختلف فرقے اس لئے پیدا ہوگئے ہیں کہ جہاں سے خدا کو سمجھنا چاہیئے تھا وہیں سے خدا کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ جب خدا کے سمجھنے میں غلطی ہوئی تو وہ غلطی آگے بڑھ کے نبی اور امام کے سمجھنے میں پیدا ہوئی اور مختلف فرقے پیدا ہوئے۔

اب بالکل ٹھیک ٹھیک وہ جگہ جہاں میں نے کل بیان چھوڑا تھا اور جہاں سے آج بیان آگے بڑھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے گذارش کی تھی کہ اللہ نے جتنے نبی بھیجے، جتنے امام بھیجے، جتنے ہادی بھیجے ان کی حیثیت یہ ہے کہ ان کا ایک رُخ ہم بندوں سے ملتا ہے جن کی ہدایت کے لئے آئے ہیں اور ایک رُخ ان کا خدا سے ملتا ہے جس نے ہماری ہدایت کے لئے ان کو بھیجا ہے۔

میں اب آپ کی بہترین توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ نبی و امام کا اور ہادی کا وہ رُخ جو ہم سے ملتا ہے اس کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ میں نے اس کا نام بتایا تھا بشریت۔

یعنی ہمارے بھی جسم ہے ان کے بھی جسم ہے۔ رنج و راحت دونوں کا احساس ہمیں بھی ہوتا ہے دونوں کا احساس انھیں بھی ہوتا ہے۔ سوتے جاگتے وہ بھی ہیں سوتے جاگتے ہم بھی ہیں۔ زخم ان کو بھی لگتا ہے۔ زخم ہم کو بھی لگتا ہے۔ بھوک پیاس ان کو بھی لگتی

ہے بھوک پیاس ہم کو بھی لگتی ہے۔ یہ تو ہے بشریت، اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ لیکن ہر نبی اور ہر امام کا وہ رخ جو ہادیانہ رُخ ہے جو خدا سے ملتا ہے جس کے ذریعہ وہ ہمارے ہادی بنتے ہیں۔ اس کا پہچاننا اس لئے دشوار ہے کہ وہ آنکھوں سے دیکھنے والی چیز نہیں ہے۔ ہاتھوں سے ٹٹولنے والی چیز نہیں ہے۔ بلکہ صرف وہ عقل کے ذریعہ معلوم کرنے والی چیز ہے۔

اور میں اب آپ کو یاد دلاؤں گا کہ میں نے پچھلی تقریروں میں مسلسل اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جو چیز حواس کے ذریعہ معلوم نہ ہو سکے بلکہ اس کے معلوم کرنے کا ذریعہ صرف عقل ہو وہی غیب ہے، اور اب میں اپنے اس فقرہ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نبی کو دیکھ سکتے ہیں نبوت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں، امام کو دیکھ سکتے ہیں امامت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں، ان کے جسم اقدس کو دیکھ سکتے ہیں لیکن ان کے کمالات کا وہ رُخ جس میں وہ خدا کے نمائندہ، اللہ کی حکومت کے عہدہ دار، اللہ کی سرکار کے منصب دار بن کر کے آتے ہیں اسے ہم نہیں پہچان سکتے۔ تو اس کے پہچاننے کے لئے عقل کی ضرورت ہوگی اور میں اب اپنی کل کی بات پھر یاد دلاؤں کہ جب کبھی کسی نبی کو پہچاننا ہوگا جب کبھی کسی امام کو پہچاننا ہوگا تو ہم کو سلسلہ خدا سے ملانا ہوگا۔ اور پھر وہیں سے سمجھنا شروع کریں گے۔ اگر صحیح صحیح سمجھتے آئیں گے تو نبی و امام کا سمجھنا بھی آسان ہو جائے گا۔

توجہ فرمائیں گے ۔سلسلہ خدا سے شروع ہوتا ہے اور وہی سلسلہ نبی تک آتا ہے ۔نبی کے بعد امام تک آتا ہے ۔

اب اگلے بیان کا حصہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کسی لفظ کو اور کسی جملہ کو ضایع نہ ہونے دیں گے ۔ اطمینان کے ساتھ سکون کے ساتھ دو باتیں سن لیں ۔ خدا کے پاس قدرت ہے ۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے کوئی طاقت نہیں ہے جو خدا کی قدرت سے ٹکرلے ۔

ہر مسلمان جانتا ہے مگر مجھے یہ بات سمجھانا اور سنانا ہے اور خاص طور سے اپنے بچوں اور اپنی بیٹیوں کے دل میں اس کی جگہ بنانا ہے کہ خدا پوری قدرت رکھتا ہے ۔لیکن جہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے وہاں سے وہ اپنے بندوں کے لئے قدرت استعمال نہیں کرتا ہے ۔بلکہ ہدایت استعمال کرتا ہے ۔ ابھی آپ کو اس لفظ کا فائدہ پورے طور پر محسوس نہیں ہوگا ۔مگر میں جو لفظیں آپ کی امانت میں دے رہا ہوں اسے آپ قبول کریں ۔اور جب میں ان کا فائدہ حاضر کروں گا تو آپ کو اندازہ ہوگا ۔ تو جہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے وہاں سے خدا ہدایت کو ذریعہ بناتا ہے ۔قدرت کو ذریعہ نہیں بناتا ۔ اس لفظ کا جتنا مطلب ابھی سمجھ میں نہ آیا ہو اسے ابھی رہنے دیجئے ۔

دوسرا ایک لفظ اور سنئیے خدا ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔ خدا کے علاوہ ہر ایک کے بارے میں اس کے علم کی حد بندی کی جاسکتی ہے یہ جانتا ہے ۔ یہاں تک جانتا ہے لیکن خدا کا علم وہ علم ہے جس کے

بارے میں کوئی حدبندی نہیں کی جا سکتی۔ جیسے اس کی قدرت غیر محدود ہے ویسا ہی اس کا علم بھی غیر محدود ہے۔

اگر علم الگ ہوتا۔ قدرت الگ ہوتی۔ اللہ کی ذات الگ ہوتی تو ایک چیز محدود ہوتی۔ ایک چیز غیر محدود ہوتی۔ جو اس کی ذات ہے وہی اس کا علم ہے وہی اس کی قدرت ہے تو جب وہ خود ہی غیر محدود ہے تو اس کی قدرت بھی غیر محدود ہے۔ اس کا علم بھی غیر محدود ہے۔

اگر آپ نے میرے ان لفظوں کا فائدہ اٹھا لیا ہے۔ تو اب میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے دنیا پیدا کی، دنیا پیدا کرنے میں قدرت کا بھی استعمال کیا اور علم کا بھی استعمال کیا۔ اس نے ہم انسانوں کو پیدا کیا۔ ہمارے پیدا کرنے میں اپنے علم کا بھی استعمال کیا۔ اپنی قدرت کا بھی استعمال کیا، لیکن ہم کو پیدا کرنے کے بعد۔ ہمارے بالغ ہو جانے کے بعد۔

جب اس نے ہم سے کہا ہم نے تمہارے کاموں میں آزادی دیدی ہے اور ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو اپنے ارادہ کے ساتھ اپنے اختیار کے ساتھ نیک بنتا ہے۔ تو پھر اس نے آزادی دینے کے بعد کہا ہم اب اپنے علم کا برتاؤ تمہارے ساتھ نہیں کریں گے۔ اپنی قدرت کا برتاؤ تمہارے ساتھ نہیں کریں گے۔ ایک صلوات بھیجیں میں تشریح کروں آپ کے سامنے

تشریح دو لفظوں میں سمجھیں۔ وہ ہم میں سے ہر آدمی کے پیدا

کرنے سے پہلے جانتا ہے کہ ان میں سے کون جنّتی بنے گا کون دوزخی بنے گا۔ مگر اس نے پیدا کرنے کے بعد فیصلہ نہیں کیا کہ تم دوزخ میں جاؤ تم جنّت میں جاؤ، اس لئے کہ میرے علم کے مطابق تم جنّتی ہو اور میرے علم کے مطابق تم دوزخی ہو۔

کہا نہیں، ہم جانتے ہیں کون جنّتی ہے، ہم جانتے ہیں کون دوزخی ہے۔ مگر ہم پیدا کر دیں گے، ہدایت کے لئے نبی اور امام بھیج دیں گے۔ کتابیں بھیج دیں گے۔ شریعت بھیج دیں گے اور اس کے بعد تم کو آزادی دے دیں گے پھر دیکھیں گے۔ کون جنّتی بنتا ہے اور کون دوزخی بنتا ہے، تم جو اچھائیاں کرتے جاؤ گے جو برائیاں کرتے جاؤ گے۔ تمھارے کاندھوں پر دو ملک بٹھا دیں گے۔ ایک اچھائیاں لکھتا جائے گا نیکیاں لکھتا جائے گا۔ ایک گناہ لکھتا جائے گا اور آخر میں میدان محشر میں تمھارے کئے ہوئے سارے کاموں کا اعمالنامہ تمھارے سامنے پیش ہوگا اور تم اپنے عمل کی روشنی میں طے کرو گے کہ تم جنّتی ہو یا دوزخی ہو۔

تو پالنے والے نے اتنا لمبا جو پروگرام بنایا کہ ہم کو پیدا کر کے آزاد کر دیا۔ آزاد کر کے ہماری ہدایت کا انتظام کر دیا۔ اور اس کے بعد ہم جنّت تک پہنچیں تو اپنے عمل کے ذریعہ پہنچیں دوزخ تک پہنچیں تو اپنے عمل کے ذریعہ پہنچیں، تو یہ کیا تھا؟

اس کا راز ہے کیا راز ہے؟ کہ وہ جانتا ہے کون جنتی ہے کون دوزخی ہے مگر اس نے اپنے علم کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے کہا

کہ تم خود اپنے عمل کے ذریعہ ثابت کرو کہ تم جنّتی ہو یا دوزخی ہو۔ یہ میرے اس فقرہ کا مطلب ہے کہ وہ سب جانتا ہے مگر جہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے۔ وہاں سے بندوں کے عمل پر فیصلہ کرتا ہے۔ اپنے علم کو استعمال نہیں کرتا۔ علم کو استعمال نہیں کرتا کا مطلب یہ ہے کہ علم ہے اس کے پاس مگر استعمال نہیں کرتا۔

ایسے ہی میں نے دوسرا فقرہ آپ کے سامنے کہا تھا کہ وہ قدرت بھی رکھتا ہے اور قدرت کو بھی استعمال نہیں کرتا وہ اس پر بالکل قادر تھا کہ شیطان کی نافرمانی سے پہلے ملک الموت کو بھیج دیتا کہ ان کی روح قبض کر لو یہ سیدھے ہو جائیں۔ قبل اس کے کہ نافرمانی کریں۔ لیکن وہ قدرت رکھتا تھا لیکن چونکہ جہاں سے مذہب شروع ہوا انسان کو آزادی دیکے مذہب شروع ہوا ہے وہ قدرت رکھتا ہے۔ مگر قدرت استعمال نہیں کرتا ہے۔

اب میں چاہوں گا کہ میری اتنی تشریح کے بعد آپ پورے طور پر اس بات کو محسوس کریں کہ جہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے وہاں سے خدا علم رکھتا ہے مگر علم استعمال نہیں کرتا ہے، وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ مگر وہ اپنے علم کی بنیاد پر کام نہیں کرتا ہے فیصلہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بندہ کے عمل پر فیصلہ کرتا ہے۔ ویسے ہی وہ قدرت بھی رکھتا ہے۔ مگر آزادی دینے کے بعد خاموشی اختیار کرتا ہے۔ حلم اختیار کرتا ہے۔ قدرت استعمال نہیں کرتا ہے۔

عزیزان گرامی - میں نے اتنی دیر جو آپ کا وقت لیا ہے - اور آپ کو زحمت دی ہے اور میں نے محنت کی ہے - یہ اس لئے کی ہے کہ آپ پہچانئے اُدھر سے جو ہادی بن کر کے آئے گا جو نبی بن کر کے آئیگا جو امام بن کر کے آئے گا اس کے پاس بھی ساری چیزوں کا علم ہوگا۔ مگر جیسے خدا کے پاس علم ہے اور وہ علم استعمال نہیں کرتا ہے - بندوں کے عمل پر فیصلہ کرتا ہے - ویسے ہی جو نبی اور امام بن کر کے آئیں گے وہ بھی جانتے ہیں - ان میں کون ہدایت پانے والا ہے کون ہدات پانے والا نہیں ہے - کون جنتی ہے، کون دوزخی ہے - مگر وہ اپنے علم پر فیصلہ نہیں کریں گے - جو کلمہ پڑھ کے بیٹھ جائے گا نبی کے پاس نبی اسے بٹھا لیں گے یہ جانتے ہوئے کہ یہ بعد میں کیسے نکلیں گے ویسے ہی نبی بٹھا لیں گے جیسے خدا جانتا تھا شیطان کیسا نکلے گا مگر خدا نے آسمانوں میں اسے جگہ دے دی -

یہ بات میں نے اس لئے سمجھائی ہے کہ میرے بچّوں کے ذہن میں کبھی کبھی یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ جب نبی سب چیزوں کو جانتے تھے تو ایسوں کو اپنے قریب کیوں کیا تھا - ان سے رشتہ داری کیوں کی تھی - ان کو اپنے پاس بٹھایا کیوں تھا؟

بس یاد رکھو نبیؐ سے زیادہ تو خدا جانتا تھا، اس نے شیطان کو پیدا ہی کیوں ہونے دیا تھا؟ شیطان کو رہنے ہی کیوں دیا تھا؟

بس اگر میرے دو جملے یاد رکھئے گا کہ جہاں سے مذہب شروع

ہوتا ہے وہاں سے خدا ہدایت استعمال کرتا ہے۔ علم رکھتا ہے مگر علم استعمال نہیں کرتا ہے۔ قدرت رکھتا ہے مگر قدرت استعمال نہیں کرتا ہے۔ ایسے ہی جو نبی بن کر کے آتے ہیں جو امام بن کر کے آتے ہیں وہ علم بھی رکھتے ہیں مگر علم کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ قدرت بھی رکھتے ہیں قدرت کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ مگر بندوں کے ساتھ ان کے عمل کے مطابق برتاؤ کرتے رہتے ہیں۔

اگر آپ نے میری یہ بات پہچان لی ہے تو میں آپ کے سامنے کہنا چاہوں گا اُسے دنیا کو دکھانا تھا کہ جنّات میں سے کون سا جن اور انسانوں میں سے کون سا انسان اپنے عمل سے جنتی بنتا ہے اپنے عمل سے دوزخی بنتا ہے۔ لہٰذا علم رکھتے ہوئے نہ اس نے علم کا استعمال کیا نہ قدرت رکھتے ہوئے اس نے قدرت کا استعمال کیا۔ بلکہ نظام اور سسٹم پر قائم کیا عمل کرتے جاؤ تا کہ ظاہر ہوتا جائے کون جنتی بنتا ہے۔ کون دوزخی بنتا ہے۔

بس جیسے اس نے علم کو روک دیا اس کے استعمال کو۔ قدرت کو روک دیا اس کے استعمال کو۔ ایسے ہی نبیؐ اور امامؑ علم بھی رکھتے ہیں اور قدرت بھی رکھتے ہیں۔ مگر ہدایت کی دنیا میں نہ اللہ کے دیئے ہوئے علم کو استعمال کرتے ہیں نہ اللہ کی دی ہوئی قدرت کو استعمال کرتے ہیں بلکہ حالات کے نظام کو چھوڑ دیتے ہیں جیسے حالات سامنے آتے جاتے ہیں ویسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر یہ بات میری آپ نے پہچان لی ہے تو

ایک بہت بڑی الجھن حل کرنا چاہتا ہوں ۔ خدا کرے بطفیل محمد اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام جو فقرہ میں آپ کے حوالے کر دینے والا ہوں وہ کارآمد ہو جائے اس بڑی الجھن کو حل کرنے کے لئے ۔

کبھی کبھی ہمارے بچے الجھ جاتے ہیں اور وہ یہ پوچھتے ہیں کہ جب امامؑ جانتے تھے کہ ہم کربلا میں قتل ہوں گے تو جانتے ہوئے آئے کیوں تھے ۔ جب مولاؑ جانتے تھے کہ مسجد کوفہ میں ہم شہید ہوں گے تو جانتے ہوئے آئے کیوں تھے ۔ جب امام حسنؑ جانتے تھے کہ میری بیوی مجھے زہر دے گی تو انھوں نے رشتہ کیا ہی کیوں تھا ۔

بس یاد رکھئے گا خدا بھی علم رکھتا ہے مگر جہاں سے دین و مذہب و ہدایت شروع ہوتی ہے ۔ علم رکھتا ہے علم کا استعمال نہیں کرتا ہے ۔ مذہب کی دنیا تک ۔ قدرت رکھتا ہے قدرت کا استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ بندوں کو آزادی دے کے ان کے عمل کے مطابق برتاؤ کرتا ہے ۔ ویسے ہی نبیؐ امامؑ بھی علم رکھتے ہیں مگر نہ علم کا استعمال کرتے ہیں نہ قدرت کا استعمال کرتے ہیں ۔

یقیناً ہر امام کے پاس علم بھی ہے ۔ ہر امام کے پاس اختیار بھی ہے لیکن آپ ہی پہچانئے اگر حسینؑ نے اپنے علم و اختیار کو استعمال کر لیا ہوتا تو وہ ہر سکنڈ اپنے لئے پانی پیدا کر سکتے تھے ۔ تو علم و اختیار سے پانی تو مل جاتا لیکن آج حسینؑ کی پیاس کی وجہ سے جو ساری دنیا کے دل جھک رہے ہیں حسینؑ کی طرف اور حسینؑ کے ذریعہ ہدایت کی طرف

یہ کارنامہ حاصل نہ ہوتا۔

بس آپ پہچان سکے ہوں گے کہ میں نے آپ کے سامنے یہ کہنا چاہا ہے کہ خدا کا نمائندہ ہوتا ہے ہادی۔ چاہے وہ نبی ہو چاہے وہ امام ہو۔

جیسے خدا علم و قدرت رکھتا ہے مگر مذہب کی دنیا میں علم و قدرت کا استعمال نہیں کرتا ہے۔ بندوں کے عمل کے مطابق برتاؤ کرتا ہے۔ ویسے ہی جو نبی اور امام بن کرکے آتا ہے وہ بھی اختیار رکھتا ہے قدرت رکھتا ہے۔ علم رکھتا ہے مگر انسانوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کے مطابق عمل کرتا ہے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ شاید تھیوری سمجھنے میں دقت ہو رہی ہو۔ تو میں ایک مشہورِ زمانہ واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک ساتھ دس آدمی حاضر ہوتے ہیں اور دس کے دسوں آکے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ علم بھی ہے قدرت بھی ہے مگر جہاں سے ہدایت شروع ہوتی ہے وہاں سے بندوں کے اعمال کے مطابق برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اپنے ذاتی علم اور ذاتی قدرت کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے یہ بات خدا سے لے کے نبی اور امام تک میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اس لئے یہ واقعہ سنا رہا ہوں۔

ان دس کے دسوں آدمیوں نے آکے مولائے کائناتؑ کے ہاتھ

پر بیعت کی۔ نوؔ کا تذکرہ چھوڑ دیجئے دسویں کا تذکرہ سن لیجئے۔

دسویں کا نام ہے عبدالرحمٰن بن ملجم۔

جب سب مولا کے ہاتھ پر بیعت کر کے جانے لگے تو آپ نے عبدالرحمٰن ابن ملجم کو آواز دی اِدھر آ۔ آنے کے بعد اس سے کہا تو نے اپنی خوشی سے مجھے امام مان کر بیعت کی ہے؟

کہا بالکل خوشی کے ساتھ۔ کہا اگر خوشی کے ساتھ تو نے بیعت کی ہے تو تو کیا ارادہ رکھتا ہے کہ بیعت پر باقی رہے گا۔ بیعت توڑے گا تو نہیں۔ غداری تو نہیں کرے گا؟ کہا مولا کیا مجال ہے جو غداری کروں۔ کیا مجال ہے جو بیعت توڑ دوں۔ یہ خود اپنے عمل سے بے خبر ہے مگر جس کے پاس علم الٰہی ہے جس کے پاس نمائندگی ہے اللہ کی قدرت کو وہ جانتا ہے۔ کہا اچھا جاؤ دروازہ تک پہنچا تھا پھر ایک مرتبہ آواز دی عبدالرحمٰن بن ملجم ذرا میرے پاس پلٹ کے آ۔

اور اس کے بعد پھر آپ نے کہا تو نے بیعت کی ہے۔ بیعت پر باقی رہو گے یا نہیں باقی رہو گے۔

کہا مولا۔ میں نے دو مرتبہ اقرار کیا۔ تیسری مرتبہ پھر اقرار کرتا ہوں کہ بیعت پر باقی رہوں گا۔ بیعت نہیں توڑوں گا غداری نہیں کروں گا۔ بیوفائی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد تاریخ کا جو فقرہ ہے اسے آپ سنیں کہ اس نے تلوار نیام سے نکالی اور تلوار کے قبضہ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تلوار کی نوک اپنے پیٹ پر رکھی اور کہا یہ تلوار ہے اور

تلوار کی نوک میرے پیٹ پر ہے، آپ فقط حکم دے کے دیکھیں کہ آپ یہ کہیں کہ ابن ملجم اپنی تلوار اپنے پیٹ میں اتار لو۔ اس کے بعد آپ دیکھیں کہ آپ کے کہنے پر عمل کرتا ہوں یا نہیں کرتا ہوں یعنی اس کو خود اس وقت اپنے بارے میں یہ یقین ہے کہ میں بالکل پکا ہوں۔ مجھ سے غداری کا کوئی امکان نہیں ہے۔ کہا اچھا جاؤ جب جانے لگا۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ مولا آپ نے سب سے ایک مرتبہ بیعت لی ہے اس سے تین مرتبہ کیوں بیعت لی ہے۔ امامؑ مسکرائے یہ بتانے کے لئے کہ جو اللہ کا نمائندہ بن کے آتا ہے وہ علم بھی رکھتا ہے قدرت بھی رکھتا ہے لیکن جہاں سے ہدایت کی ذمہ داریاں شروع ہوتی ہیں وہاں بندوں کے عمل کے مطابق برتاؤ کیا جاتا ہے نہ اپنے ذاتی علم پر عمل ہوتا ہے نہ ذاتی قدرت کا استعمال ہوتا ہے۔

میں آپ کی خدمت میں اس کی اگلی قیمت عرض کروں گا۔ لیکن ابھی واقعہ سنا لینے دیجئے۔

کہا مولا یہ کون ہے جس سے آپ نے بار بار بیعت لی ہے کہا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا مولا جب آپ کا قاتل ہے تو پھر اسے بلا کے قتل کر دیجئے۔ اس سلسلہ میں دو فقرے میں نے کتابوں میں پڑھے ہیں ایک بہت دن پہلے پڑھا تھا جو برابر پڑھتا رہتا تھا۔ لیکن اس کے بعد ایک دوسرا فقرہ میرے سامنے آیا۔ جب دونوں فقرے میں نے پڑھے تب مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی

زبان مبارک سے نکلے ہوئے فقروں کی کیفیت میں نے محسوس کی۔

مشہور ترین فقرہ جو ہے وہ یہ ہے کہ موٌلا نے فرمایا کہ میں ابھی اس کو کس جرم میں قتل کرسکتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ جب میرا قاتل بنے گا تب مجرم ہوگا تو ابھی تو مجرم نہیں ہے۔

بس پہچانئے جرم سے پہلے علم رکھتے ہوئے سزا نہ دینا یہ اپنے علم کا استعمال نہ کرنا ہے۔ مذہب کی دنیا میں۔ ہدایت کی دنیا میں اور اس کے بعد میں رکا ہوں۔ اس لئے رکا ہوں کہ وہ بڑا گمبھیر مسئلہ جس میں ہزاروں ذہن الجھ جاتے ہیں۔ جب امامؑ جانتے تھے تو کربلا کیوں گئے۔ جب امامؑ جانتے تھے تو مسجد کوفہ کیوں گئے۔ ــــــــــ

ــــــــــ جب امام جانتے تھے تو جام زہر پینے کیلئے کیوں تیار ہوئے۔ جب امام جانتے تھے تو مامون کے پاس کیوں گئے؟ جو ایسے سارے سوالات پیدا ہوتے ہیں اگر ان کا جواب سمجھنا ہے۔

ــــــ تو میں اپنے مجمع سے کہوں گا۔ میں بھی بھکاری بن کے درِ حیدرؑ پر چل رہا ہوں۔ آپ بھی میری طرح سے بھکاری بن کے درِ حیدرؑ پر چلئے۔ باب مدینۂ علم سے وہ جواب ملے گا۔ جو ہمیشہ ہمیشہ ہر امام کی پوزیشن سمجھنے میں ہم کو مدد دے گا۔ مگر پہلے بات کو سننے سے پہلے دل و دماغ کو منور کرنے کے لئے ایک صلواۃ بھیجیں۔

توجہ چاہتا ہوں بے حد توجہ چاہتا ہوں۔ پہلا فقرہ مشہور ہے جسے بار ہا آپ نے سنا ہے اور میں بھی اسی کو برابر پڑھتا تھا لیکن میں نے

اس مرتبہ ایک فقرہ اور پڑھا ۔ بے حد توجہ چاہتا ہوں ۔

جب مولاؑ سے لوگوں نے کہا جب آپ کا یہ قاتل ہے تو اسے آپ جانے کیوں دیتے ہیں ۔قتل کیوں نہیں کر دیتے ۔ بالکل متوجہ ہو جائیے ۔میں مولاؑ کا جواب سنانے جا رہا ہوں ۔ تو مولاؑ مسکرائے ۔ کہا تم نے مجھ سے کیا سنا کہا ہم یہی سن رہے ہیں کہ یہ آپ کا قاتل ہے ۔کہا تم مجھ سے کیا کہہ رہے ہو کہا یہی کہہ رہے ہیں کہ جب قاتل ہے تو جانے کیوں دیتے ہیں ۔قتل کر دیجئے، کہا اس کے معنی یہ ہیں تم نے بات سمجھی نہیں مجھے خدا نے یہ بتایا ہے کہ یہ میرا قاتل ہے۔ یہ نہیں بتایا ہے کہ میں اس کا قاتل ہوں ۔یعنی دوسرے لفظوں میں سمجھئے کہ مولاؑ نے جواب دیدیا اللہ جس کو علم دیتا ہے اس کو علم کے مطابق ذاتی طور پر عمل کرنا ہے وہ اس کی مخالفت کیسے کرے گا صلوٰۃ

بس اس کے بعد میں اپنے مجمع سے چاہوں گا کہ آپ پہچانئے اس خدا کی عظمت کو جو قدرت رکھتا ہے کہ اگر ذرا سا ارادہ کرلے تو ایک شیطان کیا۔ ساری کائنات ایک سکنڈ میں تہہ و بالا ہو سکتی ہے ۔ اور جس دن وہ ارادہ کرے گا اس دن قیامت آجائے گی ۔

لیکن ایسی غیر محدود قدرت رکھنے والا حقیر شیطان کی شیطنت پر جب خاموش رہتا ہے تب اندازہ ہوتا ہے ۔ خدا کتنی بڑی قدرت والا ہے ۔

شاید میں اپنی بات نہ سمجھا سکوں ۔جب تک کہ ایک لفظ کی مدد

نہ لے لوں اور وہ یہ کہ جس کی قوت کمزور ہوتی ہے وہ جھلّا جاتا ہے وہ جھنجھلا جاتا ہے۔ وہ الجھ جاتا ہے۔ وہ اقدام کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ وہ براہ راست ایکشن کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ لیکن جس کی قوت زیادہ ہوتی ہے اس زیادہ قوت کا تقاضا ہی یہ ہوتا ہے کہ سامنے والا جو کچھ کرسکتا ہے کرلیتا ہے اور اس کی طاقت مسکراتی رہتی ہے تمھاری حیثیت ہی کیا ہے یہ تو حیثیت تبھی تک ہے جب تک ہم خاموش ہیں۔ جس دن ہم ارادہ کریں گے تمھاری کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

تو بس یاد رکھئے گا طاقت استعمال کردینے سے طاقت کا اتنا اندازہ نہیں ہوتا۔ جتنا طاقت رکھنے والا طاقت رکھ کے استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ حلم سے کام لیتا ہے۔

اب میں اپنے جملے کو آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں اللہ کی قدرت پر ایمان اس دن لایا ہوں جس دن میں نے اللہ کے حلم کو دیکھا ہے۔ صلواۃ

حلم کیا ہے۔ کرسکتا ہے اقدام خدا مگر نہیں کرتا۔ بس اسے اگر بہت آسان مثال میں سمجھنا ہے تو اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں اپنی قوت کا پورا اعتماد ہوتا ہے وہاں کچھ کرنے کے لئے آدمی میں بےچینی نہیں پیدا ہوتی۔ وہ بڑے سکون کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جہاں قوت کمزور ہونے کا احساس رہتا ہے وہیں جھپٹ پڑتا ہے کام کے لئے مثال سنادیں۔

ایک چیونٹی ہمارے ہاتھ پر رینگ رہی ہے۔ ہم جانتے ہیں یہ کاٹ سکتی ہے لیکن چیونٹی کی طاقت ہی کیا ہے ہمارے سامنے جس وقت چاہیں گے ذرا سا مسل دیں گے اس کے وجود کا پتہ بھی نہیں رہے گا توچونکہ چیونٹی کی طاقت کے مقابلہ میں ہمارے پاس اتنی بڑی طاقت ہے کہ ہم میں ذرا بھی ہیجان پیدا نہیں ہوتا ہے۔ جب چاہے گے مسل دیں گے۔ لہٰذا وہ چلتی بھی رہے گی وہ دوچار جگہ کاٹ بھی لے گی تب بھی ہم خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہیں گے۔ اس کو حوصلہ نکال لینے دو کیا بگڑتا ہے۔

مثال بدلنے جارہا ہوں ذرا ہوشیار رہئے گا۔ چیونٹی کے بجائے بچھو نکل آیا۔ اگر منبر پر نکل آیا۔ تو میں منبر پر نہیں دکھائی دوں گا آپ کے پاس دکھائی دوں گا۔ اور اگر آپ کو دکھائی پڑ جائے تو آپ سب باہر دکھائی دیں گے۔ جانور یہ بھی ہے جانور وہ بھی ہے۔ کاٹتا یہ بھی ہے کاٹتا وہ بھی ہے۔ مگر بچھو کے مقابلہ میں ہم اپنی طاقت کو کمزور سمجھتے ہیں۔ لہٰذا بھاگیں گے جلد سے جلد اسے مار ڈالنا چاہیں گے۔ اور چیونٹی کے مقابلہ میں چونکہ ہم کو اپنی طاقت پر اپنی قوت پر پورا اطمینان ہے لہٰذا اس کے حوصلے نکلنے دیں گے اور خاموش بیٹھے رہیں گے۔

بس اب اس فقرہ کے بعد میں اپنا جملہ دہرانا چاہتا ہوں اور اپنے محترم سامعین سے اس کی قدر و قیمت چاہتا ہوں۔ جو طاقت استعمال کر دے وہ کمزور ہوتا ہے۔ جو طاقت رکھتا ہے اور استعمال نہیں کرتا ہے

اس کے نہ استعمال کرنے سے اس کی بڑی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ جس دن کیا تھا۔ اللہ اسی دن ملک الموت کو بھیج کے اسکی روح قبض کرا سکتا تھا لیکن کہا حوصلہ نکال لو حوصلہ نکال لو۔ اور اس کے بعد دیکھو جس نیل سے موسیٰؑ مع بنی اسرائیل کے بیچ کے نکلیں گے اسی نیل میں مع خدائی کے تم کو ڈبو کے بتاؤں گا کہ خدا کون ہے اور فرعون کون ہے۔ اگر آپ نے اس پوری بات کو سمجھ لیا ہے تو میں تاریخ کی تفصیل کی طرف صرف اشارہ کروں گا اور وضاحت کئے بغیر کہوں گا۔ کہ جتنے دلوں میں چبھن پیدا ہوتی ہے۔ علیؑ بیٹھے رہے، علیؑ خاموش بیٹھے رہے۔

بس میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا۔ فرعون خدائی کا دعوی کرتا رہا خدا کیوں خاموش بیٹھا رہا۔ نمرود خدائی کا دعویٰ کرتا رہا خدا کیوں خاموش بیٹھا رہا۔ وہ جانتا تھا اس کی حقیقت کیا ہے جو میں اس کے مقابلہ پر آؤں۔

مولا بھی خاموش بیٹھے تھے، اِن کی حقیقت کیا ہے جو میں ان کے مقابلہ پر آؤں۔ نیل کی موجوں میں ڈبو کے بتا دیا خدا کون ہوتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کرنے والا کون ہوتا ہے۔ پچیس۲۵ سال کے بعد دنیا کو اپنے قدموں سے لپٹا ہوا دکھا کے بتا دیا۔ وہ کون تھے جو جا کے دنیا سے لپٹ گئے تھے اور وہ کون تھا جو گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھا رہا تھا۔ اور پچیس۲۵ سال کے بعد دنیا خود اسی کے دروازہ پر آئی تھی۔ صلوٰۃ

تو عزیزان گرامی! میں نے آپ کے سامنے جو کچھ کہنا چاہا اس کے تسلسل کو ذہنوں میں برقرار رکھنے کے لئے یہ بات یاد رکھئے گا۔ چونکہ

مذہب شروع ہوتا ہے انسان کی آزادی سے، اگر ہم اپنے کاموں میں مجبور کر دیئے جائیں تو مذہب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جو خدا چاہے گا وہی ہم کریں گے۔

لہذا مذہب شروع ہوتا ہے انسان کے کاموں کی آزادی سے جب اللہ نے مذہب شروع کیا انسان کے کاموں کی آزادی سے تو علم رکھتا ہے مگر استعمال نہیں کرتا۔ قدرت رکھتا ہے مگر استعمال نہیں کرتا۔ تاکہ انسان کی آزادی برقرار رہے اور برتاؤ کرتا ہے انسان کے عمل کے ساتھ۔ بس جو اللہ کے نمائندے بن کر آتے ہیں۔ اس کی قدرت اور اس کے علم کے نمائندہ بن کر کے آتے ہیں وہ علم بھی رکھتے ہیں۔ قدرت بھی رکھتے ہیں۔ مگر انسانوں کے ساتھ سلوک وہ کرتے ہیں۔ جس کا تقاضا ان انسانوں کا عمل کرتا ہے اپنے علم اور قدرت کو استعمال نہیں کرتے ہیں۔ اگر یہ باتیں آپ کے ذہنوں میں رہیں گی تو انشاء اللہ بہت سے مسائل آپ خود بخود حل کر لیں گے۔

اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیان کو مزید آگے بڑھانے کیلئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کل سے لے کر آج تک جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہادی بن کر کے آتا ہے چاہے وہ نبی ہو چاہے وہ امام ہو چاہے وہ رسول ہو اس کے دو پہلو ہوتے ہیں، دو رُخ ہوتے ہیں ایک انسانوں سے ملتا ہے تاکہ ان کیلئے نمونہ عمل بنیں تاکہ یہ ان سے مانوس ہو سکیں، اور ایک خدا سے ملتا ہے جس کے ذریعہ ان کو نبوت ملتی ہے۔ امامت ملتی ہے

اور ساری زندگی وہ اس کے سرکار کے عہدہ دار رہتے ہیں تو بس جو پہچاننے میں دقت ہوتی ہے۔ وہ بشریت کے پہچاننے میں دقت نہیں ہوتی ہے۔ نبوت کے پہچاننے میں دقت ہوتی ہے امامت کے پہچاننے میں دقت ہوتی ہے اور میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا آج اس کا ماحصل نہیں نکلے گا۔ ماحصل انشاء اللہ کل نکالوں گا لیکن آج میں آپ کی خدمت میں یہ کہنا چاہوں گا سب سے مشکل بات ہے یہ پہچاننا کہ جو آدمی ہمارے سامنے اپنے کو نبی کہہ رہا ہے اس کا سلسلہ خدا سے ہے یا نہیں۔ جو اپنے کو رسول کہہ رہا ہے اس کا سلسلہ خدا سے ہے یا نہیں۔ جو اپنے کو امام کہہ رہا ہے اس کا سلسلہ خدا سے ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ جسم دیکھا جا سکتا ہے بشریت دیکھی جا سکتی ہے لیکن نبوت و امامت غیب ہے غیب محسوسات سے معلوم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فقط عقل سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات وہ ہے جو مسلسل میں آپ کے سامنے تقریروں میں کہتا ہوا آیا ہوں۔ تو مشکل کہاں پر آ کے پڑتی ہے۔ نبی اور امام کی بشریت کو پہچاننا ممکن ہے لیکن نبی کی نبوت کا پہچاننا امام کی امامت کا پہچاننا یہ مشکل ہے یہ رخ ہے جو خدا سے ملتا ہے وہ بھی غائب ہے یہ نبوت و امامت بھی غائب ہے۔ وہ بھی عقل سے پہچانا جاتا ہے ان کی نبوت و امامت بھی عقل سے پہچانی جائے گی تو میں اس محل اور موقع پر ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں اسے آپ سن لیں اور انشاء اللہ

آج کا بیان مکمل ہو جائے گا۔

پروردگار عالم نے اسی لئے نبیوں کو اور اماموں کو معجزہ کی طاقت دی ہے۔ تاکہ یہ معجزہ کی طاقت لوگوں کو پہچنوا دے اگر یہ ہمارے جیسے انسان ہوتے تو ان کے پاس علم ہمارے جیسا ہوتا۔ طاقت ہماری جیسی ہوتی، قدرت ہماری جیسی ہوتی۔ لہذا ان کا سلسلہ خدا سے ملتا ہے اس سلسلہ کو پہچنوانے کے ذریعہ کا نام ہے معجزہ۔ صلواۃ

میں اس موقع پر آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا۔ کہ ہماری زبان میں سوسائٹی اور سماج میں معجزہ کا لفظ بہت عام ہو گیا ہے اور جب لفظ عام ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اصلی اصطلاحی معنیٰ سے ہٹ بھی جایا کرتا ہے۔

معجزہ کے اصطلاحی معنی سن لیجئے۔ معجزہ کسے کہتے ہیں۔

میں یہ اصطلاح شریعت عرض کر رہا ہوں اصطلاح دین و مذہب عرض کر رہا ہوں۔ اصطلاح جو علم کلام کے فن میں ملے گی اسے عرض کر رہا ہوں۔ پوری توجہ کے ساتھ سنیں۔ لفظ معجزہ کے لغوی معنیٰ نہیں بیان کر رہا ہوں یہاں سماج اور سوسائٹی میں جن معنی میں بولا جاتا ہے ان معنی میں نہیں استعمال کر رہا ہوں۔ بلکہ وہ اصطلاحی معنی جس میں معجزہ کے ذریعہ نبی کی نبوت پہچانی جائے اور امام کی امامت پہچانی جائے۔ سنیں آپ۔

پہلی شرط۔ معجزہ اس چیز کا نام ہے کہ جسے نبی اپنی نبوت کے

دعوے کی تصدیق کے لئے پیش کرے ۔ معجزہ اس چیز کا نام ہے جسے امام اپنے اپنی امامت کے دعوے کی تصدیق کے لئے پیش کرے۔ آپ کے سامنے اس جملہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے ۔ لیکن جب بیان آگے بڑھے گا تو آپ کو بھی احساس ہوگا کہ اس بیان کی کتنی اہمیت ہے ۔

پہلی شرط یاد رکھئے گا ۔ معجزہ اس چیز کا نام ہے جسے نبی پیش کرے اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرے امام پیش کرے اپنی امامت کے ثبوت میں پیش کرے ۔ جو اس کے علاوہ چیزیں ہوتی ہیں ان کو اصطلاح میں کرامت کہا جاتا ہے ۔ معجزہ نہیں کہا جاتا ہے ۔ اب دوسری صفت سنئے کہ جس چیز کو نبی اپنی نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے امام اپنی امامت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے پیش کرے وہ ایسی چیز ہونا چاہئے ۔ جس کا جواب اس وقت کے زمانہ والے نہ لا سکتے ہوں ۔ تاکہ ان کو عاجزی محسوس کرا دے کہ اگر یہ ہمارے جیسے ہوتے تو جو انھوں نے کیا ہے وہ ہم بھی کر سکتے ۔ لیکن ان کی عاجزی بتائے کہ ان کا سلسلہ اس خدائے قادر سے ملتا ہے جس نے ان کو معجزہ کی طاقت دی ہے ۔ صلواۃ

میں آپ کی خدمت میں اپنی اس بات کی وضاحت کے لئے صرف سنے ہوئے اور ہزاروں مرتبہ کے سنے ہوئے واقعات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں ۔ آج میری آواز اس مالک سے منتقل ہو کے

آپ تک پہنچ رہی ہے یا نہیں پہنچ رہی ہے ۔ یہ بیجان ہے جاندار نہیں ہے ۔لیکن سیکڑوں سال کی انسانی ریسرچ اور محنت کے بعد سائنس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو آواز کو کھینچ کرکے منتقل کرسکتا ہے ۔ اس بیجان سے ایک جاندار کی آواز سنائی دیتی ہے۔

یہ بات میں اس لئے سنانا چاہتا ہوں کہ مائک سے ریڈیو سے اگر کبھی آواز آجائے اور معجزہ کا فرق آپ پہچانیں تو دو باتیں آپ محسوس کریں ایک تو یہ کہ جس نے اس مائک کو بنایا ہے اس نے نبوت یا امامت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور اس کے ثبوت میں نہیں کہا ہے کہ ہم بیجان چیز میں آواز پیدا کرنے جارہے ہیں ۔ دوسری بات یہ کہ یہ وسائل کے نتیجہ کی ایجاد ہے ۔ اگر اس میں بجلی و کرنٹ آنا بند ہو جائے یا جس بیٹری سے مائک چل رہا ہے وہ بیٹری فیل ہو جائے تو پھر آواز نہیں آئے گی یا ذرا کہیں سے کوئی تار ڈھیلا ہو جائے تو پھر آواز نہیں آئے گی ۔ یعنی یہ وسائل کا مجموعہ ہے ۔

لیکن حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے آکر کہا ہم آپ کو رسول ماننے پر تیار نہیں ہیں اگر آپ اپنے کو رسول ثابت کرنا چاہتے ہیں تو یہ زمین پر آپ کے سامنے جو پتھر کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں ان پتھر کے ٹکڑوں سے آپ آواز پیدا کرائیں کہ یہ گواہی دیں اس بات کی کہ آپ رسول ہیں تو ہم آپ کو رسول مانیں گے ۔

پیغمبرؐ نے کہا اچھا میں ان پتھروں سے آواز پیدا کرائے دیتا ہوں
تو اب جو پتھروں سے نبی آواز پیدا کر رہے ہیں۔ اس میں پہلی شرط یہ
پوری ہے کہ دعوائے نبوت کی تصدیق میں پیش کر رہے ہیں۔

اور آج بھی سائنس اس کا جواب لانے کے مقابلہ میں عاجز ہے
اس لئے کہ ان ساری سائنسی ایجادوں کے ذریعہ مائک اور ریڈیو میں
آوازیں پیدا کر دینا اور ہے مگر بیٹری بھی نہیں ہے، وائر بھی نہیں ہے
بجلی بھی نہیں ہے، مائک بھی نہیں ہے۔ صرف ارادہ ہے اور ارادہ
کے بعد پتھر میں سے آواز آنا شروع ہو جائے یہ معجزہ ہے۔ صلواۃ
آواز آئی کیا آواز آئی۔ پیغمبرؐ نے پتھروں کو زمین سے اٹھالیا۔
اور پتھروں کو اٹھانے کے بعد جب آپ نے ارادہ اور اشارہ کیا تو ان
پتھروں سے آواز آنے لگی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّكَ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ تو یہ معجزہ کیوں ہے یہ معجزہ اس لئے
ہے کہ نبی نے یہ دعویٰ نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ایسی چیز
پیش کی ہے۔ جس کا جواب لانے سے انسان کل بھی عاجز تھا آج بھی عاجز
ہے۔ بغیر کسی وسیلہ کے، بغیر کسی ذریعہ کے اپنی قوت نفس سے اپنے
ارادہ سے پتھر میں آواز پیدا کر دینا یہ نبی کے بس کی بات ہے غیر نبی
کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ امام کے بس کی بات ہے غیر امام کے
بس کی بات نہیں ہے۔

ہزاروں معجزے تھے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی نبیؐ کا معجزہ ہے۔

سورج کا ڈوبنے کے بعد پلٹنا بھی نبی کا معجزہ ہے ۔ جمے ہوئے درخت کا بلا لینا بھی نبیؐ کا معجزہ ہے ۔ آئے ہوئے درخت کا واپس کر دینا بھی نبیؐ کا معجزہ ہے ۔ ایک ہی درخت کے ایک حصّہ کو بلانا ایک حصّہ کو واپس کر دینا وہ بھی نبیؐ کا معجزہ ہے ۔ بے حد نبیؐ کے معجزے ہیں ۔ بھاگتے ہوئے جانور کو آواز دیدینا اور اس سے گواہی دلوا دینا یہ بھی نبی کا معجزہ ہے ۔ مگر میں نے سارے معجزوں کو چھوڑ کے یہ معجزہ کیوں سنایا کہ نبی نے پتھروں سے آواز پیدا کرا کے بتایا کہ میں نبی ہوں اور دیکھو یہ پتھر جسمیں آواز نہیں پیدا ہو سکتی ہے اور وہ آواز جس میں معنی بھی ہوں ۔ جسمیں سمجھ بھی ہو ۔ جس میں عقل بھی ہو اس کا جواب لانے سے زمانے والے قاصر ہیں تو نبیؐ نے ان پتھروں سے آواز پیدا کر کے اپنے دعوائے نبوت کو ثابت کیا کہ تمھارا جیسا ہوتا تو ایسا کام نہیں کر سکتا تھا ۔ پہچانو بشریت میں تمھارا جیسا ہوں لیکن میرا ایک سرا ملا ہوا ہے اس اللہ کی سرکار سے جس نے مجھے نبی بنا کے بھیجا ہے رسول بنا کے بھیجا ہے ۔

آپ متوجہ ہیں تو اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہیں پر میں یاد دلاؤں کہ میں نے کیوں سارے معجزوں میں سے پتھروں کی گواہی کو منتخب کیا اس لئے منتخب کیا کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد فقط اہلبیتؑ کے ماننے والوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے نیا فرقہ پیدا کرنے کے لئے انتشار پیدا کرنے کے لئے اور انتشار پیدا کر کے اہلبیتؑ کے ماننے

والوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لئے بغیر جناب محمد حنفیہ کے دعویٰ کئے ہوئے کچھ لوگ خود اٹھ کھڑے ہوئے کہ محمد حنفیہ امام ہیں ہو سکتا ہے کہ میرا کوئی بچہ پوچھے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ محمد حنفیہ دعویٰ نہ کریں اور لوگ کہیں کہ وہ امام ہیں تو میں آپ کو دو ایسی باتیں یاد دلادوں جس کے بعد کبھی شبہ نہیں رہے گا۔ جناب عیسیٰؑ نے ہرگز نہیں کہا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں اپنے کو اللہ کا بندہ ہی بتایا۔

آج تک قرآن مجید میں فقرہ موجود ہے میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو جناب عیسیٰؑ نے دعویٰ نہیں کیا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ مگر عیسائی اٹھ کھڑے ہوئے آپ اللہ کے بیٹے ہیں۔

دوسرا مسئلہ آپ کو مجھ سے زیادہ یاد ہے۔ کہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اپنی بندگی کے کمال کو پیش کیا اور ہمیشہ آپ نے جو نصیری سامنے آگیا یا اس سے کہا توبہ کرو اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اسے قتل کر دیا۔ لیکن نصیری اٹھ کھڑے ہوئے کہ علیؑ اللہ ہیں خدا ہیں اللہ کے بندہ نہیں ہیں۔ تو جب آپ کے سامنے دو پکے ثبوت موجود ہیں۔

عیسیٰؑ نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ علیؑ نے اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے دعویٰ کر دیا کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں وہ اللہ ہیں خدا ہیں معاذ اللہ۔ ویسے ہی

جناب محمد حنفیہ نے دعویٰ نہیں کیا تھا ان کے دامن پر کوئی دھبہ نہیں آتا ہے۔ لیکن انتشار پسند طاقتیں ہمیشہ کسی محبوب شخصیت سے وابستگی ظاہر کرکے سیاسی اور مالی اور اقتصادی مفاد حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سے فرقے پیدا کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ دعویٰ کرنے والا دعویٰ نہیں بھی کرتا ہے۔ یہ دعویدار بن جاتے ہیں اور اگر ایسے ہی آپ تاریخ پڑھیں گے تو امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں ـــ میں منبر سے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ چیلنج کرنے کیلئے تیار ہوں کہ چھٹے امامؑ کے فرزند جناب اسماعیل جو آپ کی زندگی میں انتقال کر گئے تھے جن کو چھٹے امامؑ نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہے۔ انھوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں امام ہوں۔ جتنے آدمی ان کے لئے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں یہ ویسے ہی ہیں جیسے عیسیٰؑ نے دعویٰ نہیں کیا اور عیسائی ان کے لئے دعویٰ کر رہے ہیں۔ نصیری دعویٰ کر رہے ہیں۔ مولا علیؑ نے دعویٰ نہیں کیا ویسے ہی ہرگز جناب اسماعیل نے کبھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ لوگ ہیں جو ان کے نام پر دعویٰ کر رہے ہیں۔

بس اب پہچانیں کہ محمد حنفیہ نے بھی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ پہلا امام کون ہے، دوسرا امام کون ہے، تیسرا امام کون ہے چوتھا امام کون ہے۔ وہ بارہ امام تک کی فہرست جانتے تھے۔ عہد پیغمبرؐ میں پورے بارہ اماموں کی فہرست سارے مسلمانوں کو

بتائی جا چکی تھی۔ سلمان فارسی جانتے تھے ابوذر جانتے تھے مقداد وعمار جانتے تھے۔ اس کی تفصیل سنانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ تو محمد حنفیہ ہم سے آپ سے لاکھوں گنا زیادہ جانتے تھے کون امام ہے۔ لیکن دنیا نے الجھن پیدا کردی تھی۔ لہٰذا دنیا کے سامنے باطل کا منھ بند کرنے کے لئے اور حق کو حق ثابت کرنے کے لئے چچا بھتیجے مل کے آئے خانہ کعبہ کے پاس آئے۔

اب آپ کی سمجھ میں آجائے گی بات کہ میں نے نبی کے معجزات میں سے پتھر سے آواز پیدا کرنے والے ہی معجزہ کا انتخاب کیوں کیا تھا۔ آئے اور آنے کے بعد کہا۔ چچا طے ہو جائے کہ میں امام ہوں یا آپ امام ہیں تاکہ دنیا اس شبہ میں نہ رہ جائے۔ تو پہلے آپ اس پتھر سے جو حجر اسود ہے جو اللہ کا بھیجا ہوا ہے جو جنّت سے آیا ہوا ہے۔ جو آدمؑ کا لایا ہوا ہے۔ جو نوحؑ کا لگایا ہوا ہے۔ جو ابراہیمؑ کا نصب کیا ہوا ہے۔ جسے قیامت تک مسلمان تعظیم کے ساتھ دیکھتے رہیں گے چومتے رہیں گے۔ اس پتھر سے جو گواہی جس کو مل جائے امام ہے۔

جناب محمد حنفیہ نے پہل کی اس لئے نہیں کہ ان کو دعویٰ کرنا تھا۔ بلکہ ان کو جتنی گرد مخالفت تھی اس کو بٹھا دینا تھا تاکہ گرد بیٹھ جائے۔ تو پھر آفتاب امامت جب چمکے گا تو اس کی تیز روشنی لوگوں کو دکھائی دے گی۔ ہم آپ جانتے ہیں سورج نکلا ہوتا ہے۔ لیکن غبار بھی اونچا ہو جاتا ہے۔ بلند ہو جاتا ہے۔ تو دھوپ ہلکی پڑجاتی ہے۔ سورج کم

دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جب پانی برستا ہے اور گرد بیٹھ جاتی ہے تو آفتاب اور زیادہ منور دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے جناب محمد حنفیہ نے چاہا پہلے باطل کی گرد بیٹھ جائے پھر امامت کا چاند پھر امامت کا سورج چمکے۔ لہذا آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پڑھنے کے بعد کہا حجر اسود اگر میں امام ہوں تو میری امامت کی گواہی دیدو۔ حجر اسود خاموش رہا۔

اسکے بعد امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی اور کہا، میری امامت کی گواہی دے سکتے ہو یا نہیں دے سکتے ہو۔ تو حجر اسود بولا۔ ویسے ہی بولا جیسے پتھر نبیؐ کے ہاتھوں پہ بولے تھے۔ بس مجھے کہنا پڑے گا۔ نبی نے معمولی پتھروں سے گواہی لوادی تھی۔ اس لئے کہ نبی کو نبی ماننا بہت آسان تھا مگر امام کے مخالف زیادہ تھے۔ لہذا امام نے اس پتھر سے گواہی دلوائی ہے۔ جس پتھر کا چوم لینا حاجی اپنے لئے شرف سمجھتا ہے۔ تو سوچو جب گواہ اتنا بلند ہے تو وہ امام کتنا بلند ہوگا جس کے لئے حجر اسود نے گواہی دی۔ صلواۃ

بس تو میرے سارے بیان کا آخری خلاصہ آپ کی خدمت میں یہ ہے کہ اللہ سے سلسلہ ملا ہوتا ہے نبی اور امام کا۔ لہذا وہ علم رکھتے ہیں مگر بندوں کے ساتھ بندوں والا برتاؤ کرتے ہیں۔ اپنے علم خاص کا برتاؤ نہیں کرتے ہیں۔ وہ قدرت و اختیار رکھتے ہیں۔ مگر بندوں کے ساتھ معمولی عام برتاؤ کرتے ہیں۔ اپنی قدرت و

اختیار کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ جیسے خدا کبھی کبھی اپنی قدرت کی جھلکیاں دکھا دیتا ہے۔ جیسے نیل میں راستہ پیدا کر دیا موسیٰ کے لئے، اور پھر اسی نیل میں ڈبو دیا فرعون کو ـــــ ایسے ہی یہ بھی کبھی کبھی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں کبھی معجزہ دکھا دیتے ہیں۔ کبھی دعا کر دیتے ہیں اور کبھی بد دعا کر دیتے ہیں۔

میں اس سلسلہ کو لاکر اس منزل تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعہ کربلا میں بشریت کے ذریعہ اپنے کردار کی معراج کو پیش کیا۔ وہ علم بھی رکھتے تھے وہ اختیار بھی رکھتے تھے۔ وہ جو چاہتے وہ کر سکتے تھے مگر انھوں نے بھوک برداشت کی، انھوں نے پیاس برداشت کی انھوں نے غم برداشت کیا اور وہ انسانوں سے بالکل بشریت کا برتاؤ کرتے رہے تاکہ دنیا کے سامنے ان کا کردار وہ کشش پیدا کرے کہ نسلیں مٹ جائیں صدیاں گزر جائیں۔ تاریخ کی کتاب کے اوراق پلٹ جائیں۔ لیکن وہ نقش حسینیت جو صفحۂ انسانیت پر ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بنا تھا اس کے نقش میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔

یہ کمال کیوں ہے؟ یہ کمال اس لئے ہے کہ علم و قدرت کا استعمال نہیں کیا ہے۔ بلکہ معمول کے مطابق زندگی بسر کرکے امتحان کی منزلوں سے گزرے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی جیسے خدا اپنی خدائی کے اظہار کے لئے طاقت کا بھی استعمال کرتا ہے۔ قدرت کا بھی استعمال کرتا

ہے۔ علم کا بھی استعمال کرتا ہے۔ ویسے ہی کبھی کبھی نبی وامام بھی معجزہ دکھا کے اپنی غیر معمولی طاقت بتا کے یہ بتاتے ہیں کہ جیسے خدا خدا ہو کے حلم کر رہا ہے۔ ویسے ہم نبی وامام ہو کے صبر کر رہے ہیں۔ لیکن صبر سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم تمھارے جیسے مجبور انسان ہیں۔ نہیں مجبور صبر نہیں کرتا ہے۔ طاقت رکھنے والا طاقت رکھتا ہے اور استعمال نہیں کرتا ہے۔ تب اس کے صبر کو صبر کہا جاتا ہے۔

بس اس سلسلہ کی بس دو ایک باتیں یاد دلاؤں۔ مولاؑ نے شب عاشور کے پہلے ایک انتظام کیا تھا اور وہ انتظام یہ کیا تھا کہ جہاں پہ خیمے لگے تھے خیمے کیسے لگے تھے۔ حسینؑ کا خیمہ بیچ میں تھا چاروں طرف بنی ہاشم کے خیمے تھے۔ بنی ہاشم کے چاروں طرف اصحاب حسینؑ نے اپنے خیمے لگائے تھے۔ اور جب عاشور کا دن قریب آنے لگا تو امامؑ نے خیموں کے تین طرف خندق کھدوائی تھی اور خیموں کے اندر جو لکڑی کا سامان تھا ڈلوا دیا تھا اور جب ۹ محرم کو طے ہو گیا کل صبح لڑائی ہوگی تو امامؑ نے شب عاشور اس خندق میں آگ ڈلوا دی تھی تاکہ دشمن تین طرف سے حملہ نہ کر سکے۔ خیموں تک نہ پہنچ سکے۔ صرف سامنے کا رخ باقی بچے جس کے ذریعہ دشمن حملہ بھی کر سکے اور مجاہدین جہاد بھی کر سکیں۔ اور جام شہادت نوش کرنے کے لئے اس طرف سے جانے لگیں۔

لیکن آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہیں پر دو

واقعے پیش آتے ہیں ایک ملعون ایک سنگدل اپنی جسارت وبدتمیزی اور بدتہذیبی کوظاہر کرتا ہوا قریب آتا ہے اور خندق میں بلند ہوتی ہوئی آگ کے شعلوں کو دیکھ کرکے کہتا ہے ۔

میں اس جملہ کو صرف سنانے کے لئے مجبور ہوں ورنہ میری زبان کام نہیں کرتی ہے ۔ کہ میں اس ملعون کے ملعون فقرہ کو نقل کرسکوں ۔ اس نے صرف آگ کو بتا کے دوزخ کی آگ کا تذکرہ کیا۔ اور اس کے بعد امامؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ کہا کہ حسینؑ تم نے اس دنیا ہی میں آگ اختیار کرلی ۔ اب امام نے کہا دنیا یہ نہ سمجھ لے کہ میں صبر کر رہا ہوں تو صبر کا مطلب ہے کہ تمھاری طرح کا مجبور انسان ہوں ۔ نہیں الٰہی طاقت رکھتا ہوں مگر صبر کر رہا ہوں اپنی طاقت کوظاہر کرنے کے لئے ۔

لہٰذا ایک مرتبہ امامؑ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی پالنے والے اسے دوزخ کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ کا مزہ چکھا دے ۔ اور اسی وقت اس کا گھوڑا بگڑا اور وہ خندق میں گر گیا اور جل گیا ۔ ایسے ہی ایک دوسرا ملعون نکلا اور اس نے ایک شیشہ کے جام میں پانی بھرا اور حسینؑ کے خیموں کے قریب آیا اور آنے کے بعد اس نے جام کو ہلا کے کہا ۔

حسینؑ دیکھو یہ پانی موجود ہے لیکن تم پیاسے ہو ، تمھارے بچے پیاسے ہیں ، تمھارے ساتھی پیاسے ہیں ۔ تو حسینؑ نے پھر اپنی طاقت

کا ایک مرتبہ اظہار کرنا چاہتا کہ جب میں زخمی ہو کر راہ معبود میں سجدہ میں سر کٹاؤں تو دنیا پہچانے کہ میں کس قوت کا مالک ہوں اور کیا میری قوت صبر ہے۔ جیسے وہ خدائے قادر ہے مگر کیا اس کی قوت حلم ہے۔ ویسے ہی حلم خدا کو پہچانو اور صبر امامؑ کو پہچانو۔ ایک مرتبہ جب اس نے یہ فقرہ کہا تو امامؑ نے کہا۔

پالنے والے اس کو ایسی پیاس دیدے جو بجھ نہ سکے بس اس کے بعد وہ گھوڑے سے گرا اور گرنے کے بعد تھوڑی دیر تک گھوڑا بھاگتا رہا اس کا پیر رکاب میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ اس میں گھسٹتا رہا اور جب زخمی ہو گیا رگڑ گیا اس کا جسم زمین پر، تو اس کا پیر ڈھیلا ہوا اور اس کے بعد وہ کہتا تھا پیاس ہے بہت پیاس ہے۔ لوگوں نے پانی لے کر پلایا۔

فقرہ سنئے۔ سقے جاتے تھے مشکیں فرات سے بھر کے لاتے تھے۔ اور مشکوں کے دہانے اس کے منہ میں کھول دیتے تھے۔ مگر وہ یہی کہتا ہوا مر گیا ہائے پیاس ہائے پیاس۔

تو امامؑ نے کربلا میں اپنے صبر کو پیش کرتے کرتے یہ دو معجزے دکھا کے پہچنوایا۔ امامت کو پہچان لو میں تمہاری طرح معمولی زندگی بسر کر کے امتحان کی معراج اور کمال کو بھی دکھانا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی کم عقلوں کو پہچنوا دینا چاہتا ہوں کہ طاقت رکھتا ہوں مگر صبر پیش کرنا ہے۔ طاقت نہیں پیش کرنا ہے۔

بس میں تذکرہ ختم کرتا ہوں اور جب مجھے یہ روایت یاد آئی کہ ایک ملعون ایک گلاس میں ایک شیشہ کے گلاس میں چھلکتا ہوا پانی دکھلا رہا تھا تو میرا دل خود بخود مڑ گیا کہ اس کو اکبرؑ نے بھی دیکھا ہوگا اس کو قاسمؑ نے بھی دیکھا ہوگا۔ اس کو حسینؑ نے تو دیکھا ہی ہے لیکن ویسے ہی مجھے خیال آیا کہ اس کو میرے اور آپ کے شیر ابوالفضل العباسؑ نے بھی دیکھا ہوگا۔ عباسؑ امام نہیں ہیں۔ عباسؑ معصوم نہیں ہیں۔ عباسؑ جن کے لئے علمائے نے فقرہ یہ لکھا ہے کہ یہ وہ شخصیت ہے جو بشریت و عصمت کے درمیان ہے۔ اللہ۔ عباسؑ جب کربلا کے میدان میں آئے۔ تو دل تھا، دل میں جذبہ تھا۔ جذبہ کا ایک سمندر تھا۔ سمندر میں کیا تھا۔ وہ دن آجائے کہ میں مولاؑ پر اپنی جان نثار کرسکوں اور دنیا کو دکھا سکوں کہ وہ عباسؑ کیسا عباسؑ تھا جس کے پیدا ہونے سے پہلے حیدر کرارؑ کے دل میں اس کی تمنا اور آرزو پیدا ہوئی تھی۔

میں آپ کو صرف اتنا یاد دلانا چاہتا ہوں کہ واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ایک بار جناب زہیر قینؑ نے شیر سے کہا میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ علمدار خیمہ کے پیچھے تشریف لائے گھوڑے پر سوار تھے اور دوہری رکابیں پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں آپ کے پائے اقدس تھے۔ زہیرؑ نے بڑے ادب کے ساتھ اتنا کہا کہ شیر آپ کو یہ معلوم ہے۔ کہ آپ کے باپ کے دل میں آپ کے پیدا ہونے کی تمنا کیوں

تھی۔ بس ایک ہلکی سی انگڑائی لی تھی عباسؑ نے کہ دوہری رکابیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور کہا تھا۔ زہیرؑ اب وقت وہ آگیا ہے کہ تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ وہ وقت آنے دو۔ وہ وقت آنے دو جب میں اپنے جوہر دکھا سکوں۔

لیکن میں ہمیشہ کہتا ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا کہتا رہوں گا عباسؑ کی پرورش میں دو چیزیں شامل ہیں۔

ایک ام البنینؑ فاطمہ کلابیہ کا دودھ شامل ہے اور ایک شیر خدا اسد اللہ مولائے کائناتؑ کا خون شامل ہے۔ جتنے عباسؑ کو دنیا نے دیکھا ہے یہ فقط اتنا عباسؑ ہے جو ام البنینؑ کے دودھ سے بنا تھا۔ مگر عباسؑ کو زمانہ میں موقع نہ ملا۔ کہ عباسؑ اس عباسؑ کے جوہر دکھا سکتے جو علیؑ کے لہو سے بنا تھا۔

آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں تم یہ بات کیوں کہہ رہے ہو۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ایک جملہ مدینہ میں سنا تھا اور ایک جملہ کربلا میں سُنا اور جب سنا تو میں نے یہ دیکھا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جس دن آپ کی مادر گرامی جناب ام البنین فاطمہ کلابیہ مولائے کائناتؑ کی بیوی بن کے آپ کے گھر میں آئیں تو میں نے ریاض القدس میں یہ دو فقرے پڑھے ہیں۔ دوسری کتاب میں بھی تذکرہ ملتا ہے کہ سب سے پہلے آکے آپ نے علیؑ کے دروازہ کی

چوکھٹ کو چوما۔ گھر میں آئیں اور آنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے۔ اور کہا پالنے والے تیری یہ لونڈی تیری یہ کنیز، تیری اس نعمت کا شکر نہیں ادا کرسکتی کہ تونے اس گھر میں مجھے رہنے کی عزّت دیدی جس گھر میں میری شہزادی فاطمہ زہرؑا رہا کرتی تھیں۔ اور اس کے بعد جناب ام البنینؑ نے پوچھا میرے شہزادے کہاں ہیں۔ کہا اس حجرہ میں آرام کر رہے ہیں۔ حجرہ میں گئیں۔ امام حسنؑ کا پیر پکڑا، امام حسینؑ کا پیر پکڑا دونوں شہزادوں کے پیر پکڑ کے کہا۔

شہزادو! شہزادو!! میں اگرچہ تمھارے باپ کی زوجہ ہوں۔ لیکن اتنا یاد رکھنا میرے شہزادو! میں ماں بن کے نہیں آئی ہوں۔ میں تمھاری لونڈی بن کر کے آئی ہوں۔

جس کو زمانہ باپ کی بیوی ہونے کی بنا پر ماں کا لقب دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے کہتی ہے میں لونڈی بن کر کے آئی ہوں۔

آئیے میں آپ کو لہجہ سے لہجہ ملا کے دکھا دوں۔ حسینؑ سے پسر سعد سے گفتگو طے ہوئی ہے۔ یہ طے ہوا ہے اکیلے اکیلے آئیں گے۔ اپنے ساتھ فقط اپنے بیٹے کو لے کر آئیں گے۔

امامؑ چلے اور تھوڑی دور چلے تھے کہ مڑ کے دیکھا تو سر جھکائے ہوئے شیر بھی پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ کہا عبّاسؑ میں تمھیں منع نہیں کرسکتا ہوں لیکن آج تم جانتے ہو کہ پسر سعد سے یہ طے ہوا ہے کہ

وہ بھی آئے گا اکیلا میں بھی آؤں گا اکیلا۔ وہ بھی اپنے ساتھ اپنا بیٹا لے کر آئے گا میں بھی اپنے ساتھ اپنا بیٹا لے کر جاؤں گا عباسؑ اس لئے میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ عبّاسؑ نے ہاتھ جوڑے کہا مولاؑ۔ آپ بالکل درست فرماتے ہیں مگر ذرا یہ تو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ وہ پیچھے پیچھے پسر سعد کا غلام بھی تو آرہا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا غلام ساتھ نہ جائے۔ اس ماں نے ماں ہو کے اپنے کو لونڈی کہا تھا بھائی نے بھائی ہو کے اپنے کو غلام کہا۔ یہ ہے عباسؑ جو ام البنینؑ کے دودھ کا بنا اور پلا ہوا تھا۔

بس میں آپ کی خدمت میں تذکرۂ مصائب کو مکمل کرتے ہوئے علمدار کی شہادت کے تذکرہ میں سے اتنی سی بات سنانا چاہتا ہوں کہ جناب عباسؑ جب امام حسینؑ سے رخصت ہونے کیلئے آئے ہیں۔ تو امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے یہی کہا تھا۔ میرے شیر اگر تم بھی چلے جاؤ گے تو میرے لشکر کا علمدار کون رہے گا۔ میرے لشکر کا نشان کیسے باقی رہیگا۔

جناب عباسؑ نے گزارش کی تھی میرے مولاؑ جس کا میں علمدار تھا وہ لشکر ہی اب کہاں رہ گیا ہے۔ سارے سپاہی خاک و خون میں آغشتہ خاک و خون میں غلطاں زمین کربلا پر آرام کر رہے ہیں۔ اب علمدار کو بھی اجازت دید یجئے۔ حسینؑ نے اجازت دی تھی۔ میں جنگ نہ پڑھ سکوں گا میں رخصت نہ پڑھ سکوں گا۔ میں شہادت نہ پڑھ سکوں گا میں تو صرف تین چار جملے پڑھنا چاہتا ہوں۔ خدا مجھے پڑھنے کی طاقت

دیدے آپ کو سننے کی طاقت دیدے۔ انشاء اللہ علمدار کے غم کا حق ادا ہو جائے گا۔

حسینؑ نے رخصت کیا اور رخصت کر کے بیٹھ گئے حسینؑ عباسؑ میدان میں گئے لڑے۔ زخمی ہوئے شانے قلم ہوئے آنکھ میں تیر لگا۔ مشکیزہ پر تیر لگا پانی بہا۔ سر پر گرز پڑا تیورا کے زمین پر گر پڑے۔ آواز دی آقا اپنے غلام کی خبر لیجئے۔ بس عباسؑ کو اگر سننا ہے عباسؑ کو اگر پہچاننا ہے۔ تو نہ کسی ذاکر کی زبان سے سنئے نہ کسی شاعر کی زبان سے سنئے بلکہ عباسؑ کا مرثیہ خود حسینؑ کی زبان سے سنئے عباسؑ کی جب آواز آئی تو حسینؑ نے کہا عباسؑ تیرے مرنے نے میری کمر توڑ دی۔ عباسؑ تیرے مرنے کے بعد میرے لئے تدبیر کی راہیں بند ہو گئیں۔ عباسؑ تمھارے بعد ضعف محسوس کر رہا ہوں۔ میری قوت عباسؑ تم کہاں چلے گئے۔

لیکن جب عباسؑ کا مرثیہ پڑھ رہے تھے حسینؑ۔ تو حسینؑ اکیلے نہ تھے، ابھی اکبرؑ زندہ تھے۔ اکبرؑ آگے بڑھے۔ باپ کا بازو پکڑا گھوڑے کو قریب لائے باپ کو سوار کیا۔ خود بھی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ بیٹا ساتھ ساتھ چلا۔ باپ آگے آگے چلا۔ اور چچا کی لاش پر بھتیجہ بھی جا رہا ہے باپ بیٹے دونوں عباسؑ کو لانے کے لئے روانہ ہوئے۔

بس مجھے چند فقرے پڑھنے کی اجازت دیدو سننے والو! عزاداروا! ماتم دارو! شبیرؑ کا ماتم ہے۔ شبیرؑ کا ماتم۔ علمدارؑ کا ماتم ہے علمدارؑ کا ماتم۔

تمنائے حیدرؑ کرار کا ماتم ہے ۔ تمنائے حیدرؑ کرار کا ماتم ۔ تو سنئے کاش میں پڑھ سکوں دو چار فقرے ۔

چلے حسینؑ ، چلے حسینؑ چلتے چلتے رکے حسینؑ ۔ بس جو میں فقرہ کہوں گا آپ کا دل بے چین ہو جائے گا ۔ اور فقرہ کہنے سے میرا دل بے چین ہے کہ چلتے چلتے حسینؑ کیوں رک گئے ۔

عزادارو! ماتمدارو! کیا سنیں گے آپ ، رکے اور رک کے کہا اکبرؑ مجھے زمین پر کوئی چیز دکھائی دے رہی ہے ۔ یہ میرے الفاظ ہیں ۔ مولا نے یہی کہا اکبرؑ ارے میرے بھائی کا کٹا ہوا ہاتھ زمین پر پڑا ہے ۔ اکبرؑ اترے اور عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھایا ۔ حسینؑ نے کلیجہ سے لگایا ۔ تھوڑی دور اور آگے چلے ۔ کہ ایک مرتبہ پھر حسینؑ رک گئے کیوں رک گئے ۔ دوسرا ہاتھ بھی سامنے آگیا تھا ۔ دونوں ہاتھ اٹھا لئے اکبرؑ نے دونوں ہاتھ لا کے دیدیئے ۔ حسینؑ نے دونوں ہاتھوں کو کلیجہ سے لگا لیا اور اس کے بعد گھوڑا بڑھتا رہا ۔ باپ بیٹے چلتے رہے ۔ وہاں پر پہنچ گئے جہاں زمین پر ابو تراب کا بیٹا عباسؑ علمدار زمین پر آرام کر رہا تھا کیسے ؟

شانے نہیں ہیں ، سر ٹکڑے ٹکڑے ہے ۔ سر سے خون بہا ہے آنکھ میں خون جم گیا ہے ۔ ایک آنکھ میں تیر لگا ہوا ہے ۔ حسینؑ گھوڑے سے اترے ، حسینؑ کیسے اترے میرے پاس تصور نہیں ہے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ۔ میں نہیں سوچ سکتا ہوں کہ جب حسینؑ گھوڑے سے

اترے ہوں گے۔ تو کیسے ہاتھوں کو سنبھالا ہوگا عباسؑ کے۔ کیسے اپنے کلیجہ کو سنبھالا ہوگا۔ اور کیسے اپنی نگاہ کو سنبھال کے اپنے زخمی عباسؑ کو دیکھا ہوگا اور جب زخمی عباسؑ کو دیکھا ہوگا تو پوری تاریخ یاد آ گئی ہوگی۔ عباسؑ ایک دن تم پیدا ہوئے تھے۔ اے عباسؑ میں نے ایک دن تمھارے کان میں اذان و اقامت کہی تھی۔ عباسؑ کسی دن میں نے تم کو اپنی زبان چسائی تھی۔ عباسؑ کبھی میں تم کو اپنے سینہ پر سلایا کرتا تھا۔ عباسؑ کبھی تم اُنگلی پکڑ کے ننھے ننھے قدموں کے ساتھ میرے ساتھ چلا کرتے تھے۔ عبّاسؑ جوان ہو کے کبھی تم سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ عباسؑ۔ عباسؑ۔ عباسؑ۔ اور کربلا میں آ جانے کے بعد تو تم سایہ کی طرح میرے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ارے میرا شیر مجبوری کے عالم میں زمین پر پڑا ہے۔ ایک دنیا تھی جذبات کی جو حسینؑ کے دل میں اُمڈی۔ اور کچھ نہ کہا حسینؑ نے بیٹھ گئے بیٹھ کے کہا۔ عباسؑ!

بس اس لفظ میں درد کی ساری دنیا جمع تھی۔ ایک مرتبہ عبّاسؑ نے کہا مولاؑ زندگی کی آخری تکلیف دینا چاہتا ہوں اگر میرے ہاتھ سلامت ہوتے تو نہ دیتا تکلیف۔

مرنے سے پہلے آقا ایک مرتبہ آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہاتھ کٹ گئے ہیں شانے قلم ہو گئے ہیں۔ ایک آنکھ میں تیر ہے ایک آنکھ میں سر کا خون جما ہے۔ بس میرے آقا تکلیف کیجئے۔ جیب سے رومال

نکالئے خون صاف کر دیجئے۔ مرنے سے پہلے میں ایک مرتبہ آپ کا روئے انور دیکھ لوں۔ میں آپ کا چہرۂ مبارک دیکھ لوں۔ آپ کی زیارت کروں اور دم توڑ دوں۔

حسینؑ نے خون صاف کیا۔عباسؑ نے آنکھیں کھولیں۔بس ایک ہی میرے پاس جملہ ہے۔اور وہ جملہ یہ ہے کہ عباسؑ نے آنکھ کھولی تو حسینؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی۔شیر مسکرایا مسکرا کے دم توڑا اور دم توڑتے توڑتے کہا مولا بس ایک کام کیجئے گا۔ میرا سر اپنے قدموں میں رہنے دیجئے گا۔میرا سر اپنی گود میں نہ رکھئے گا حسینؑ نے کہا میرے بھائی میں نے تو ہر شہید کا سر اپنی گود میں رکھا ہے تمھارا سر گود میں کیوں نہ رکھوں۔

کہا مولا قدموں میں رہنے دیجئے۔ارے مجھے یہ تصور بے چین کر رہا ہے۔آپ میرا سر گود میں رکھ لیں گے۔مگر جب شمر کا خنجر چل رہا ہو گا۔میرے امام کے سر کے نیچے کسی کی گود نہ ہو گی۔عباسؑ نے دم توڑ دیا حسینؑ ماتم کرتے رہے، علم لے کے پلٹے۔خیام میں کہرام مچ گیا۔

واعباساہ۔واعلیاہ۔وامصیبتاہ۔واغربتاہ۔واحسیناہ۔واحسیناہ۔

سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

نویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ صلواۃ

جس مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ زندگی میں ہدایت یافتہ شمار ہو اور مرنے کے بعد نجات حاصل کرے ایسے ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کے اس بیان کو روز پڑھے اور روز سنے کہ صرف وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور صرف وہی لوگ نجات یافتہ ہیں جو متقی ہیں، پرہیزگار ہیں۔ دین کے پورے پابند ہیں۔ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نمازی ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اللہ سے ملنے والی روزی کا کوئی نہ کوئی حصہ اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کرتے ہیں۔ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خداوند عالم نے جو کچھ نازل کیا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور

آپ سے پہلے جتنے نبی گزرے ہیں ان پر بھی نازل ہونے والی ساری چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ ہدایت یافتہ و نجات یافتہ وہ لوگ ہیں۔ جو آخرت پر پورا پورا اور پکا پکا یقین رکھتے ہیں۔ میں نے ایک دن آپ کو متوجہ کیا تھا کہ ان صفتوں کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہ ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ ہے۔

لہذا اسی کا الٹا یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ جب تک ہم میں کوئی آدمی غیر متقی ہے تب تک وہ ہدایت یافتہ اور نجات یافتہ نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی آدمی ایسا ہے جو غیب پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو نہ نجات یافتہ ہے نہ ہدایت یافتہ ہے۔

اگر ہم میں خدانخواستہ کوئی بے نمازی ہے تو اس کا بے نمازی ہونا قرآن مجید کے بیان کے مطابق اسے بتاتا ہے کہ ابھی تم ہدایت اور نجات تک نہیں پہنچے ہو۔ اگر کوئی آدمی نبی پر نازل ہونے والی چیزوں میں یا گزرے ہوئے نبیوں پر نازل ہونے والی کسی چیز میں شک رکھتا ہے ایمان نہیں ہے تو یہ دلیل ہے کہ وہ ہدایت یافتہ بھی نہیں ہے نجات یافتہ بھی نہیں ہے۔ جس کو آخرت کا یقین نہیں ہے اسے یہ بھی یقین کرنا ہوگا کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق وہ ہدایت یافتہ بھی نہیں ہے وہ نجات یافتہ بھی نہیں ہے۔ میں اپنی تقریر کے شروع میں روزانہ ان باتوں کو صرف اس لئے دہراتا ہوں کہ قرآن پر ایمان

رکھنے والے مسلمان کو اپنے بارے میں کچھ سمجھنے میں پوری پوری مدد مل جائے کہ ہم خود اپنا حساب لگا کے اپنا رزلٹ نکال سکیں کہ ہم زندگی میں ہدایت یافتہ ہو گئے یا نہیں اور مرنے کے بعد ہماری نجات یقینی ہو گئی یا نہیں۔

اب میں آپ کے سامنے پہلی صفت ایمان بالغیب غیب پر ایمان لانے والے کی جو تشریح پچھلے کئی دنوں سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور کل میں نے تذکرہ کو جہاں تک پہنچا کے چھوڑا تھا وہاں سے آج بیان کے سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ صلواۃ

میں نے آپ کے سامنے کافی تفصیل کے ساتھ پچھلے کئی دنوں میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ پیدا کرنے والا روزی دینے والا خدا انسانوں کے لئے سب سے زیادہ یہ چاہتا ہے کہ یہ اپنے ارادہ اور اختیار کے ساتھ ایسی ہدایت پا جائیں کہ نیک بن جائیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی۔ چودہ معصوم اور بارہ امام بھیجے۔

میرے پچھلے بیانات آپ کے سامنے ہیں۔ کہ جو بھی نبی یا امام بن کر کے آتا ہے۔ اس کا ایک رخ امت سے ملتا ہے بندوں سے ملتا ہے اور اس کا ایک رابطہ اس خدا سے ہوتا ہے جس نے اس کو رسول بنایا ہے جس نے اس کو نبی بنایا ہے۔ امام بنایا ہے۔

میرے پچھلے بیان کئے ہوئے مسائل اگر آپ کے ذہنوں میں

محفوظ ہیں۔ تو آج میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نبی کے نبی ہونے کا مطلب امام کے امام ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ خدا نے ان کو نبی بنایا ہے۔ اگر خدا نے امام نہیں بنایا۔ خدا نے نبی نہیں بنایا تو وہ نبی نہیں ہیں وہ امام نہیں ہیں۔

میں اس سرسری سی بات کو اس لئے دہرا رہا ہوں کہ اگر پورے طور پر ہم نے یہ بات سمجھ لی۔ کہ نبی کے نبی ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ خدا نے ان کو نبی بنایا۔ امام کے امام ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ خدا نے ان کو امام بنایا۔ تو پھر اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی ہے کہ دنیا میں کوئی ان کو نبی مانتا ہے یا نہیں مانتا ہے۔ امام مانتا ہے یا نہیں مانتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے ماننے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بنیاد یہ ہے کہ خدا نے ان کو نبی بنایا ہے۔ خدا نے ان کو امام بنایا ہے۔

اور میں اپنی اس بات کو دل و دماغ میں پورے طور پر جگہ دلانے کے لئے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں ہم آپ بہت سے کام کر سکتے ہیں۔ مگر بہت سے ایسے کام ہیں جو ہماری طاقت سے باہر ہیں۔ ہمارے بس سے باہر ہیں۔ توجہ چاہتا ہوں۔

میں ان میں سے ایک کام سنانا چاہتا ہوں کہ خدا جس کو ہمارا باپ بناتا ہے خدا جس کو ہماری ماں بناتا ہے۔ وہی ہمارا باپ ہے وہی ہماری ماں ہے۔ ہم سب کچھ کر ڈالیں کسی کو نہ اپنا باپ بنا سکتے ہیں نہ کسی کو اپنی ماں بنا سکتے ہیں۔ ماں وہی ہے۔ توجہ چاہتا ہوں

لفظوں کے لئے ۔ ماں وہی ہے جس کو خدا نے ماں بنایا ہے ہماری ۔ باپ وہی ہے جس کو خدا نے باپ بنایا ہے ۔ تو باپ کے باپ ہونے کی حیثیت کیا ہے حیثیت یہ ہے کہ خدا نے اسے ہمارا باپ بنا دیا ہے ۔ ماں کے ماں ہونے کی حیثیت یہی ہے کہ خدا نے اس کو ہماری ماں بنا دیا ہے ۔ اب دنیا کی اگر ساری نالائق اولادیں اپنی ماں کو ماں نہ مانیں ۔ باپ کو باپ نہ مانیں ۔ تو نالائقی ان کی ہوگی ان کے باپ ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا ۔ ان کے ماں ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا ۔ تو جس کو خدا نے نبی بنایا ہے ۔ جس کو خدا نے امام بنایا ہے ۔ کائنات مانے یا نہ مانے وہ نبی نبی رہے گا وہ امام امام رہے گا فرق یہ ہوگا جو مان لے گا وہ لائق بندہ ہوگا جو نہیں مانے گا وہ نالائق بندہ ہوگا ۔

صلواۃ ۔

تو میں نے آپ کے سامنے رفتہ رفتہ اپنے بیان کو اس منزل تک اس لئے پہنچایا ہے کہ آپ اس بات کو پورے طور پر محسوس کریں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا جو ہمیں پال رہا ہے ۔ وہ انتہائی شدت کے ساتھ اس بات کا خواہش مند ہے کہ ہماری ہدایت ہو جائے تاکہ ہم اپنی آزادی یا کے اپنے ارادہ سے اپنے عمل سے اپنے اختیار سے نیک بن کے جنتی بنیں ۔ اگر یہاں پر آپ ایک لفظ یاد رکھیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا ۔

اگر ہم میں کوئی آدمی ہدایت حاصل کرتا ہے اور ——————

—— ہدایت حاصل کر کے متقی بنتا ہے۔ یہ چھ صفتیں پیدا کرتا ہے جو روز میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بندہ ہے توجہ چاہتا ہوں۔

جس نے اپنے معبود کی اپنے خدا کی اپنے رب کی اپنے پیدا کرنے والے کی۔ اپنے پالنے والے کی خواہش کو پورا کر دیا ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں ہم اولاد میں سے کس کی تعریف کرتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں جو باپ کی آرزو پوری کر دے۔ اگر ساری دنیا میں لائق وہ اولاد ہے جو ماں باپ کی آرزو پوری کر دے تو ساری دنیا میں بہترین بندے وہ بندے ہیں جو اپنے معبود کی خواہش کو پوری کر دیں کہ ہدایت پا کے چھ صفتیں پیدا کر کے ہدایت یافتہ بھی ہو جائیں نجات یافتہ بھی ہو جائیں۔ صلواۃ

اب اس کے بعد میں مسائل کو آگے بڑھاتے ہوئے دو انتہائی اہم جملے آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ جس توجہ سے آپ سنتے ہیں اسی توجہ سے اسے آپ یاد بھی رکھیں گے۔ مسائل سامنے آتے ہیں۔ تاریخ سامنے آتی ہے۔ حالات سامنے آتے ہیں۔ تو میں مختصر دو جملوں میں آپ کی توجہ کو دو مسئلوں کی طرف موڑ دوں گا۔

زیر بحث یہ بات آتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین سارے انسانوں کے ہادی۔ سارے انسانوں کے امام آپ کے وصی آپ کے وزیر امیر المومنین

خلیفۃ المسلمین مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

میں ابھی اپنا عقیدہ نہیں بیان کر رہا ہوں۔ میں ابھی حالات بیان کر رہا ہوں تو مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ مولاؑ ہیں یا کوئی اور۔

بس اب آپ کے سامنے تاریخ ہے اور جس دوسرے مسئلہ کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام اور ہادی اور حجت خدا جیسے چھ امام تھے ویسے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا کوئی اور یہی مسئلے ہیں جو ہمارے سامنے یا ہمارے بچوں کے سامنے آتے ہیں۔ اور حال کیا ہے مسائل کا یہاں ذرا آپ کو بھی دم لینے کا موقع دینا چاہتا ہوں اور میں بھی ذرا دم لینا چاہتا ہوں۔ ہوتا کیا ہے؟ ہوتا یہ ہے کہ چیز کہیں درمیان سے شروع کر دیجئے۔ تو وہ الجھتی ہی جائے گی سلجھے گی نہیں۔ مثال میں واضح کروں۔ ڈورا الجھ جاتی ہے تاگے الجھ جاتے ہیں۔ الجھے ہوئے تاگوں کے سلجھانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ سلجھانا شروع کرنے سے پہلے اس کا سرا ڈھونڈ لیجئے۔ لوگ غلطی یہ کرتے ہیں یہاں پر گرہ ہے اسے کھولنے لگے۔ وہاں پر گرہ دکھائی دی اسے کھولنے لگے۔ آپ ننو گرہیں کھول ڈالئے جب تک سرا نہیں ملے گا یہ گرہ کھلے گی۔ وہ کس جائے گی وہ ڈھیلی ہوگی یہ کس جائے گی۔ تو بس ویسے ہی الجھے ہوئے مسائل میں جب کبھی درمیان سے

مسائل حل کئے جاتے ہیں تو الجھن بڑھتی جاتی ہے۔ مسائل نہیں سلجھتے ہیں۔ اگر سلجھانا ہے تو سرا ڈھونڈنا پڑے گا۔ اور ایک سلجھانے کا طریقہ اور ہم بتا دیں۔ اس پر سب راضی ہوں گے وہ راضی نہیں ہوگا جس کا مال ہے۔ وہ یہ کہ جہاں پر نہیں سلجھتا ہے وہیں سے توڑ دیجئے۔

تو بات بس یاد رکھئے گا اگر مال آپ کا ہے اور سلجھانا مجھے ہے تو میں جہاں الجھوں گا وہیں پر توڑ دوں گا۔ ایک ڈوری کے ایک تاگے کے ایک سلسلے کے ہزار ٹکڑے ہو جائیں گے اور اگر میرا مال ہے اور اسے برباد نہیں کرنا چاہتا ہوں تو چاہے ایک دن لگے چاہے دس دن لگیں۔ چاہے بار بار تھک کے ہم کام شروع کریں۔ ہم اسے سلجھائیں گے توڑیں گے نہیں۔

بس یاد رکھئے گا۔ جسے نجات چاہیئے جسے ہدایت چاہیئے وہ مسائل کو توڑے گا نہیں وہ مسائل کو سلجھائے گا۔ اور اگر سلجھائے گا تو میں نے جو دم لینے والی بات کہی تھی وہ دم آپ لے چکے بات سمجھ لیجئے۔ کہ نہیں الجھن دور ہوگی مسئلہ نہیں سلجھے گا۔ نہیں سلجھے گا۔ جب تک ہم سرا نہ ڈھونڈ لیں۔ ہم درمیان سے مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے انتقال کیا ہے ان کا جانشین کون ہوگا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے انتقال کیا۔ ان کا جانشین کون ہوگا' یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوتا ہے یہ درمیان کی ایک گتھی ہے۔ سرا یہ ہے کہ خود پیغمبرؐ کیوں آئے تھے۔ پیغمبرؐ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی

کیوں آئے تھے ۔ ان کو کس نے بھیجا تھا جب تک کے ہم چلتے چلتے اس سرے تک نہ پہنچ جائیں جہاں سے یہ بات شروع ہوتی ہے۔ کہ اس خدا نے جو قدرت والا ہے جو علم والا ہے. جو سخاوت والا ہے اس نے اپنے کمالات سے فائدہ پہنچانے کے لئے ہم انسانوں کو پیدا کیا۔ آزادی دے کے پیدا کیا۔ پیدا کرنے کے بعد ہماری پرورش کی، پرورش کرنے کے لئے پوری یہ دنیا اور کائنات پیدا کی' اسے چلا رہا ہے مگر اس نے ہماری ہدایت کے لئے کہ ہم اس کی خواہش کو پورا کریں ۔ اپنے ارادہ اور عمل کے ساتھ نیک بن کے جنّت کے دروازہ تک پہنچ جائیں' اس نے اس مقصد کے لئے ہادی بھیجے۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے جن میں آخری حضور سرورکائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہ ہے سارے مسائل کا سرا۔ اگر اس مسئلہ کے اس سرے پر ہر سمجھدار کی نگاہ رہے گی ۔ مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ یعنی نبیؐ کے بعد ضرورت علیؑ کی ہے یا نہیں ہے ابھی میں یہ گفتگو نہیں چھیڑتا آپ کے سامنے ۔ چھٹے امامؑ کے بعد ساتویں امام، امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔ یا کوئی اور امام ہوگا میں ان مسائل کو نہیں چھیڑتا بلکہ میں آپ کے سامنے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہم نے سرا ڈھونڈ لیا ہے کہ خدا ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے ہادی بھیجتا ہے تو جب حضورؐ پر نبوت ختم کر دیتا ہے تو بعد میں آنے والا ہادی

امام ہوتا ہے۔ تو میں دو لفظیں کہنا چاہتا ہوں اسے اگر آپ اپنے دماغ میں اچھی طرح جگہ دے دیں گے تو انشاء اللہ مسائل ہمیشہ حل رہیں گے۔

یہ مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ذرا ایک منٹ صبر کریں گے جلدی نہیں کریں گے۔ یہ مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوتا کہ حضورؐ کے بعد مولا خلیفہ ہوں گے یا نہیں۔ یہ مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوتا کہ چھٹے امامؑ کے بعد ساتویں امام، امام ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ بلکہ اصل مسئلہ کیا ہے توجہ چاہتا ہوں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسئلہ نبیؐ کے بعد کا ہو یا مسئلہ چھٹے امامؑ کے بعد کا ہو۔ وہ علیؑ ہوں گے یا امام موسیٰؑ ہوں گے ان ساری باتوں سے پہلے دو باتیں طے کرنا ہیں کہ جس کو امام ہونا ہے۔ جس کو حجت خدا ہونا ہے۔ جس کو ہادی زمانہ ہونا ہے وہ کیسے ہوگا۔ کیسا ہوگا۔ میں رکا اس لئے ہوں کہ ان دو لفظوں پر آپ پوری مضبوطی کے ساتھ اپنے ذہن کو جمائیں کہ سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جو ہوگا جو کوئی ہوگا وہ کیسا ہوگا اور کیسے ہوگا۔ اور عزیزان گرامی یہ اتنی صاف سی بات ہے کہ اگر کسی ملک میں کوئی قانون موجود ہے تو آج جو صدر ہے آج جو پرائم منسٹر ہے آج جو گورنر ہے۔ آج جو چیف منسٹر ہے مسئلہ یہ نہیں کہ یہ کون ہے۔ اور اس کے بعد کون آئے گا۔ بلکہ قانون میں پہلے لکھا ہوتا ہے کہ جو ہوگا وہ کیسے ہوگا اور کیسا ہوگا۔

تو سارے عالمِ اسلام کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے کہ حضورؐ کے بعد جو حضورؐ کا جانشین ہو گا چھٹے امامؑ کے بعد جو ان کا جانشین ہو گا ۔ وہ کیسے ہو گا اور کیسا ہو گا ۔ اگر آپ نے ان دو لفظوں پر غور فرما لیا ہے تو اب میں وضاحت کے لئے دو لفظیں اور کہنا چاہتا ہوں ۔

جب ہم کو یہ طے کرنا ہو گا کہ وہ کیسا ہو گا تو ہم کو دو باتیں مذہب نے بتائی ہیں ۔ کیسا ہو گا ؟

پہلی بات یہ ہے کہ وہ معصوم ہو گا یعنی اس کی پوری زندگی میں کوئی بھول کوئی چوک کوئی غلطی کسی قسم کی خطا اس کی زندگی میں نہیں ہو گی وہ معصوم ہو گا بے گناہ ہو گا بے خطا ہو گا غلطی سے، بھول چوک سے غفلت سے پاک و پاکیزہ ہو گا ۔ ایک بات ۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سارے آدمیوں سے ہر کمال میں بڑا ہو گا اونچا ہو گا ۔ افضل ہو گا ۔ یہ نہیں ہے کہ جو اس کے زمانہ میں پہلوان ہو گا ۔ وہ طاقت میں اس سے آگے ہو گا اور یہ امامت میں اس سے آگے ہو گا ۔ نہیں اس کے زمانہ میں کوئی آدمی کسی کمال میں اس سے بہتر نہیں ہو گا ۔ طاقت کا معاملہ ہو گا یہ سب سے زیادہ طاقتور ہو گا ۔ علم کا معاملہ ہو گا اس کے پاس سب سے زیادہ علم ہو گا ۔ عبادت کی منزل ہو گی ۔ یہ سب سے بڑی عبادت کرنیوالا ہو گا، سائنس کے جاننے والے سامنے آئیں گے تو سب سے زیادہ سائنس کا جاننے والا ہو گا ۔ افضل اہل زمانہ ہو گا ۔ پوری دنیا میں

کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو کسی کمال میں کسی خوبی میں اس کے برابر آسکے وہ ساری کائنات میں سب سے افضل ہوگا۔

یہ دو باتیں یاد رکھنا ہیں آپ کو کہ جو ہادی ہوگا جو امام ہوگا۔ جو جانشین ہوگا جو خلیفہ ہوگا وہ کیسا ہوگا۔ وہ معصوم ہوگا پہلی صفت۔ اور دوسری صفت یہ کہ سارے کمالات میں اپنے زمانہ کے ہر آدمی سے افضل اور بہتر ہوگا۔ کیسا طے ہوگیا؟ اب کیسے؟ سن لیجئے، کیسے سیدھے سیدھے ہے آدمؑ کیسے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کیسے ہوئے۔ خود حضور سرور کائناتؐ کیسے ہوئے۔ تو سارے مسلمانوں کا جواب ہے کہ ان سب کو کسی نے نبی نہیں بنایا ہے۔ ان کو خدا نے نبی بنایا ہے۔

تو بس مسئلہ طے ہوگیا۔ نبی کے بعد امام، حجت، وصی، وزیر، خلیفہ، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین صرف وہ ہوگا جس کو خدا بنائیگا اور جو معصوم ہوگا اور جو اپنے کمالات میں اپنے زمانہ کے ہر آدمی سے بہتر ہوگا۔ بس اگر یہ تین باتیں آپ کے سامنے آجائیں اب بحث ہی نہیں پیدا ہوگی۔

میں مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے امام مانتا ہوں۔ اس لئے نبی کا جانشین مانتا ہوں کہ جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو نبی بنایا تھا، اسی نے ان کو امام بنایا ہے۔ جیسے وہ معصوم تھے ویسے یہ معصوم تھے جیسے وہ اپنے زمانہ کے ہر آدمی سے ہر کمال میں بہتر تھے ویسے ہی یہ سارے زمانہ

میں ہر انسان سے ہر کمال میں بہتر تھے۔ تو یہ تین صفتیں جب آپ سامنے رکھدیں گے تو جتنے نام بھی آنے والے ہیں ان میں سے کسی نام کے لئے آج تک کوئی دعویدار پیدا ہی نہیں ہوا ہے کہ ان کو خدا نے بنایا، وہاں تو تاریخ ہی یہ شروع ہوتی ہے کہ نبی نے نہیں بنایا تھا لہٰذا مجبوراً ہمیں بنانا پڑا تو جہاں سے یہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔ وہاں سے وہ خود بخود اس تاریخ کو ختم کر دیتا ہے کہ وہ آئے گا جس کو خدا منتخب کرے گا اور کوئی نہیں ہے جس نے کسی کے لئے دعوائے عصمت کیا ہو۔

ہم ہیں جو آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعوائے عصمت کرتے ہیں۔ صلواۃ

اور میں آپ کے حافظہ اور یادداشت پر زور ڈالے بغیر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی وہ آیۂ کریمہ جو آپ میں سے ہر ایک کو یاد ہے وہ بارہ امام اور چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کو ثابت کرنے کے لئے نص صریح کی شکل میں موجود ہے وہ کونسی ہے وہ آیۂ تطہیر ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

اے اہلبیتؑ اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ ہر نجاست کو چاہے وہ جسمانی ہو چاہے وہ روحانی ہو چاہے وہ نفسانی ہو چاہے وہ نسلی ہو چاہے وہ خیالاتی ہو ہر نجاست کو ہر کمزوری کو ہر نقص کو ہر عیب کو اے اہلبیتؑ پیغمبرؐ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ تم سے دور رکھے گا

یعنی کوئی عیب کوئی نجاست کسی قسم کی نجاست کسی قسم کا نقص کسی قسم کی کمزوری دامن اہلبیتؑ کو چھو نہیں سکتی کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کا اور صرف اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ اہلبیتؑ تم سے ہر نقص اور عیب اور کمی کو دور رکھے اور اللہ کا دوسرا ارادہ یہ ہے کہ تم کو ہر کمال سے آراستہ و پیراستہ رکھے اتنا آراستہ و پیراستہ رکھے جو آراستہ و پیراستہ رکھنے کا حق ہے۔

توبس یاد رکھئے گا اب دامن اہلبیتؑ تک کوئی بھول کوئی چوک کوئی غلطی کوئی خطا کوئی کمزوری اسی وقت پہنچ سکتی ہے جب اللہ اس کے مقابلہ میں کمزور پڑ جائے اور وہ کمزوری اللہ کے مقابلہ میں طاقتور بن جائے۔ اس لئے کہ اللہ جو خدائے قادر ہے اس نے اپنی قدرت مطلقہ کی بنیاد پر کہا ہے صرف اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ہر نقص کو تم سے دور رکھے۔

لہٰذا مجال نہیں ہے کہ دامن اہلبیتؑ تک کوئی نقص آسکے یہ دلیل عصمت ہے بارہ کے بارہ اماموں کے لئے چودہ کے چودہ معصوموں کے لئے۔ صلواۃ

اور دوسرا فقرہ جو میں نے آپ کے سامنے کہا تھا کہ وہ اپنے زمانہ میں ہر شخص سے ہر کمال میں بہتر ہوں گے۔

توبس اتنا یاد رکھئے گا کہ خداوندعالم سارے کمالات جس کی عین ذات ہیں وہ یہ کہتا ہے کہ ہر پاکیزگی دوں گا۔ ہر کمال دوں گا۔

اور وہاں تک دوں گا جہاں تک کمالات دینے کا حق ہے۔

میں کبھی کبھی اس مسئلہ کو سوچتا ہوں کہ آل محمدؐ نے چودہ معصومینؑ نے کیا پایا اور خدا نے ان کو کیا دیا۔ میری عقل حیران ہو جاتی ہے میری زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ میرے خیالات سست ہو جاتے ہیں کتنا ان کو خدا نے کمال دیا ہے۔ کتنا ان کی عظمتوں کو بلند رکھا ہے ان کو کتنے فضائل دیئے ہیں۔ میرے جیسے عاجز انسان کے پاس دو ہی لفظیں ہیں۔ میں سناتا ہوں جس سے میری تسکین ہوتی ہے۔ شاید آپ کو بھی تسکین ہو جائے۔

جب جب ان بارہ اماموں کے اور چودہ معصوموں کے اور اہلبیتؑ کے فضائل کا تذکرہ ہوتا ہے تو بس میرے پاس دو ہی لفظیں ہیں۔ جتنے کمالات وہ خدائے قادر دے سکتا تھا اور جتنے کمالات اس ساری کائنات سے بہتر لوگ لے سکتے تھے اتنے کمالات اس نے دیدیے اتنے کمالات انھوں نے لے لئے نہ اس کی قدرت ہم معلوم کر سکتے ہیں نہ ان کی فضیلتوں کی حدوں کو ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ صلواۃ۔

تو میں نے یہ تذکرے آپ کے سامنے اس لئے پیش کئے ہیں کہ ہمارے بچوں کے ذہن میں امامت و نبوت کا سلسلہ رہے کہ خدا نے انسان کی ہدایت کے لئے ان کو بھیجا ہے تو نبی بنائے گا تو وہ بنائے گا۔ امام بنائے گا تو وہ بنائے گا اور وہ اسی کو نبی بنائے گا،

وہ اسی کو امام بنائے گا جو زمانہ میں سب سے کمالات میں بہتر ہو ورنہ بتائیے اگر کوئی بھی کمال میں اس سے بہتر ہے تو پھر خدا کی حکمت کا تقاضا یہ ہے خدا کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس سے بہتر ہے اس کو بنائے کمتر کو کیوں بنائے لہذا جب بنائے گا سب سے بہتر کو بنائے گا اور اسے بنائے گا جس کی پوری زندگی میں کہیں بھی کسی بھول چوک، غلطی گناہ کا شائبہ اور تصور نہ ہو سکے۔ ورنہ ہدایت کا مقصد ختم ہو جائے گا۔

بس یہ دو باتیں یاد رکھئے گا کیسے بنے گا ہادی اور کیسا بنے گا ہادی۔ بنائے گا خدا بنے گا وہ جو معصوم ہوگا۔ جو اپنے زمانہ کے سارے آدمیوں سے کمالات میں افضل ہوگا۔

بس یہ اصول سامنے رکھ دیجئے تو نبی کے بعد نہ علیؑ کے علاوہ کوئی نظر آئے گا نہ جعفر صادقؑ کے بعد موسیٰ کاظمؑ کے علاوہ کوئی نظر آئے گا۔ صلواۃ

تو بسلسلۂ نبوت و امامت جتنے ضروری تذکرے مجھے آج پیش کرنا تھے وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے۔ اب اس کے بعد دو باتیں مجھے اور کہنا ہیں۔ ان کے لئے میں آپ کی توجہ کا اور بہترین توجہ کا طالب ہوں۔

سردار اہلبیتؑ مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بعد کے گیارہ امام۔ اگر دیکھنا سننا

سمجھنا۔ پہچاننا ہے تو اس کا ایک معیار ہے۔ نبی کو پہچانو جیسے حضورؐ نظر آئیں گے ویسے ہی یہ سب نظر آئیں گے۔ وقت کم ہے اور باتیں مجھے کہنا باقی ہیں تو میں آپ کی بہترین توجہ حاصل کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ چودہ کے چودہ معصومؑ ہر لفظ پر توجہ دیجئے تب میں بات کو آگے بڑھاؤں۔

یہ چودہ کے چودہ معصوم ایسے کمالات، ایسی بلندیوں، ایسی عظمتوں پر فائز تھے کہ جو ان کا بدترین دشمن ہوتا تھا جان لیوا دشمن ہوتا تھا وہ بھی ان کی فضیلت کا اعلان کرنے پر فضیلت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

بس اس دنیا میں تذکرہ کی حد میں اس کے آگے کوئی بات نہیں بیان ہو سکتی ہے۔ کہ جو ان کا سخت ترین دشمن جو ان کا بدترین دشمن جو ان کا جان لینے والا دشمن ہوتا تھا۔ وہ بھی ان کی خوبی کے بیان کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ خوبی پہچان کے چھپا لینا اس کے بس میں نہ تھا بلکہ اس کو اقرار کرنا پڑتا تھا اعلان کرنا پڑتا تھا۔ یہ ہے منزل محمدؐ اور آل محمد علیہم السلام۔ صلواۃ

یہ خود اتنا وسیع تذکرہ ہے کہ اس کے لئے دو چار تقریریں چاہئیں۔ لیکن میں ایک ذرا دیر میں آپ کے سامنے تذکرہ سمیٹ کے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سنئے! یہ کون تھے سب سے پہلے حضورؐ کی شان میں ایک

فقرہ سن لیجئے حضورؐ ان کمالات کے مالک تھے کہ جو حضورؐ کا دین نہیں مانتے تھے۔ وہ دین نہ ماننے والے بھی حضورؐ کو امین مانتے تھے۔ وقت ہوتا میں آپ کے سامنے تشریح کرتا۔ لیکن پہچانئے۔ دین نہیں مانتے ہیں مگر اپنی گاڑھی کمائی لا کے امانت نبیؐ کے پاس رکھواتے ہیں۔

تو یہ امانت نہیں رکھوا رہے تھے بلکہ اعتراف کر رہے تھے اور زبان سے کہتے بھی تھے کہ یہ امین ہیں۔ یہ صدیق ہیں یہ سچے ہیں۔ یہ امانتوں کے ادا کرنے والے ہیں۔ ان کے بارے میں کبھی کردار والا شبہ نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔

تو عظمت پیغمبرؐ یہ ہے کہ جو دین نہیں مانتے ہیں وہ بھی امین مانتے ہیں۔ میرے پاس وقت ہوتا تو میں ذکر پیغمبرؐ کو آگے بڑھاتا۔ مگر مجھے پیمانہ سے پیمانہ ملا کے ان ہادیوں کے کمالات کی ایک جھلکی اپنے سننے والوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔

تو بس جیسے یہ تھے کہ دشمن ان کے کمال کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا۔ ویسے ہی مولائے کائنات کے لئے بھی مجبور تھا۔

میں انتخاب کرتا ہوں تذکرہ کے لئے۔ بدر و اُحد کے بعد جو تیسری جنگ پیش آتی ہے جس کا نام ہے جنگ خندق، جنگ خندق کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ابوسفیان سارے ان گروہوں اور قبیلوں کو جو نبیؐ کے مخالف تھے جمع کر کے لایا تھا۔

اب تک بدر سے زیادہ احد سے زیادہ لشکر جمع کر کے ابو سفیان جنگ خندق میں لایا تھا۔ اسی لئے اس کا دوسرا نام ہے جنگ احزاب، حزب کے معنی گروہ، احزاب اس کی جمع ہے۔ یعنی نبی کے جتنے مخالف گروہ تھے سب کو جمع کر کے لایا تھا۔

اور جنگ خندق کا دوسرا نام جنگ خندق اس لئے ہے کہ نبیؐ نے خندق کھود کے اپنی حفاظت کی تھی اور مسلمانوں کی حفاظت کی تھی۔ لیکن مجھے جو لفظ سنانا ہے۔ وہ سن لیجئے اور وہ یہ کہ جنگ خندق کی سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ دشمن ڈھونڈ کے عمرو بن عبدود کو لایا تھا۔

تاریخ نے تفصیل بتائی ہے۔ جنگ احد کی تفصیل بتائی ہے کیا بتائی ہے توجہ فرمائیں گے۔ جنگ احد کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ دشمن نے حملہ کر کے پورے میدان کو جنگ احد میں مسلمانوں سے خالی کرا لیا تھا۔

تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ بس اتنی بات سنئے کہ بدر کے ہارے ہوئے دشمن نے احد میں ایسا دو طرفہ حملہ کیا تھا۔ خالد بن ولید نے اور ابو سفیان نے مل کے کہ پورے میدان کو دشمن نے مسلمانوں سے خالی کرا لیا تھا۔ جو چلے گئے تھے میدان چھوڑ کے وہ چلے گئے تھے۔ اور جو نہیں گئے تھے وہ قتل ہو گئے تھے۔ پورے میدان میں صرف آخر میں دو رہ گئے تھے ایک حضورؐ رہ گئے تھے اور ایک مولاؑ رہ گئے تھے۔ مجھے

تاریخ نچوڑ کے ایک جملہ سناتا ہے ضایع نہ ہونے دیجئے گا تو جب دشمن اُحد کے میدان سے بھاگا ہے۔ تو وہ یہ بات سمجھ کے بھاگا تھا کہ ہم نے آج کے دن ایک بات سمجھ لی کہ ہم مسلمانوں سے اُحد کا میدان خالی کرا سکتے ہیں۔ خالی کرا لیا ہم نے ایک ایک مسلمان سے اُحد کا میدان خالی کرا لیا۔ اب میں جملہ کہتا ہوں محبّانِ علیؑ کا مجمع ہے پوری توجہ کے ساتھ سنیں گے مگر دشمن نے محسوس کیا ہم نے مل کے جس میدان اُحد کو سارے مسلمانوں سے خالی کرا لیا تھا۔ اکیلے علیؑ نے وہ میدان ہم سے خالی کرا لیا۔ پوری تاریخ جنگ اُحد کو نچوڑیئے تو یہ فقرہ نکلے گا کہ دشمن جب میدان سے جا رہا ہے تو یہ سمجھتا ہوا جا رہا ہے کہ سارے مسلمانوں سے میدان ہم نے خالی کرا لیا اور ہم سب سے اکیلے علیؑ نے خالی کرا لیا۔

تو جب وہ اس کے بعد جنگ خندق میں آیا تو لشکر لایا مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے۔ اور عمرو بن عبدود کو لایا علیؑ کے مقابلہ کے لئے۔ چنانچہ عمرو کے قتل ہو جانے کے بعد پھر ابو سفیان لڑے بھڑے بغیر میدان چھوڑ کے بھاگ گیا کیوں اس لئے کہ اُحد کا تجربہ تھا کہ ہم میدان خالی کرا سکتے ہیں مسلمانوں سے مگر علیؑ ہم سے میدان خالی کرا لیتے ہیں۔ تو اس نے طے کیا تھا اگر عمرو جیت جائے گا علیؑ قتل ہو جائینگے تو پھر ہم سب کو قتل کر سکیں گے۔ لیکن جب عمرو ہی قتل ہو گیا تو عمرو نہیں قتل ہوا ساری تمنّائیں ختم ہو گئیں اور دشمن میدان چھوڑ کے

چلاگیا تو میں آپ کی خدمت میں ایک لفظ کے لئے توجہ چاہتا ہوں۔
وقت نہیں تھا کہ میں تفصیلوں میں جاتا۔ سارا میدان خالی ہوگیا۔ سارے دشمن چلے گئے۔ عمرو کی لاش چھوڑ کے چلے گئے جب سب چلے گئے تو عمرو کی بہن آئی۔ اس کو اطلاع ملی میرا بھائی مارا گیا۔ ایک لفظ آپ کے سامنے کہوں گا اس کے بغیر بات کے سمجھنے میں مزہ نہیں آئے گا۔ اور پورا کیف نہیں محسوس ہوگا۔
جتنا جتنا مشہور زمانہ آدمی مرے گا اتنا ہی زیادہ غم بھی ہوگا۔ شخصیت ہلکی ہوگی غم ہلکا ہوگا۔ شخصیت بھاری ہوگی غم بھاری ہوگا۔ اب پہچانئے عمرو کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آرہی ہے رونے کے لئے تو یہ سمجھ کے آرہی ہے میرا وہ بھائی مارا گیا ہے جو پوری تاریخ عرب میں سب سے زیادہ بہادر مشہور تھا۔
تو پہچانئے عمرو کی بہن کے دل و دماغ پر کتنا غم ہوگا اور اس کے بعد ذرا سکون کے ساتھ ذرا صبر کے ساتھ مجھے دو جملے کہہ لینے دیجئے کہ جب عمرو کی بہن چلی تو یہ سمجھ کے چلی کہ میرا بھائی جو مشہور زمانہ پہلوان تھا وہ قتل ہوا ہے تو قتل ہونے کے بعد مجھے اس کی لاش ویسی ہی ملے گی جیسے عربوں میں عربوں کی لاش ملا کرتی ہے۔ آپ متوجہ نہ ہوں تو میں متوجہ کردوں۔
عربوں کی لاش کیسے ملا کرتی تھی۔ وہ جس کو قتل کرتے تھے اس کے کان کو ناک کو اور دوسرے اعضاء کو کاٹ کر ان کا ہار پہنتے تھے لاش کا مثلہ

چلا گیا تو میں آپ کی خدمت میں ایک لفظ کے لئے توجہ چاہتا ہوں۔ وقت نہیں تھا کہ میں تفصیلوں میں جاتا۔ سارا میدان خالی ہوگیا۔ سارے دشمن چلے گئے۔ عمرو کی لاش چھوڑ کے چلے گئے جب سب چلے گئے تو عمرو کی بہن آئی۔ اس کو اطلاع ملی میرا بھائی مارا گیا۔ ایک لفظ آپ کے سامنے کہوں گا اس کے بغیر بات کے سمجھنے میں مزہ نہیں آئے گا۔ اور پورا کیف نہیں محسوس ہوگا۔

جتنا جتنا مشہور زمانہ آدمی مرے گا اتنا ہی زیادہ غم بھی ہوگا۔ شخصیت ہلکی ہوگی غم ہلکا ہوگا۔ شخصیت بھاری ہوگی غم بھاری ہوگا۔ اب پہچانئے عمرو کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آرہی ہے رونے کے لئے تو یہ سمجھ کے آرہی ہے میرا وہ بھائی مارا گیا ہے۔ جو پوری تاریخ عرب میں سب سے زیادہ بہادر مشہور تھا۔

تو پہچانئے عمرو کی بہن کے دل و دماغ پر کتنا غم ہوگا اور اس کے بعد ذرا سکون کے ساتھ ذرا صبر کے ساتھ مجھے دو جملے کہہ لینے دیجئے کہ جب عمرو کی بہن چلی تو یہ سمجھ کے چلی کہ میرا بھائی جو مشہور زمانہ پہلوان تھا وہ قتل ہوا ہے تو قتل ہونے کے بعد مجھے اس کی لاش ویسی ہی ملے گی جیسے عربوں میں عربوں کی لاش ملا کرتی ہے۔ آپ متوجہ نہ ہوں تو میں متوجہ کردوں۔

عربوں کی لاش کیسے ملا کرتی تھی۔ وہ جس کو قتل کرتے تھے اس کے کان کو ناک کو اور دوسرے اعضاء کو کاٹ کر ان کا ہار پہنتے تھے لاش کا مُثلہ

کرتے تھے پیٹ چاک کرتے تھے کلیجہ نکال کے چباتے تھے۔ لباس اتار لیتے تھے ۔ زرہ اتار لیتے تھے ۔ اس کے بعد تلوار اٹھا لیتے تھے یہ سب کرتے تھے تب میدان سے جاتے تھے ۔ تو عمرو کی بہن سوچتی ہوئی چلی ۔ میرا مشہور زمانہ بھائی کیسے ملے گا اس کی ناک کٹی ہوئی ہوگی ۔ اس کے کان کٹے ہوئے ہوں گے اس کا پیٹ پھٹا ہوا ہوگا ۔ اس کا کلیجہ چبایا گیا ہوگا زرہ اتار لی گئی ہوگی لباس چھین لیا گیا ہوگا ۔ تلوار اٹھا لی گئی ہوگی ۔ جاہلیت عرب کے دماغ میں یہی تصور لے کر کے چلی ۔ لیکن جب عمرو کے پاس پہنچی تو اس نے دیکھا صرف سر کٹا ہے زرہ بھی باقی ہے لباس بھی باقی ہے تلوار بھی باقی ہے ۔ لاش کی حالت کہیں سے خراب نہیں ہوئی ہے۔

اگر میرا مجمع اب تک توجہ سے سنتا آیا ہے تو اب میں ایک جملہ کہہ کے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے بات کے سمجھنے میں کتنی کوشش کی ہے۔

عمرو کی بہن جب پہنچی تو اسے دو لاشیں دکھائی دیں ۔ ایک لاش وہ دکھائی دی جو تاریخ آج تک دیکھ رہی ہے اور ایک لاش وہ دکھائی دی جو صرف قوت فکر کو دکھائی دے سکتی ہے ۔

وہ کیا اس نے اپنے بھائی کی لاش کو بھی دیکھا اور جاہلیت عرب کی لاش کو بھی دیکھا اس نے اب تک سمجھا تھا کہ جس نے قتل کیا ہوگا اس نے میرے بھائی کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہوگا ۔ مگر جب سالم لاش ملی تو اسے محسوس ہوا عرب کی جاہلیت کی لاش بھی ہے عرب کی جاہلیت مر چکی ہے اس نے پلٹ کے پوچھا وہ کون آدمی ہے

جس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے کہا تم کیوں پوچھ رہی ہو کہا اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ میں نے جو تصور کیا تھا اس کے خلاف میرے بھائی کی لاش نظر آ رہی ہے۔

لوگوں نے بتایا "عمرو" علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے یسنو سنو میرے عزیزو! اس تاریخ کو کبھی بھولنا نہیں اس نے آنسو پونچھ ڈالے جو روتی ہوئی آئی تھی۔ جو رونے کے لئے آئی تھی۔ اس نے وہاں پر مرثیہ پڑھا اور مرثیہ میں یہ پڑھا کہ میرے بھائی میرے مشہور زمانہ بھائی، میرے بہادر بھائی میں ساری زندگی تمھارے سرہانے بیٹھ کے روتی اگر تم کسی اور کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہوتے مگر تم ایک شریف ترین انسان کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہو۔ لہٰذا میں تمھارا ماتم نہیں کروں گی۔ میں تمھارا غم نہیں کروں گی۔

بس اب پہچانئے اگر میرے جملے کام دے سکیں تو یاد رکھئے گا۔ علیؑ نام ہے اس عظیم المرتبت انسان کا کہ جو اس کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے وہ اس پر فخر کرتا ہے کہ ہم ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں۔ بس جب ان کے ہاتھ پر مرنے والے فخر کر رہے ہیں تو ان کے ہاتھ پر جینے والے اور ایمان لانے والے کیسا فخر کریں گے۔ صلواۃ

آپ ائمہ معصومینؑ کے حالات پڑھتے جائیں گے تو آپ کو یہ پیمانہ برابر ملتا جائے گا جو بدترین دشمن تھے وہ بھی ان کی فضیلت کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ میں تذکرہ کو روکتا ہوں اور صرف

اتنی سی بات یاد دلا کے روکتا ہوں کہ جو سر امام حسینؑ لے کر کے ابن زیاد ملعون کے پاس گیا ہے۔ اس نے بھی یہی کہا ہے کہ آج میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دے اس لئے کہ میں اس کا سر کاٹ کر لایا ہوں جو دین و دنیا کا سردار تھا۔ یعنی دشمن سر لایا ہے اور حسینؑ کی تعریف کر رہا ہے۔

چنانچہ ابن زیاد نے اسے انعام نہیں دیا بلکہ اسے سزا دی کہ تو حسینؑ کی تعریف کر رہا ہے یا ان کا کٹا ہوا سر لے کر کے آیا ہے اس پہ تذکرہ روکتا ہوں اور صرف یہ کہہ کے روکتا ہوں کہ وہ تھے چودہ کے چودہ معصومؑ جن کے پاس ایسی فضیلتیں تھیں ایسی عظمتیں تھیں ایسے کمالات تھے کہ بدترین دشمن بھی ان کی فضیلت بیان کرنے پر مجبور تھا۔

بس اس کے بعد مجھے پیغام کے پہنچانے میں ذرا دیر نہیں لگے گی۔ لیکن ایک دو جملوں کے لئے توجہ کا طلبگار ہوں۔ کل بھی اور آج بھی نبی اور اہلبیتؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے دشمن ضرور پائے جاتے تھے۔ کل بھی پائے جاتے تھے اور آج بھی پائے جاتے ہیں ایک وہ جو کھلم کھلا کل بھی دشمن رکھتا تھا اور آج بھی کھلم کھلا ان کا دشمن ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو دشمن نہیں ہے ان سے محبت رکھتا ہے یہ کل بھی تھے یہ آج بھی ہیں۔ لیکن مجھے ایک جملہ کہنا باقی ہے اسے ضایع نہ ہونے دیجئے گا۔

یہ جو دشمن نہیں ہیں محبت کرنے والے ہیں - یہ دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں ان کی تعریف کرتے ہیں ان کے سامنے پوری عقیدت کے ساتھ سر جھکاتے ہیں مگر دین ان کا نہیں مانتے -

آج غیر مسلم بھی ہیں جو نبیؐ اور اہلبیتؑ کی تعریف کرتے ہیں۔ آج دہریے بھی ہیں جو نبیؐ اور اہلبیتؑ کی تعریف کرتے ہیں آج کسی مذہب کے نہ ماننے والے بھی ہیں جو نبیؐ اور اہلبیتؑ کی تعریف کرتے ہیں - آج وہ مسلمان جو ان کو امام نہیں مانتے ہیں وہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں - میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا -

ایک گروہ دشمنوں کا ہے دوسرا گروہ ان تعریف کرنے والے محبت کرنے والوں کا ہے جو ان کی تعریف کرتے ہیں - ان سے محبت کرتے ہیں - ان سے اظہار عقیدت کرتے ہیں مگر ان کا دین نہیں مانتے ہیں - اور تیسرا گروہ وہ ہے جس میں ہم آپ شامل ہیں ہم ان سے محبت بھی کرتے ہیں ہم ان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں - ہم ان کی عزت بھی کرتے ہیں - ہم ان کا احترام بھی کرتے ہیں اور ہم ان کا دین بھی مانتے ہیں - تو آپ نے اگر ان تینوں گروہوں کو پہچان لیا ہے - دشمن ہیں مگر کمال کا اقرار کرتے ہیں - نہیں مانتے ہیں مگر فضائل بیان کرتے ہیں - ہم بھی ان کے کمالات کا تذکرہ کرتے ہیں -

تو ان کا بیان کرنا نہ ان کا کمال ہے - نہ ہمارا کمال ہے نہ کسی

اور کا کمال ہے یہ کمال صرف ان صاحبان کمال کا کمال ہے جو دشمن بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ غیر بھی مجبور ہو جاتا ہے اور اپنے بھی مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ ان کے فضائل کا تذکرہ کریں۔ یہ حقیقتیں ہیں جو خود اپنے آپ کو منوا لیا کرتی ہیں کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا ہے لیکن جو بات مجھے کہنا ہے بالکل اس کے قریب آگیا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ ایک گروہ دشمن ہو گیا دوسرا گروہ محبت کرنے والا ہو گیا۔ محبت کرنے والوں میں کچھ وہ ہیں جو ان کو نہیں مانتے ہیں مگر تعریف کرتے ہیں نبیؐ نہیں مانتے ہیں مگر تعریف کرتے ہیں امامؑ نہیں مانتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اور ہم کون ہیں ہم انکی تعریف کرتے ہیں نبیؐ کو نبیؐ مان کے اور امامؑ کو امامؑ مان کے۔ میں نے یہ جو تفصیل پیش کی ہے اب میں دو لفظیں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔

دشمنوں کو تو چھوڑ دیئے ان کو تو خداوند عالم کی پھٹکار اور لعنت کا سامنا دنیا میں بھی ہوگا۔ قبر میں بھی ہوگا۔ برزخ میں بھی ہوگا محشر میں بھی ہوگا۔ آخرت میں بھی ہوگا۔ لیکن یہ جو محبت کرنے والے ہیں ان کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک ان سے محبت کرتا ہے۔ ان کو اچھا انسان سمجھ کے نبی اور امام سمجھ کے نہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں نبیؐ کو نبیؐ مان کے اور امامؑ کو امامؑ مان کے۔

اب میں دو لفظیں کہنا چاہتا ہوں کچھ ہیں عقیدت والے اور کچھ ہیں عقیدہ والے یہ جتنے نبیؐ کو نبیؐ نہیں مانتے امامؑ کو امامؑ

نہیں مانتے ہیں مگر ان کی تعریف کرتے ہیں تو وہ ان سے عقیدت رکھتے ہیں ان کی نبوت و امامت کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں ——

—————— ہم الحمدللہ ان سے عقیدت بھی رکھتے ہیں اور نبوت و امامت کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں

تو اب میں آپ کے سامنے کہنا چاہوں گا۔ ایک گروہ دشمنوں کا ہو گیا ایک گروہ صرف محبت کرنے والوں کا ہے مگر یہ غیروں کا گروہ ہے جو اپنے ہوں گے نبیؐ و اہلبیتؑ کے وہ وہی ہوں گے جو محبت بھی کریں گے۔ نبیؐ کو نبیؐ بھی مانیں گے اور امامؑ کو امامؑ بھی مانیں گے

میں نے اتنی زحمت آپ کو فقط ایک لفظ سنانے کے لئے دی ہے کہ نبیؐ اور اہلبیتؑ کو کوئی بات کہنا ہو گی۔ تو وہ کبھی دشمنوں سے نہیں کہیں گے اس لئے کہ دشمن سے کیا امید ہے۔ جو غیر ہیں جو ان کو نبیؐ نہیں مانتے ہیں جو ان کو امامؑ نہیں مانتے ہیں ان سے نہیں کہیں گے جب کہیں گے تو اپنوں سے کہیں گے۔

یعنی میری پوری تقریر کا نچوڑ یہ ہے کہ نبیؐ اور اہلبیتؑ اگر کوئی بات کہیں گے تو دشمنوں سے نہیں کہیں گے۔ عقیدت رکھنے والے بیگانوں سے نہیں کہیں گے۔ بلکہ نبوت و امامت کا عقیدہ رکھنے والے اثنا عشری شیعوں سے کہیں گے۔ کیا کہیں گے۔ جو جو کچھ کہیں گے اسے چھٹے امام امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن لیجئے اور میں آج کی مجلس تمام کردوں۔ صلواۃ

چودہ کے چودہ وہی کہیں گے جو ایک کہے گا دشمنوں سے نہیں کہا۔ غیروں سے نہیں کہا کس سے کہا اپنے شیعوں سے کہا۔ اپنے اثنا عشریوں سے کہا۔ جن کو اپنا سمجھا ان سے کہا۔ کیا کہا بس یہ پیغام سن لیجئے۔

یہ پیغام چھٹے امام کی زبان سے ہے۔ لیکن یہ چودہ کے چودہ معصوموں کا پیغام ہے اور جب اس پیغام میں سرور کائناتؐ شامل ہیں تو یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا پیغام ہے۔ یہ چودہ معصوموں کا پیغام ہے۔ یہ بارہ اماموں کا پیغام ہے۔ شیعوں سے کہا۔ آپ سے کہا مجھ سے کہا۔ ہر اثنا عشری لڑکے، لڑکی، عورت، مرد جوان، بوڑھے سب سے کہا۔ کیا کہا۔

كُوْنُوْا لَنَا زَيْنًا وَّلَا تَكُوْنُوْا عَلَيْنَا شَيْنًا اگر تم ہمارے شیعہ ہو تو ایسی پابند دین زندگی بسر کرنا کہ تمھاری زندگی ہمارے لئے زینت بن جائے۔ ایسی زندگی نہ بسر کرنا کہ تمھاری زندگی ہمارے لئے عیب بن جائے۔

بس اس پیغام تک پہنچانے کے لئے میں نے آپ کو زحمت دی تھی۔ چھٹے امامؑ نے سارے معصوموں کی طرف سے ایک پیغام دیا ہے مجھے بھی دیا ہے اور آپ کو بھی دیا ہے۔ کیا پیغام دیا ہے۔

ایسے بنو ایسے بنو کہ تم ہمارے لئے زینت بن جاؤ ایسے نہ بنو کہ تم ہمارے لئے عیب بن جاؤ۔ بس میں جو چھ آیتوں کا سلسلہ آپ کو

سنا تا ہوں اگر ہم متقی ہوں گے ان کے لئے زنیت بنیں گے ۔ غیر متقی ہوں گے ان کے لئے عیب بن جائیں گے ۔غیب پر ایمان رکھیں گے ان کے لئے زنیت بنیں گے ۔غیب پر ایمان نہیں رکھیں گے ان کیلئے عیب بن جائیں گے ۔ نمازی ہوں گے اوّل وقت کے نمازی ہوں گے ان کے لئے زنیت بنیں گے ۔ بے نمازی ہوں گے آخر وقت کے نمازی ہوں گے تو ان کے لئے عیب بن جائیں گے اپنی روزی میں سے راہ خدا میں خرچ کریں گے ۔ واجبات ادا کریں گے زکوٰۃ نکالیں گے فطرہ دیں گے خمس دیں گے تو ان کے لئے زنیت بنیں گے نبی اور انبیاء ماسبق پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب پر ایمان لائینگے زنیت بنیں گے ۔ کہیں پر شک کریں گے عیب بن جائیں گے ۔ آخرت کو زندگی میں ہمیشہ یاد رکھیں گے ۔ زنیت بنیں گے بھول جائیں گے عیب بنیں گے ۔

میرے شیعو! میرے دوستو! مجھ سے محبت کرنے والو ہم کو امام سمجھنے والو ہم کو نبی سمجھنے والو ایسی زندگی بسر کرو کہ تمھاری زندگی ہمارے لئے زنیت بنے ۔عیب نہ بنے ۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور اپنی بات کی تکرار کے لئے آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں انھوں نے کبھی غیروں سے کچھ نہیں کہا ۔ انھوں نے کبھی دشمنوں سے کچھ نہیں کہا ۔جب کہا اپنے دوستوں اور شیعوں سے کہا ہے ۔

میں آپ کو یاد دلاؤں گا اپنی بات کی تکرار کے لئے کہ جناب

جابر بن یزید جعفی پانچویں امامؑ سے رخصت ہو کے جا رہے ہیں۔ اپنے وطن کوفہ جا رہے ہیں۔ تو پانچویں امامؑ نے کہا جابر تم کوفہ جاؤ گے تو میرے شیعوں کو میرا سلام کہنا اور ان سے یہ کہہ دینا ہم خدا کے بندہ ہیں ہمارے اور خدا کے درمیان ویسی کوئی رشتہ داری نہیں ہے جیسے انسانوں کے خاندانوں کے درمیان رشتہ داری ہوتی ہے۔

لہٰذا تم دین کی پابندی کرو۔ تاکہ ہم تمھاری شفاعت کر سکیں۔ اور اگر تم دین کی پابندی نہ کروگے تو ہم حق شفاعت رکھتے ہوئے بھی تمھاری شفاعت میں مجبور ہو جائیں گے۔

آخر میں آپ کو یاد دلاؤں حسینؑ رخصت ہو رہے ہیں آخری موقع ہے رخصت کا۔ سید سجّادؑ سے رخصت ہو رہے ہیں اور چلتے چلتے بیٹے کو تسلّی دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ بیٹا سارے مصائب جھیلنے کے بعد ایک وقت آئے گا جب تم قید خانہ سے رہا ہو گے اور جب واپس جاؤ گے مدینے، جب تم واپس جاؤ گے تو میرے شیعہ تمھیں ملیں گے میرے ان شیعوں کو میرا سلام کہہ دینا۔

حسینؑ غیروں کو سلام نہیں کہلا رہے ہیں حسینؑ دشمنوں کو نہیں یاد کر رہے ہیں۔ حسینؑ اپنے شیعوں کو یاد کر رہے ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ جب کبھی پانی پینا جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا خوشگوار پانی پینا تو میری پیاس یاد کر لینا، اور جب کبھی سُننا کہ پردیس میں کوئی مر گیا تو مجھ پر رو لینا۔

آپ متوجہ ہیں میں نے بار بار آپ کو یاد دلا دیا ہے کہ ہمارے اماموں نے جو کچھ کہا ہے اپنے شیعوں سے کہا ہے۔

اب میں اپنے بیان کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم شیعہ ہیں اگر ہم اہلبیتؑ کے چاہنے والے ہیں تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان کی محبت کے حق کو ادا کریں اور آج ایک عجیب و غریب محبّت کا حق ادا کرنا ہے وہ یہ کہ دنیا میں جب کسی کا کوئی مرجاتا ہے تو چاہنے والے اس کو تعزیت دیتے ہیں آج کی تاریخ حسینؑ کو تعزیت دیناہے ان کے اس بیٹے کی تعزیت دیناہے ان کے اس جوان بیٹے کی تعزیت دیناہے جس کو دیکھ کے وہ خود یہ فرماتے تھے اور کب فرمایا۔ جب رخصت کیا ہے میدان جہاد کے لئے تو فرمایا پالنے والے گواہ رہنا اب اسے میں تیری راہ میں بھیج رہا ہوں دشمنوں کی طرف، جو صورت میں جو سیرت میں جو رفتار میں جو گفتار میں تیرے نبیؐ سے مشابہ تھا۔

تو آئیے ساری کنیزیں سارے غلام امامؑ کے حضور میں حاضر ہو کے شبیہ پیغمبرؐ علی اکبرؑ کی شہادت کی تعزیت پیش کریں۔

بس آپ متوجہ ہوگئے، آپ متوجہ ہو گئے تو میں تذکرہ میں اتنی سی یادداشت کو تازہ کرنا چاہتا ہوں کہ وقت وہ آگیا ہے کہ سب شہید ہو چکے ہیں صرف دو باقی ہیں ایک حسینؑ باقی ہیں ایک علی اکبرؑ باقی ہیں۔ میدان سے آوازیں آرہی ہیں حسینؑ آؤ یا کسی کو بھیجو اور جب آواز آتی ہے تو علی اکبرؑ تیار ہوتے ہیں بابا مجھے میدان میں جانے کی

اجازت دیدیجئے۔ جب بیٹا باپ سے اجازت مانگتا ہے تو امامؑ کہتے ہیں لال تم کو ایک بات کا خیال اور آنا چاہئے۔ مجھ سے پہلے اپنی پھوپھی کے پاس جاؤ جس نے تم کو بچپنے سے پالا ہے۔ جس نے پال کے تم کو جوان کیا ہے۔ پہلے زینبؑ سے جا کے اجازت لے آؤ۔

علی اکبرؑ خیمے میں آئے اور جب خیمے میں یہ خبر پھیلی کہ اکبرؑ جا رہے ہیں تو سارے یتیم جمع ہو گئے۔ ساری بیوائیں جمع ہو گئیں۔ سارے عزیز جمع ہو گئے سارے اپنے جمع ہو گئے اور سب سے زیادہ قریب زینبؑ کھڑی ہیں ام کلثومؑ ہیں ربابؑ ہیں اور ایک چھوٹی بہن سامنے کھڑی ہے یہ شاید کہہ رہی ہو گی بھیا میں نہ جانے دوں گی۔ ارے میں نے چچا کو جانے دیا چچا کا لاشہ تک نہیں آیا۔ چچا کا خالی علم آیا۔ میرے بھیا اب نہ جانے دوں گی۔ بتاؤ بھیا جب تم چلے جاؤ گے تو کلیجہ سے لگا کے جو تم پیار کیا کرتے ہو تو تمہارے بعد کون اس سکینہؑ کو پیار کرے گا۔ سکینہؑ کو شاید اکبرؑ نے گود میں لیا ہو گا۔ سمجھایا ہو گا میرے پاس تاریخ میں کوئی تفصیل نہیں ہے جو سنا سکوں۔

بس میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں اکبرؑ نے سمجھایا ہو گا اور سکینہؑ اس بات پر راضی ہو گئی ہوں گی کہ اچھا جاؤ بھیا جاؤ بھیا میں زندگی میں آخری بار تم کو بھیا کہہ کے رخصت کر رہی ہوں سکینہؑ کو اتارا ہو گا۔ زینبؑ سے اجازت پائی میدان کے لئے چلے۔ مگر جب چلتے تھے تو کتابوں میں اتنا فقرہ ضرور ملتا ہے۔ کہ اکبرؑ خیمہ کا پردہ اٹھاتے تھے نکلنے کے لئے اور

عورتیں روک لیتی تھیں ۔خیمہ کا پردہ پھر گر جاتا تھا آخر میں اکبرؑ نکلے کیسے نکلے کتابوں میں لکھا ہے جیسے بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے ایسے جوان نکلا ۔بی بیاں پچھاڑیں کھا رہی ہیں بچّے رو رہے ہیں۔ یتیموں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ۔ فدا ہو جانے والے شہداء کے اہل و عیال ماتم کر رہے ہیں ۔ بنی ہاشم رو رہے ہیں ۔

اکبرؑ آنسو پونچھتے ہوئے ۔ دل سنبھالے ہوئے باپ کے پاس آئے ۔ بابا آپ اجازت دیدیں سب سے رخصت ہو چکا ہوں ۔حسینؑ نے بھی رخصت کر دیا۔

بس میں دیر تک نہ پڑھ سکوں گا دو چار مقامات یاد دلا کے مجلس کو تمام کر دینا چاہتا ہوں ۔ چلے علی اکبرؑ چلتے چلتے ۔رک گئے علی اکبرؑ ۔ سمجھے آپ کیوں رکے ۔ علی اکبرؑ کے کان میں آواز آئی ۔کسی کے گرنے کی آواز آئی ۔ اور جب کسی کے گرنے کی آواز آئی تو اکبرؑ نے گھوڑے کو روکا اور مڑ کے دیکھا تو یہ دیکھا کہ پیچھے پیچھے بابا آرہے تھے ۔ بابا گر پڑے ہیں ۔ اتر پڑے ۔ ہاتھ جوڑے باباکے قریب آئے بابا کو اٹھایا ۔ بابا سے لپٹے ۔ اور کہا بابا ۔ بابا جب آپ نے مجھے اجازت دیدی ہے تو اب پیچھے پیچھے کیوں آرہے ہیں ۔میری خواہش ہے کہ آپ جائیں اور خیمہ میں جاکے بیٹھ جائیں ۔ حسینؑ نے کہا اچھا اکبرؑ میں تمہاری باتیں مانے لیتا ہوں تم میری ایک بات مان لو ۔ میں واپس جاتا ہوں میں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا ۔ لیکن ایک کام کرو ۔ جبتک

سامنا رہے جب تک میں دکھائی پڑتا رہوں ۔ مڑمڑ کے اپنا چہرہ مجھے دکھاتے رہنا ۔ مڑمڑ کے اپنا چہرہ دکھاتے رہنا ۔

بس اب تفصیل نہیں پڑھی جاتی مجھ سے میں بیان کو اس مرحلہ پر لانا چاہتا ہوں اکبرؑ گئے لڑکے ایک مرتبہ واپس آئے ۔ دوبارہ پھر میدان میں گئے جا کے لڑے اور لڑتے لڑتے وہ وقت آیا کہ ایک ملعون نے ایک شقی نے ایک جلاد نے ایک سنگدل نے علی اکبرؑ کے سینہ کا نشانہ لے کے پوری طاقت سے نیزہ مارا ۔ نیزہ سینہ پر پڑا ۔ نیزہ کلیجہ میں اترتا چلا گیا ۔

دل والو ۔ اولاد والو ۔ کلیجہ رکھنے والو ۔ میری لفظوں کو سنو اور سوچو ۔ نیزہ مارنے والے نے جب نیزہ واپس نکالنا چاہا ۔ اکبرؑ کے کلیجہ سے اور نیزہ سے دیر تک لڑائی ہوتی رہی ۔ یہاں تک کہ پھل ٹوٹ کے کلیجہ میں رہ گیا ۔ اور نیزہ ٹوٹ کے باہر نکل آیا ۔ سوچو ۔ سوچو کتنی دیر بار بار نیزہ کھینچا ہوگا اور نہیں نکلا ہوگا ۔ کیا اذیت ہوئی ہوگی ۔ کیا زحمت ہوئی ہوگی ۔ کیا تکلیف ہوئی ہوگی ۔

کیسے صابر کے بیٹے نے صبر کیا ہوگا ۔ لیکن جب نیزہ ٹوٹ کے نکلا ۔ اکبرؑ سمجھ گئے اب میں گھوڑے پر نہیں سنبھل سکتا ۔ اپنے کو گرا دیا گھوڑے کی گردن پر اور گھوڑے کو موڑ دیا ارے مجھے بابا تک پہنچا دے بابا کو نہ آنا پڑے ۔

ظالموں نے تلواریں مارنا شروع کیں ۔ یہاں تک کہ اکبرؑ کے

ہاتھ چھوٹ گئے زمین پر گرے۔ گھوڑا کھڑا ہوگیا۔ حسینؑ کو آواز دی بابا۔ آخری سلام۔ حسینؑ چلے۔ یا علیؑ یا علیؑ آواز دے رہے ہیں اکبرؑ میں آرہا ہوں۔ اکبرؑ میں آرہا ہوں۔ حسینؑ آئے۔ اکبرؑ سے لپٹ گئے اکبرؑ نے دم توڑ دیا۔ اکبرؑ جنت میں پہنچ گئے۔ اکبرؑ جامِ کوثر سے سیراب ہوگئے۔ دشمنوں کا مجمع ہے جوان کی میت ہے۔ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے باپ نے ہمت کی لاش اٹھانے کی کبھی باپ نے حسینؑ کے باپ نے درِ خیبر اٹھایا تھا آج علیؑ کا لال اکبرؑ کی لاش اٹھا رہا ہے۔ لاش اٹھا لیتے مگر لاش ٹکڑے ٹکڑے تھی جدھر سے اٹھاتے ہیں دوسرا حصہ نہیں سنبھلتا۔

بس آخری فقرہ سنئے۔ اپنے لال کو پھر زمین پر لٹا دیا۔ خیمہ کے دروازہ کی طرف رخ کیا بنی ہاشم کے بچو آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ حسینؑ کی مدد کرو اکبرؑ کی لاش کو سہارا دو۔ جو بچے بھوکے پیاسے گرتے پڑتے آسکتے تھے آئے۔ کسی نے سر پکڑا کسی نے پیر پکڑے۔ حسینؑ لاش لے کے چلے۔ جوان کا لاشہ پہنچا خیمہ کا پردہ الٹ کے سب سے پہلے زینبؑ نکلیں۔ اپنے کو گرا دیا ارے میری اٹھارہ سال کی محنت۔ میں تجھے خون میں ڈوبا ہوا کیسے دیکھوں۔

سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

دسویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَاَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ صلواۃ

میں نے روزانہ آپ کے سامنے قرآن مجید کے ایک مکمل اور مفصل اور واضح بیان کو پیش کیا ہے ۔ کہ جو لوگ دین کے پابند ہوں گے متقی اور پرہیزگار ہوں گے ۔ غیب پر ایمان لانے والے وں گے ۔ خود بھی نمازی ہوں گے ۔ اور نماز کو قائم کرنے والے بھی ہوں گے ۔ جو خدا ان کو روزی دے گا اس میں سے کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کریں گے ۔ وہ ایمان لائیں گے ۔ ان ساری باتوں پر ایمان لائیں گے ۔ جو آخری نبی حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ سے پہلے جتنے نبی آئے ہیں ان پر بھی جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائیں گے

اور آخرت پر پورا پورا یقین رکھتے ہوں گے۔ ان ساری صفتوں کے بیان کرنے کے بعد خدا کہتا ہے۔

بس یہی لوگ جن میں یہ صفتیں پائی جائیں گی۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پانے والے بھی ہیں اور یہی آخرت میں مرنے کے بعد والی زندگی میں نجات پانے والے بھی ہیں۔

میں آج جب آپ کے سامنے اپنے بیان کے سلسلہ کو مکمل کر رہا ہوں۔ تو اپنی دسوں دن کی محنت اور خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں اور اس کے علاوہ بھی اگر آپ قرآن مجید پڑھیں گے۔ تو قرآن مجید کے درجنوں مقامات پر یہ بات بالکل صاف اور واضح کر دی گئی ہے کہ ہدایت اور نجات صرف اسی کو حاصل ہوگی جو ایمان بھی رکھتا ہوگا اور جو دین کا پابند بھی ہوگا۔ وہ ہرگز نجات نہیں پا سکتا وہ ہرگز جنت نہیں پا سکتا وہ ہرگز اپنے کو نہیں بخشوا سکتا اس کو ہرگز شفاعت حاصل نہیں ہو سکتی جس کے ایمان میں کہیں بھی ذرا بھی کوئی کمی ہے۔ خدا پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ نبیوں پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ بارہ کے بارہ اماموں پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ آخرت اور قیامت پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ اور مختصر یہی ہے جو بھی میں نے آپ کو سنایا کہ جو کچھ حضور سرور کائناتؐ پر اور آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوا ہے ساری باتوں پر ایمان لانا ہوگا۔ اگر ان میں سے کسی ایک جگہ بھی

کسی نے ایمان لانے میں ذرا غلطی کی تو وہ شفاعت سے نجات سے عاقبت سے جنت سے بالکل محروم رہے گا۔

آج بطفیل محمد اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم کو اور آپ کو جو دولت ایمان حاصل ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کل میدان محشر میں ہوگا۔ جب اللہ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا کہ جو ایمان سے محروم ہے وہ جنت سے محروم ہے اور جو ایمان رکھتا ہے وہی جنت پا سکتا ہے۔ لیکن بات ابھی نامکمل ہے۔ بات ادھوری ہے ایمان بالکل لازم ہے۔ ایمان کے بغیر کچھ ممکن نہیں ہے۔ لیکن ایمان واجب لازم اور ضروری ہونے کے بعد قرآن مجید کے صاف صاف صریح بیان کی روشنی میں کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کے بعد عمل بھی چاہئے۔ تقویٰ بھی چاہئے۔ دین کی پابندی بھی چاہئے۔ میں نے آپ کے سامنے جو چیزیں مسلسل بیان کی ہیں۔ جو ترجمہ روزانہ قرآن مجید کی آیتوں کا کیا ہے وہ اس بات کا گواہ ہے کہ ایمان بھی چاہئے۔ دین کی پابندی بھی چاہئے۔ ایمان بھی چاہئے تقویٰ بھی چاہئے۔ ایمان بھی چاہئے عمل صالح بھی چاہئے۔ قرآن مجید کے بارے میں ہم آپ سب جانتے ہیں کہ خود قرآن مجید اپنی بعض آیتوں کی خود تفصیل اور تشریح کیا کرتا ہے۔ تو میں اس محل اور موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کو یاد دلاؤں کہ اٹھارھویں پارہ میں۔ اٹھارھویں پارہ کی وہ آیتیں کہ جن سے اٹھارھواں پارہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا

پہلا فقرہ ہے۔
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ نجات پائیں گے۔ کون لوگ نجات پائیں گے؟ ایمان لانے والے نجات پائیں گے میں ان آیتوں کو صرف اس لئے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جو میں آپ کے سامنے روزانہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں پڑھتا ہوں ان میں جو کچھ قرآن مجید نے کہا ہے وہی قرآن مجید کی ان آیتوں میں بھی ہے یہ اٹھارھویں پارہ کے شروع میں ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے فلاح، کامیابی، نجات صرف ان کے لئے ہے جو مومن ہیں۔ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ غیر مومن نجات نہیں پائے گا اس کو بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ اس کو کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ لیکن صرف ایمان لانے کے بعد کامیابی حاصل نہیں ہوگی قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ کن مومنین کو کامیابی حاصل ہوگی؟

اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ فِیۡ صَلٰوتِھِمۡ خَاشِعُوۡنَ۔ ان مومنین کو کامیابی حاصل ہوگی جو نماز پڑھتے ہوں گے اور نماز پڑھتے وقت ان کے دل و دماغ پر اللہ کا خوف طاری ہوگا۔ وہ خدا سے خوف رکھتے ہوئے نماز پڑھتے ہوں گے۔

تیسری صفت بیان کرتا ہے۔ کہ یہ لوگ وہ ہوں گے۔

عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ یہ ہر لغو اور بیہودہ بات سے منھ کو موڑ لینے والے ہوں گے۔ رخ کو پھیر لینے والے ہوں گے۔ اب بھی

اتنی ساری صفتوں کے بیان کرنے کے بعد آخر میں قرآن مجید پھر یہ کہتا ہے کہ یہ نجات پانے والے یہ بھلائی پانے والے۔ یہ فلاح پانے والے مومنین وہ ہوں گے جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ ذرا آپ قرآن مجید کا تسلسل دیکھیں ایمان پہلی شرط ہے۔ نماز کی پابندی دوسری شرط ہے۔ لغو باتوں سے منھ موڑ لینا تیسری شرط ہے۔ بدکاری سے بچنا چوتھی شرط ہے۔ امانتوں کو ادا کرنا و عدوں کو پورا کرنا یہ پانچویں اور چھٹی شرط ہے اور نماز کی حفاظت کرنا یہ آخری شرط ہے۔

ان ساری شرطوں کے بعد قرآن مجید کہتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو وارث ہوں گے، مالک ہوں گے، جو پائیں گے تو فردوس کو پائیں گے جنّت کو پائیں گے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں اپنے بیان کا ایک لفظ نہیں پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ آپ سب کو دعوت دینا چاہتا ہوں قرآن مجید پڑھئے پہلا صفحہ کھولئے سورۂ الحمد کے بعد سورۂ بقر پڑھئے اس میں آپ کو تفصیل ملتی ہے۔

ذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ یہ کتاب شک اور شبہ سے بالاتر ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ اس کی ہدایت کا فائدہ ان لوگوں کو پہنچے گا جو متقی اور پرہیزگار ہیں اور اس کے بعد وہ تذکرے ہیں جو میں آپ کے سامنے روز بیان کرتا ہوں۔

ان صفتوں کے بعد خدا کہتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اٹھارھواں پارہ کھولئے وہاں آیتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ نجات پانے والے کون ہیں فلاح پانے والے کون ہیں؟ نیکی پانے والے کون ہیں؟ کامیابی پانے والے وہ ہیں جو مومنین ہیں۔ غیر مومنین کے لئے کسی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لیکن خالی ایمان کافی نہیں ہے۔ شرائط بیان کر دیئے۔ اعمال بیان کر دیئے۔ نماز کا ذکر ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ بدکاری سے بچنے کا ذکر ہے۔ امانتوں کو اور وعدوں کو پورا کرنے کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد خبر دی جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنّت میں رہیں گے اور اس کے وارث بنیں گے۔ اس کے مالک بنیں گے۔

میں قرآن مجید کے کسی اور حصہ کو بھی پیش کر سکتا تھا۔ لیکن اب میں اپنے محترم مجمع سے توجہ کا طالب ہوتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے ان آیتوں کو اس لئے پڑھا ہے کہ میری تقریر جو لوگ سن رہے ہیں۔ میں جن سے خطاب کر رہا ہوں یہ سب کے سب وہ ہیں جو بحمدللہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام سے محبّت رکھنے والے ہیں اور اس علیؑ سے محبت رکھتے ہیں جس کی محبّت پر ہم کو ناز بھی ہے۔ جس کی محبّت ہمارا افتخار بھی ہے۔ جس کی محبّت ہمارا غرور بھی ہے۔ جس کی محبّت ہمارا ایمان بھی ہے جس کی محبّت ہماری جان اور روح بھی ہے۔ جس کی محبّت پر ہم پیدا

ہونا چاہتے ہیں جس کی محبت پر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں جس کی محبت پر ہم مرنا چاہتے ہیں۔جس کی محبت پر ہم اپنے خاندانوں کو دنیا میں چھوڑکر جانا چاہتے ہیں۔جس کی محبت پر پیدا ہونے والی نسلوں کے سلسلہ کو ہم جاری کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے مولائے کائناتؑ کا تذکرہ اس لئے کرنا چاہا ہے کہ جو بھی تاریخ سے باخبر ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک دن وہ دن تھا جس دن فاطمہؑ بنت اسد یعنی مولائے کائناتؑ کی مادر گرامی خانۂ کعبہ کے پاس آئی تھیں۔کیسے آئی تھیں۔ ساری دنیا آتی ہے دروازہ کی طرف۔اور فاطمہؑ بنت اسد آئی تھیں خانۂ کعبہ کے دروازہ کے بالکل پشت کی دیوار کی طرف اور پشت کی دیوار کے اس حصہ پر آئی تھیں جو بالکل دروازہ کے پیچھے تھا۔

یعنی آپ خانۂ کعبہ کا تصور کریں۔جس دیوار میں دروازہ ہے اس کی پچھلی دیوار میں جو دروازہ کے بالکل سیدھ میں ہے۔ جہاں پر آکے فاطمہ بنتؑ اسد کھڑی ہوئی تھیں اور انھوں نے اپنے پیٹ کو خانۂ کعبہ کی دیوار سے لگا کے پروردگار عالم سے دعا کی تھی پالنے والے جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کے پیدا ہونے میں آسانی پیدا کردے۔

میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔حج کرنے والے حج کا تذکرہ کرنے والے جو روز تذکرہ کرتے ہیں کہ حج میں وہ چیزیں

دہرائی جاتی ہیں جو جناب ہاجرہ نے کی تھیں ۔صفا ومروہ کے درمیان حاجی دوڑتا ہے اس لئے کہ صفا ومروہ کے درمیان جناب ہاجرہ جناب اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں ۔

لیکن جنھوں نے حج کیا ہے جنھوں نے احکام حج پڑھے ہیں انھوں نے یہ بھی پڑھا ہوگا انھوں نے یہ بھی جانا ہوگا کہ حاجی کیلئے بہترین مستحبات میں سے ایک مستحب یہ ہے کہ جس جگہ پر کل آکے علیؑ کی ماں نے اپنے سینہ اور پیٹ کو دیوار سے ملایا تھا ۔ وہاں پر ہر حاجی جائے اور اسی طرح سے خانۂ کعبہ کی دیوار سے اپنے کو چپکاں کرے ۔

یعنی جہاں اس کی ماں کی یادگار کو باقی رکھنا ہے جس کا نام اسماعیلؑ تھا تو اس کی ماں کی یادگار کو بھی باقی رکھنا ہے جس کا نام علیؑ بن ابی طالب تھا ۔ صلواۃ

نہ جاننے والے اور نہ جاننے والے واقف نہیں ہیں مگر میں نے الحمد للہ تین مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت کی ہے میں اپنی آنکھوں دیکھی بات آپ کو بتاتا ہوں جہاں پر فاطمہؑ بنت اسد کل جا کے کھڑی ہوئی تھیں اپنے جسم مبارک کو خانہ کعبہ کی دیوار سے مَس کر کے کہا تھا کہ پالنے والے میں یہ چاہتی ہوں کہ اس بچے کی ولادت میں آسانی ہو جائے اور اس دعا کے بعد خانۂ کعبہ کی دیوار کے حصہ میں در بن گیا تھا اور فاطمہؑ بنت اسد اندر چلی گئی تھیں پھر دیوار برابر ہو گئی تھی ۔

تیسرے دن کے بعد جب نکلنا چاہا ہے تو پھر اسی دیوار میں

اسی جگہ پر در بنا ہے اور نکل آنے کے بعد پھر وہ دَرْ بند ہوگیا اور دیوار بند ہوئی ہے۔

میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا یہ خانۂ کعبہ کی پشت کی دیوار ہے جو تصویر دیکھنے والے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔ خانۂ کعبہ کی لمبائی زیادہ ہے چوڑائی کم ہے۔ تو سامنے کی دیوار لمبی ہے جس پر دروازہ لگا ہے پچھلی دیوار بھی لمبی ہے جس میں خانۂ کعبہ کے دروازہ کے مقابل دروازہ کی جگہ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے جناب فاطمہ بنت اسد خانۂ کعبہ میں داخل ہوئی تھیں۔ سننے والے سنیں۔ اور میری بات کی تصدیق کریں ان سے تصدیق کریں جو حج کرنے گئے ہیں۔ اگر ان کو دیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔

ناسمجھ حاجی جب اس کونے پر پہنچتے ہیں جہاں پر یہ دیوار آکے ختم ہوتی ہے۔ تو وہ کونہ ان کو دکھائی دیتا ہے جس میں شگاف ہے اور اس میں پیلا پیلا سیسہ پلایا گیا ہے مگر شگاف باقی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں یہ یادگار ہے مولائے کائناتؑ کی ولادت کی۔ نہیں وہ جگہ ہے ہی نہیں لہٰذا یادگار کا سوال نہیں پیدا ہوتا ہے۔ یادگار جو باقی ہے۔ وہ میں نے دیکھی ہے۔ جانے والوں سے کہتا ہوں جا کے دیکھیں۔ اور آکے تصدیق کر کے بتائیں۔ کب نظر آتا ہے۔ جب تک خانۂ کعبہ کے پردے پڑے رہتے ہیں۔ یہ منظر نہیں دکھائی دیتا ہے۔

میں نہیں کہتا ہوں ۔میں نہیں جانتا ہوں کہ جنھوں نے خانۂ کعبہ پر پردہ ڈالا تھا انھوں نے احترام میں پردہ ڈالا تھا یا علیؑ کی فضیلت کو چھپانے کے لئے پردہ ڈالا تھا ۔لیکن ساری دنیا میں ۔بدعت کا شور کرنے والا حاجی جب خانۂ کعبہ کے پاس پہنچتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے پرانا پردہ اتارا جانے والا ہے اور نیا پردہ چڑھایا جانے والا ہے تو حاجی ایک ایک کے کوشش کرتے ہیں کہ پرانے پردے میں سے ایک تاگا ہی مل جائے ۔ایک دھجی ہی مل جائے یہ مسئلہ الگ ہے کہ خانۂ کعبہ کے پردے کے نوچنے کا تبرکاً ہی سہی جواز ہے یا نہیں ہے یہ مسئلہ بعد میں سامنے آئے گا ۔

لیکن میں سارے عالم اسلام سے پوچھنا چاہتا ہوں تم خانۂ کعبہ کے پردہ کو کیوں نوچ رہے ہو اس کے دھاگے کیوں نکال رہے ہو اس کی دھجیاں کیوں نکال رہے ہو وہ کہیں گے اسے ہم لیجائیں گے اس سے برکت پیدا ہوگی ۔

تو ذرا سوچئے وہ پردہ جو خانۂ کعبہ سے مل جائے اگر وہ بابرکت ہے تو پھر جو خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوا ہے ۔مولائے کائنات علیؑ بن ابی طالب اس کی ذات گرامی اس پر ایمان لانا اس پر محبت رکھنا اس کی اولاد کو اپنا ہادی ماننا کتنا بابرکت ہوگا ۔ صلواۃ

انتظام کرنے والوں کی نگاہوں میں عقیدت کوئی چیز نہیں ہوتی ہے ۔ان کی نگاہوں میں تو مالیت سب سے بڑی چیز ہوتی ہے ۔

اس فقرہ کا مطلب ابھی آپ نہیں سمجھیں گے جب تک کہ میں آپ کو اگلی بات نہیں بتاؤں گا کہ جب خانۂ کعبہ کا پرانا پردہ اتار لیا جاتا ہے اور نیا پردہ چڑھا دیا جاتا ہے۔

توحاجیوں کی دست آورد سے بچانے کے لئے خانۂ کعبہ کے پردہ کو اوپر اتنا کھینچ لیا جاتا ہے۔ جہاں تک اچک کے حاجی پہنچ سکتا ہے اس سے اونچا ہو جاتا ہے پردہ۔ تاکہ یہ نیا پردہ نوچا نہ جاسکے میں نہیں جانتا کہ اس قدرت کاملہ رکھنے والے خدا کی قدرت میں کیسی کیسی چیزیں سامنے آتی ہیں۔

یعنی جن ہاتھوں سے پردہ ڈالا جاتا ہے وہی ہاتھ مجبور ہوتے ہیں پردہ کے اٹھا لینے کے لئے اور اب آپ پوری توجہ کے ساتھ سنیں پوری ذمہ داری کے ساتھ میں سناتا ہوں۔ کہ ٹھیک وہ جگہ جہاں کل فاطمہؑ بنت اسد مادر مولائے کائنات امیرالمومنینؑ داخل ہوئی تھیں آج وہ جگہ کیسی ہے توجہ فرمائیے۔ وہاں کوئی شگاف نہیں ہے، کوئی درار نہیں ہے لیکن کیا ہے اسے سن لیجئے۔

اگر آپ سننا چاہتے ہیں تو میں پہلے آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ پہلے ایسے مکانوں کا تصور کیجئے جہاں کبھی پہلے دروازہ لگا ہو اور دروازہ نکال کے اس جگہ کو بند کر دیا جائے۔ ایسے بہت سے آپ کو گھر مل جائیں گے۔ جہاں دروازے لگے ہوتے ہیں اور پھر دروازے نکال لئے جاتے ہیں اور وہ جگہ چن دی جاتی ہے برابر کر دی جاتی ہے۔

تو فرق کیا ہوتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ جب مکان بنتا ہے تو دروازہ لگایا جاتا ہے اس کے حساب سے ردّے پر ردّے رکھے جاتے ہیں اینٹوں پر اینٹیں رکھی جاتی ہیں۔ پتھر پر پتھر رکھے جاتے ہیں اور ایک ہی حساب میں پوری عمارت میں پتھر کی لائن ہوتی ہے ردّے ہوتے ہیں لیکن جب وہ جگہ چنی جاتی ہے تو پھر فرق ہوجاتا ہے۔ ہر آدمی اگر بغیر پلاسٹر کے چنائی کو دیکھے گا تو وہ پہچان لے گا اصل دیوار کی چنائی کا انداز اور ہے۔ اور جو در بند کیا گیا ہے اس کی چنائی کا انداز اور ہے۔

بس ہماری پیشانیاں جھک جانا چاہئیں سجدہ شکر میں اس معبود کے سامنے کہ علیؑ کی ولادت کے بعد پتہ نہیں کتنی مرتبہ خانۂ کعبہ بن چکا ہے۔ لیکن آج بھی خانۂ کعبہ اس طرح بنا ہوا ہے کہ جہاں سے فاطمہؑ بنت اسد ہماری شہزادی ہماری ملکۂ امامت داخل ہوئی تھیں آج بھی وہ جگہ ایسی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ تھا اور بند کر دیا گیا ہے۔ وہاں کے ردّے دوسرے ردوں سے وہاں کے پتھروں کی ترتیب دوسرے پتھروں سے الگ ہو جاتی ہے۔ یعنی قدرت نے علیؑ کے داخلہ کے نشان کو آج تک باقی رکھا ہے پردہ ڈالنے والے پردہ ڈالتے بھی ہیں اور بائیت بچانے کے لئے اٹھا بھی لیتے ہیں اور جب وہ اٹھاتے ہیں تو مولا علیؑ کی زندہ فضیلت پر سے پردہ اٹھتا ہے۔ صلواۃ

توجہ چاہتا ہوں۔ وہ وقت اور تھا جب فاطمہؑ بنت اسد گئی تھیں اور وہ وقت اور تھا جب فاطمہ بنتؑ اسد باہر آرہی تھیں۔ تو صرف ہم اثنا عشریوں ہی کی کتابوں میں نہیں لکھا ہے بلکہ جو علماء غیر اثنا عشری ہیں

انھوں نے بھی لکھا ہے کہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب آپ کی مادر گرامی لے کے نکلیں تو حضورؐ ر علیؑ سے ملنے تشریف لے گئے ناواقف دنیا کیا سمجھے گی۔ ناواقف دنیا یہی سمجھے گی کہ ایک بڑا بھائی اپنے ایک چھوٹے چچا زاد بھائی کی پیدائش کی خبر سن کے ملنے آیا ہے۔ لیکن واقف کار دنیا جانتی ہے۔ یہ رسالتؐ ہے جو پئے استقبال امامت آرہی ہے۔

میں آپ کے سامنے ایک جملہ دہرادوں بیجا نہ ہوگا۔ جب پہلا امامؑ دنیا میں آیا۔ تب بھی رسالت نے استقبال کیا اور جب آخری امامؑ ظہور کرے گا تب بھی آسمان سے رسالت ہی اترے گی استقبال کیلئے، ان کا اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے، اوسط بھی وہی ہے کل کے کل وہی ہیں۔ صلواۃ

حضورؐ کے ہاتھوں پر علیؑ آگئے ماں نے دیدیا بھائی نے لے لیا دنیا یہی سمجھی۔ اور میں آج واقعات پڑھ کے یہ سمجھا کہ قرآن ناطق کا پہلا پارہ نبوت کے ہاتھوں کو رحل سمجھ کے آیا۔ یہ تو آپ نے روز سنا ہے اور روز سننے کی چیز بھی ہے۔ کہ ماں نے کہا بیٹا یہ بیٹا کس سے کہہ رہی ہیں اس بھتیجے سے کہہ رہی ہیں جس کو ماں بن کے پالا ہے۔

اور بات زبان پر آگئی ہے تو میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں جو سنا رہا تھا وہ سناؤں گا لیکن درمیان میں جو بات آگئی ہے وہ سن لیجئے۔

جناب فاطمہؑ بنت اسد حضور سرورکائنات جناب محمد مصطفی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ میں چچی ہیں ماں نہیں ہیں۔ مگر اسے بھی آپ سنیں کہ جب چچا کی کفالت میں آئے نبیؐ؟ تو چچی نے پالا اور نبیؐ نے ساری زندگی کبھی زبان سے چچی کو چچی نہیں کہا۔

تیار ہوئیے فضیلت کے استقبال کے لئے تو سناؤں ساری زندگی پیغمبرؐ فاطمہؑ بنت اسد کو ماں کہتے تھے ماں۔ یہاں تک کہ میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ جب جناب فاطمہؑ بنت اسد نے وفات فرمائی۔ انتقال فرمایا اور مولائے کائناتؑ روتے ہوئے آئے اور آکے آپ نے پیغمبرؐ کو خبر دی کہ حضورؐ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو پیغمبرؐ بھی روئے اور پیغمبرؐ نے کہا علیؑ یہ نہ کہو کہ تمھاری ماں نے انتقال کیا۔ بلکہ یہ کہو کہ میری ماں نے انتقال کیا۔

ایک سکنڈ رک جائیے تو میں آپ کے سامنے ایک بات کہوں۔ فاطمہؑ بنت اسد پیغمبرؐ کی ماں نہیں ہیں۔ آپ کی ماں کون ہیں جناب آمنہؑ۔ مگر پیغمبرؐ نے ساری زندگی ان کو کیا کہا؟ ماں کہا یہاں تک کہ جب انتقال ہوا تب بھی کہا علیؑ یہ نہ کہو کہ تمھاری ماں نے انتقال کیا۔ یہ کہو کہ میری ماں نے انتقال کیا۔ اور اب میں رکتا ہوں اپنے سمجھدار مجمع کو سوچنے کا موقع دیتا ہوں کہ آج اسلام کی تاریخ میں سارے مسلمانوں کی نگاہوں میں سب سے باعظمت اگر عورتیں ہیں تو وہ عورتیں ہیں جو نبی کی بیویاں تھیں۔ جن کا قرآن مجید نے یہ احترام سکھایا ہے اور اسی احترام پر ساری امت مسلمہ عمل کر رہی ہے کہ یہ نبیؐ کی بیویاں کسی مومن کی ماں نہیں ہیں ہر مومن

کی ماں الگ الگ ہے لیکن سارے مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ یہ تمہاری ماں نہیں ہیں مگر ان کا احترام یہ ہے کہ تم ان کو ام المومنین کہو۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے میرا محترم مجمع اس منزل کو پہچان لے تب میں دنیا کے سامنے فاطمہؑ بنت اسد کی فضیلت کے سورج کو دکھاؤں اور پیش کروں۔

یعنی نبیؐ کی بیویوں کی منزل یہ ہے کہ وہ مومنین کی ماں نہیں ہیں مگر ان کا احترام یہ کرایا گیا کہ ان کو مومنین کی ماں کہو۔

بس یاد رکھئے گا جو ماں نہیں ہے مگر مومن جس کو ماں کہتا ہے وہ ام المومنین ہیں اور جو ماں نہیں ہیں جسے حضورؐ ماں کہتے ہیں وہ فاطمہؑ بنت اسد ہیں اگر نہیں پہچانا آپ نے اس فضیلت کو تو فقرہ سنئے۔

امت جسے ماں کہے وہ نبیؐ کی بیویاں ہیں اور رسولؐ وختم رسالت جسے ماں کہے وہ فاطمہؑ بنت اسد ہے۔ امت و نبوت میں جتنا فرق و فاصلہ ہے دوسری عورتوں میں اور جناب فاطمہؑ بنت اسد میں وہی فرق اور فاصلہ ہے۔ صلواۃ

یہ تو درمیان میں ذکر فضیلت نکل آیا میں آپ کے سامنے گزارش یہ کر رہا تھا کہ جب نکلیں جناب فاطمہؑ بنت اسد خانۂ کعبہ سے باہر نکلیں تو کہا، رسول سے کہا، کیا کہا؟

بچّے نے ابھی تک آنکھ نہیں کھولی ہے کہا میرے ہاتھوں پر دیدیجئے تو جیسے ہی نبیؐ کے ہاتھوں پر علیؑ آئے یہ تاریخ کا فیصلہ ہے۔ کتابیں جو مولا علیؑ کے فضائل میں ہیں ان میں آپ کو لکھا ہوا ملے گا کہ

مولا علیؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آنے کے بعد آنکھ کھولی۔ نبی نے علیؑ کو دیکھا۔ علیؑ نے نبیؐ کو دیکھا۔ اور اس کے بعد مولاؑ نے کہا اگر اجازت ہو تو کچھ پڑھوں۔

وہ سارے لوگ جواب تک اس روایت کو نہیں سمجھ سکے ہیں کہ جبریل امین پیغمبرؐ سے کہتے ہیں کہ پڑھو تو پیغمبرؐ کہتے ہیں کیا پڑھوں اور اس کا مطلب سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ نبیؐ ان پڑھ تھے لیکن ابھی وہ وقت آیا نہیں ابھی تو علیؑ نبیؐ کے ہاتھوں پر آئے ہیں۔ اور آنے کے بعد پوچھا نبیؐ سے پوچھا کیا پڑھوں۔

بس پہچانئے علیؑ کے اس فقرہ نے دنیا پر واضح کر دیا کہ یہ وہ ہیں جن کو میں سنا رہا ہوں۔ لہذا ان کے بارے میں وہ جاہل ہیں۔ جو معیار نبوت کو جاننے والے نہیں ہیں جو نبیؐ کو ان پڑھ سمجھتے ہیں معاذ اللہ جو بے پڑھا لکھا سمجھتے ہیں تو مجھے جو سنانا تھا اپنے موضوع سے متعلق جس حصہ تک آپ کو لانا تھا وہ یہ کہ مولائے کائناتؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آنے کے بعد جناب داؤدؑ پر نازل ہونے والا زبور بھی پڑھا۔ جناب موسیٰؑ پر نازل ہونیوالی توریت بھی پڑھی۔ جناب عیسیٰؑ پر نازل ہونے والی انجیل بھی پڑھی۔ اور سارے عالم اسلام کو سائنس روک کر یہ بات سننا چاہئے کہ ابھی دنیا قرآن کے لفظ سے باخبر نہیں ہے۔ علیؑ پیدا ہوئے ہیں نبی کی عمر تیس ۳۰ سال ہے جب علیؑ دس سال کے ہوں گے نبیؐ کی عمر چالیس ۴۰ سال کی ہو گی تب نبیؐ اعلان نبوت کریں گے

تب دنیا لفظ قرآن سے باخبر ہوگی۔ ابھی زمانہ میں قرآن کے لفظ کا ذکر نہیں ہے مگر زمانہ لفظ قرآن سے بے خبر تھا تو نبوت کے ہاتھوں پر امام اولؑ قرآن مجید کی آیتیں پڑھ رہے تھے میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں جو ذہنوں میں سوال پیدا ہوگا اسے حل کردوں گا۔

لیکن پہلے میں اپنے مجمع کو یہ تو سنا دوں کہ توریت میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم، زبور میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم، انجیل میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم لیکن قرآن میں سے کیا پڑھا وہ آج بھی کتابوں میں لکھا ہے۔ علیؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آکے اٹھارھویں پارہ کی یہی آیتیں پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ علیؑ نبیؐ کے ہاتھوں پر پڑھ رہے ہیں۔ نجات پائیں گے، بھلائی پائیں گے نیکی پائیں گے وہ لوگ پائیں گے جو ایمان لائیں گے اور وہ فقط ایمان لانے والے نہیں ہوں گے بلکہ نماز پڑھتے ہوں گے اور خالی نمازی نہیں ہوں گے حالت نماز میں خدا سے خوف زدہ رہتے ہوں گے خدا کے خوف کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ برائیوں سے ساری بیہودہ بیکار باتوں سے اپنے چہرہ کو اپنی زندگی کو موڑے رکھتے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو زکوٰۃ کے ادا کرنیوالے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو پوری زندگی اپنے کو بدکاری سے

تب دنیا لفظ قرآن سے باخبر ہوگی۔ ابھی زمانہ میں قرآن کے لفظ کا ذکر نہیں ہے مگر زمانہ لفظ قرآن سے بے خبر تھا تو نبوت کے ہاتھوں پر امام اولؑ قرآن مجید کی آیتیں پڑھ رہے تھے میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں جو ذہنوں میں سوال پیدا ہوگا اسے حل کردوں گا۔

لیکن پہلے میں اپنے مجمع کو یہ تو سنا دوں کہ توریت میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم، زبور میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم، انجیل میں سے کیا پڑھا مجھے نہیں معلوم لیکن قرآن میں سے کیا پڑھا وہ آج بھی کتابوں میں لکھا ہے۔ علیؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آکے اٹھارھویں پارہ کی یہی آیتیں پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ علیؑ نبیؐ کے ہاتھوں پر پڑھ رہے ہیں۔ نجات پائیں گے، بھلائی پائیں گے نیکی پائیں گے وہ لوگ پائیں گے جو ایمان لائیں گے اور وہ فقط ایمان لانے والے نہیں ہوں گے بلکہ نماز پڑھتے ہوں گے اور خالی نمازی نہیں ہوں گے حالت نماز میں خدا سے خوف زدہ رہتے ہوں گے خدا کے خوف کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ برائیوں سے ساری بیہودہ بیکار باتوں سے اپنے چہرہ کو اپنی زندگی کو موڑے رکھتے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو زکوٰۃ کے ادا کرنیوالے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو پوری زندگی اپنے کو بدکاری سے

بچانے والے ہوں گے۔ صرف جائز راستوں سے شادیاں کریں گے زندگی کو بدکاری سے بچاتے رہیں گے۔

یہ لوگ وہ ہوں گے جو امانتوں کے لئے اور کئے ہوئے عہد و پیمان کے لئے سب سے زیادہ اہتمام کریں گے۔ امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچائیں گے۔ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں گے۔ اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے۔ ان ساری آیتوں کے بعد کا فقرہ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو مالک ہوں گے فردوس کے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

میں آپ کے سامنے اس تذکرہ کو اس لئے پیش کرنا چاہتا تھا کہ دنیا نے اگر علیؑ کو پہچانا ہے اور چاہنے والوں نے علیؑ کو پہچانا ہے تو یاد رکھئے علیؑ اس عظیم المرتبت انسان کا نام ہے جو اپنی ایک فضیلت پر سو فضیلتوں پر ہزاروں فضیلتوں پر لاکھوں فضیلتوں پر کروروں فضیلتوں پر خوش نہیں ہوتے ہیں جب تک اپنے چاہنے والوں کو فضیلت میں شریک نہیں کر لیتے ہیں۔

یہاں کون ہے ایسا بیٹھنے والا جس کو حدیث کسا ریاد نہیں ہے۔ حدیث کساء کا خلاصہ یہی ہے کہ پروردگار عالم نے بیان کیا ہے۔ پہلے آسمان میں رہنے والی ساری مخلوق سے بیان کیا اور پھر جبریلؑ نے آکے چادر تطہیر میں داخل ہو کے بیان کیا چادر تطہیر کے کنارہ کھڑے ہو کے بیان کیا کیا بیان کیا؟ یہ بیان کیا کہ اللہ نے دنیا

میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ چاند، سورج، دریا، پہاڑ جو کچھ بھی پیدا کیا ہے صرف ان پنجتن کی محبت میں پیدا کیا ہے۔ جو چادر کے نیچے موجود ہیں۔

بس میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں آل محمدؐ کو اور حضورؐ کو کونسی فضیلت تھی جو نہیں مل گئی تھی۔ خدا نے اعلان کیا میں کچھ نہ پیدا کرتا جو پیدا کیا ان کے لئے پیدا کیا اور اس کے بعد جبرئیل امینؑ چادر تطہیر میں داخل ہوئے آیت سنائی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا میں نے تذکرہ کیا ہے کہ آیۂ تطہیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے میں قدرت کاملہ رکھنے والا خدا یہ ارادہ و اعلان کرتا ہوں کوئی کمی کوئی نجاست کوئی کمزوری کوئی بھول کوئی چوک دامن اہلبیتؑ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اور کوئی کمال دامن اہلبیتؑ کو چھوڑ کر نہیں جا سکے گا۔ آپ پہچانئے خدا نے یہ بھی بتا دیا کہ ساری کائنات ان کی محبت میں پیدا کی۔

خدا نے آیۂ تطہیر کو قرآن مجید میں اتار کے قیامت تک کے لئے کہہ دیا ہر نجاست ان سے دور ہے ہر گندگی ان سے دور ہے۔ ہر قسم کی کمی ان سے دور ہے۔ ہر قسم کی کمزوری ان سے دور ہے۔ ہر قسم کا نقصان ان سے دور ہے۔ ہر طرح کا کمال ہر طرح کی طہارت ان کے پاس موجود ہے۔

یعنی کوئی کمزوری ان کو چھو نہیں سکتی ہے اور کوئی کمال ان کو

چھوڑ کے جا نہیں سکتا ہے۔ بتائیے فضائل کو محمد و آل محمد علیہم السلام میں اللہ نے اپنی انتہا اور معراج پر پہنچا دیا تھا مگر میں اپنے سننے والے محترم مجمع سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہیں آپ نے پڑھا کہ ساری تفصیل کے بعد علیؑ خوش ہو گئے ہوں نہیں خوش ہوئے۔ جبرئیلؑ بیان کر کے چپ ہو گئے۔

میں آپ کو حدیث کسا ریاد دلا رہا ہوں جو سب کو یاد ہے۔ لیکن اس کے بعد مولا علیؑ مڑے حضورؐ سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔

فقرہ سنئے اور یاد رکھئے فرمایا، سوال کیا رسول اللہ کی خدمت میں گزارش کی عرض کیا۔ یَارَسُولَ اللہِ اَخْبِرْنِیْ مَالِجُلُوْسِنَا هٰذَا۔ چادر میں جمع ہونے کے بعد سارے فضائل نبیؐ واہلبیتؑ کے خدا بیان کر چکا ہے آیۂ تطہیر نازل کر چکا ہے، مگر علیؑ اب بھی پوچھتے ہیں آج جو ہم جمع ہوئے تو ہمیں کیا ملا اے میرے مولا دونوں ہاتھوں کو جوڑ کے پوچھنا چاہتا ہوں کیا باقی ہے جو نہیں ملا سب کچھ مل گیا اللہ نے کہا۔ کائنات پیدا کی ہے ان کے طفیل میں، ان کے وسیلہ میں، ان کی محبت میں، اور اللہ نے یہ بھی بیان کر دیا کوئی نقص ان کو چھو نہیں سکتا ہے اور کوئی کمال ان کو چھوڑ کے جا نہیں سکتا ہے۔ مولا اب کیا نہیں ہے۔ اب کیا نہیں ملا ہے جو پوچھ رہے ہیں مگر نبیؐ سے پوچھتے ہیں۔ میرے رسولؐ بیان تو کیجئے ہم جو پنجتن

یہاں جمع ہو گئے اور پنجتن نہیں جمع ہو گئے چودہ کے چودہ معصوم جمع ہو گئے پنجتن ظاہر ہیں اور نو امام صلب امام حسینؑ میں غائبانہ طور پر جمع ہیں۔ تو ہم سب کے سب جمع ہو گئے تو کیا ملا ہم کو۔ مولاؑ کیا نہیں ملا کہا ہمیں تو ملا ہے جو کچھ ملا ہے وہ ابھی ہمیں کو تو ملا ہے۔ ہمارے شیعوں کو کچھ نہیں ملا ہے۔

لہٰذا نبیؐ نے علیؑ کے سوال کا جواب دیا وہی جواب جو علیؑ چاہتے تھے قسم کھائی کیا قسم کھائی۔ جس خدا نے مجھے رسولؐ بنایا ہے جس خدا نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اس کی ذات کی قسم کھا کے میں اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی اس حدیث کساء کا زمین پر کہیں تذکرہ کیا جائے گا۔ جہاں ہمارے کچھ شیعہ کچھ لوگ جمع ہو کر اس حدیث کو سنیں گے جب تک وہ مجمع منتشر نہیں ہو جائے گا تب تک آسمان سے ملائکہ اتریں گے اور اتر کے ان شیعوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے میں چاہنے والوں کو سنانا چاہتا ہوں۔

اب میرے اور آپ کے مولاؑ کی زبان پر برجستہ مسرت کا فقرہ آیا ہے اِذاً وَاللّٰہِ فُزْنَا وَسُعِدْنَا وَکَذٰلِکَ شِیْعَتُنَا فَازُوْا وَسُعِدُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، اب ہم بھی کامیاب ہیں اب ہم بھی خوش نصیب ہیں اب ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہیں اب ہمارے شیعہ بھی خوش نصیب ہیں یعنی مولاؑ کو اپنے فضائل کے جاننے کے بعد ابھی تسلی نہیں ہوئی۔ پیاس نہیں بجھی۔ جب تک اپنے شیعوں کے لئے نہیں سن لیا پہلی دعا کیا

بتائی ۔ پہلی فضیلت کیا بتائی ۔ کہ ملائکہ اتریں گے اور شیعوں کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگیں گے ۔ اس فقرہ نے ہمیں بتایا کہ اگر ہمیں بھی کبھی دعا مانگنا ہو تو دنیا کی حاجتیں بعد میں مانگنا گناہوں کی مغفرت کی دعا پہلے مانگنا ۔ وہاں بھی آخرت ٹھیک ہو جائے یہ پہلا مرحلہ ہے۔ دنیا کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں گی اس کی طرف توجہ بعد میں کرنا اس کے بعد نبیؐ نے خود فرمایا ۔

سنو علیؑ جس نے مجھے نبیؐ بنایا ہے جس نے مجھے رسولؐ بنایا ہے ـــــــــــ اس خدا کی ذات کی قسم کھا کے اعلان کرتا ہوں جب کبھی اس حدیث کسار کا تذکرہ ہوگا تو اس مجمع میں جو موجود ہوگا اس کی جو حاجت ہوگی وہ پوری ہو جائے گی ۔ اس میں کوئی غمگین ہوگا تو اس کا غم دور ہو جائے گا ۔ اس کے اوپر کوئی فکر ہوگی تو وہ فکر حل ہو جائے گی ۔ دور ہو جائے گی ۔

علیؑ نے پھر کہا اِذاً وَّ اللّٰہِ فُزْنَا وَسُعِدْنَا وَکَذَالِکَ شِیْعَتُنَا فَازُوْا وَسُعِدُوا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔

ہم بھی خوش نصیب ہم بھی کامیاب ہمارے شیعہ بھی خوش نصیب ہمارے شیعہ بھی کامیاب ۔ معلوم یہ ہوا مولاؑ وہ چاہنے والے ہیں اپنے غلاموں کو جب تک اپنے غلاموں کو کامیاب نہیں دیکھ لیا ان کی مغفرت کا راستہ نہیں دیکھ لیا ان کی مغفرت کا راستہ نہیں دیکھ لیا ۔ ان کی حاجتوں کے پورے ہونے کا راستہ نہیں سنا لیا تب تک اپنی خوشی

کا اظہار نہیں کیا۔

بس اگر آپ نے علیؑ کے دل کو پہچانا ہے۔ علیؑ کے جذبات کو پہچانا ہے۔ ——————— تو اب مجھے سنانے میں بہت آسانی ہے۔ نبیؐ کے ہاتھوں پر آنے کے بعد علیؑ جب قرآن پڑھتے ہیں اپنا حال نہیں پڑھتے ہیں اپنے شیعوں کا حال پڑھتے ہیں۔ بلکہ میں آپ کے سامنے دوسرے لفظوں میں زمانہ کی زبان میں یہ کہوں گا امامت اپنا منشور بیان کر رہی ہے کہ ہمارے ماننے والوں کو کیسا ہونا چاہیئے ہم کن مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے دنیا میں آئے ہیں قد افلح المومنون نجات پائیں گے۔ فلاح و کامیابی پائیں گے صرف وہ جو ایمان لانے والے ہیں خدا پر ایمان لانے والے نبیوں پر ایمان لانے والے بارہ اماموںؑ پر ایمان لانے والے قرآن و قبلہ پر ایمان لانے والے شریعت پیغمبرؐ کی ایک ایک بات پر ایمان لانے والے انبیاء گزشتہ پر جو نازل ہوا اس پر ایمان لانے والے آخرت اور قیامت پر ایمان لانے والے یہ جو ایمان لانے والے ہیں وہ نجات پائیں گے جو غیر مومن ہے وہ نجات نہیں پائے گا۔ خدا کا نہ ماننے والا نجات نہیں پائے گا۔ خدا کو مانے گا نبیؐ کو نہیں مانے گا نجات نہیں پائے گا۔ نبیؐ اور خدا کو مانے گا علیؑ کو نہیں مانے گا نجات نہیں پائے گا۔ خدا و نبیؐ و علیؑ کو مانے گا حسنؑ کو نہیں مانے گا نجات نہیں پائے گا۔ جعفر صادقؑ تک سب کو مانے گا موسیٰ کاظمؑ کو نہیں مانے گا نجات نہیں پائے گا۔

موسیٰ کاظمؑ کو مان لے گا ۔ آخری امامؑ کی غیبت تک کو نہیں مانے گا نجات نہیں پائے گا ۔ جو سب کو مان لے گا وہ مومن ہوگا ۔ صلواۃ

لیکن وہیں سے سلسلہ شروع کر دیا ایمان لانے والو ! ایمان پر غرور نہ کر بیٹھنا ایمان کو حاصل کر کے منزل کو پالیا یہ سمجھ کے نہ بیٹھ جانا نہ دھوکا دینا نہ دھوکا کھانا آج کی رات میں اسی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ نہ ہمیں دھوکا کھانا ہے نہ ہمیں دھوکا دینا ہے ہم کو زندگی میں ہدایت چاہیئے مرنے کے بعد نجات چاہیئے ۔ امامت نے اپنا منشور بیان کیا ہے نبیؐ کے ہاتھوں پر آنے کے بعد علیؑ سنا رہے ہیں ۔ جو علیؑ سنا رہے ہیں یہ بات نبیؐ کی بھی ہے یہ بات علیؑ کی بھی ہے ۔

یعنی یہی منشور ہدایت ہے ۔ یہی منشور نبوت ہے یہی منشور امامت ہے کہا نجات پانے والے کون ۔ ایمان لانے والے' وہ ایمان لانے والے جو نماز پڑھیں خوف خدا کے ساتھ' جو ہر بیہودہ لغو' مہمل بات سے کنارہ کشی اختیار کریں جو زکوٰۃ یعنی واجبات کو ادا کریں ۔ جو اپنی پوری زندگی کو بدکاریوں سے بچائیں ۔ جو امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچائیں ۔ جو اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کریں ۔ یہ جنّت میں جائیں گے جنّت کے وارث بنیں گے ۔ جنّت کے مالک بن جائیں گے ۔ کس جنّت کے مالک بن جائینگے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ہمیشہ رہنے والی ہے ۔ علیؑ نے اعلان کر دیا

میرے چاہنے والو میری پیدائش کے پہلے دن میری زبان سے نکلے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ کو بھلانا نہیں۔ جو تمھارے لئے ساری زندگی آئینہ بن کے ہدایت کا سامان پورا کریں گے صلواۃ

ایمان بھی ضروری ہے دین کی پوری پوری پابندی بھی ضروری ہے کبھی دھوکے میں نہ آیئے ایمان کافی ہے۔ کبھی کسی کے دھوکے میں نہ آیئے کہ ایمان کے بغیر عمل کافی ہے۔ نہیں وہ عمل منھ پر مار دیئے جائیں گے جو بغیر ایمان کے ہوں گے اور وہ ایمان ناکافی ہو جائے گا۔ نجات دلانے میں جس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا۔ کسی کے بیان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ بس بیان کی قیمت ہے تو خدا کے بیان کی قیمت ہے جو قرآن میں ہے اور علیؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آکے بیان کر دیا ہے یہ خدا کا بیان بھی ہے، یہ نبیؐ کا بیان بھی ہے، یہ امامؑ کا بیان بھی ہے۔ اس کے بعد کون شخص شبہ کرسکتا ہے۔ لیکن میں آگے بڑھ گیا اپنے مقصد کو مکمل کئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

آپ کے ذہنوں میں الجھن باقی رہ سکتی ہے۔ اس لئے میں بیان کو پھر آہستہ آہستہ واپس لاتا ہوں۔ اس منزل پر کہ ابھی قرآن دنیا کے سامنے آیا نہیں ہے۔ قرآن کے آنے میں دس سال باقی ہیں۔ تو جب ابھی قرآن آیا نہیں ہے۔ تو علیؑ نے نبیؐ کے ہاتھوں پر آکے قرآن سنا کیسے دیا ساری تاریخیں مل کے لکھتی ہیں کہ نبیؐ نے چالیس سال کی عمر میں یعنی آج کے دس سال بعد جب نبیؐ ہونے کا

اعلان کیا تو کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں تیئیس ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا قرآن اترا جو قرآن آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

ساری تاریخ میری زبان بند کرنا چاہتی ہے کہ تمہارا یہ بیان غلط ہے جو قرآن دس سال بعد اترنا شروع ہوگا اور تیئیس ۲۳ سال میں اتر کے مکمل ہوگا اسے آج علیؑ کیسے سنا دیں گے یہ روایت ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی ہے۔ ہر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے۔ لیکن ٹھہرو ٹھہرو کہنے والو۔ مجھے بھی قرآن مجید پڑھ لینے دو میں وہ سورہ یاد دلاؤں جو سب کو یاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ اللہ کہتا ہے ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل کیا۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نہیں جانتے ہو تم لوگ شب قدر کیا ہے۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ یہ رات ایک رات ہے مگر ہزار مہینوں پر بھاری ہے۔

میں ان سارے مسلمانوں سے کہوں گا۔ قرآن پڑھو اور یہ کہنا چھوڑ دو ——————— زمینیں سب برابر ہیں یہ کہنا چھوڑ دو زمانے سب برابر ہیں۔ نہیں! قرآن مجید نے بتایا شب قدر ایک رات ہے مگر ہزار مہینہ ہلکے ہیں اور ایک رات کا پلہ بھاری ہے۔

معلوم ہوا زمانہ میں سب برابر نہیں ہیں ساری زمینیں ایک طرح

نہیں ہیں اور تمہارے عقیدہ میں بات پکی ہے کہ خانۂ کعبہ ایک طرف ہے۔ تو جب سب زمینیں برابر نہیں ہیں۔ جب زمانے برابر نہیں ہیں تو سارے انسان کیسے برابر ہو جائیں گے۔ بشریت میں یکساں ہوں گے مگر نبیؐ نبی ہوں گے امام امام ہوگا، رسول رسول ہوگا، اولوالعزم اولوالعزم ہوگا اور خاتم النبین خاتم النبین ہوں گے جو محمد ہوں گے وہ نفس محمد ہوگا۔ صلواۃ

تو میں جلد آپ کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔ سوال کے جواب میں۔ قرآن مجید نے کیا کہا۔ قرآن مجید نے کہا ہے کہ یہ قرآن ایک رات میں اُترا ہے۔

اچھا میں آپ سے پوچھوں ایک بات۔ آج سے لے کر ساری زندگی جب کبھی تذکرہ ہو کہ میں نے آج کی رات مجلس خوجہ مسجد ممبئی میں پڑھی تو دنیا کیا کہے گی۔ آج کی رات ہی تو پڑھی۔ لیکن کیا میں نے شام سے لے کر صبح تک جو رات کے پورے اوقات ہیں اسمیں مجلس پڑھی۔ نہیں اگر میں پوری رات میں ایک گھنٹہ بھی مجلس پڑھتا ہوں تو یہی کہا جائے گا رات میں پڑھی۔ آدھا گھنٹہ پڑھوں تو یہی کہا جائے گا رات میں پڑھی۔ پانچ منٹ پڑھوں تو یہی کہا جائے گا رات میں پڑھی۔ رات سے یہ بھی دھوکا نہ ہو کہ پوری رات بھر قرآن اترتا رہا۔ یعنی قرآن جب اترا ہے تو وہ رات شب قدر تھی۔ یہ قرآن کا بیان ہے اب میں سب سے پوچھنا چاہتا ہوں تاریخ

کہتی ہے تیئیس ۲۳ سال میں اُترا ہے قرآن کہتا ہے ایک رات میں اُترا ہے اسے سچا کہوں کہ اسے سچا کہوں ہلکے ذہن والے کہہ دیں گے تاریخ جھوٹی ہے۔ قرآن سچا ہے۔

لیکن اگر تاریخ سچی ہے تو اس کو جھٹلانا بھی غلط بات ہے تاریخ کا بیان صحیح ہے ۲۳ سال میں قرآن اترا ہے۔ آپ کچھ سورے پڑھیں گے مکّی ہیں کچھ سورے پڑھیں گے مدنی ہیں۔

آپ تفصیلیں پڑھیں گے تو سوروں کا کچھ حصہ مدینہ میں نازل ہوا کچھ حصہ مکہ میں نازل ہو چکا تھا۔ آج تھوڑا مدینہ میں نازل ہو گیا کل میدان جہاد میں نازل ہو گیا تو یہ تاریخ صحیح ہے کہ ۲۳ سال میں اترا۔

بس ایک لفظ سن لیجئے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ایک وقت وہ تھا بالکل متوجہ ہو جائیے۔ ایک وقت وہ تھا جب قرآن کا دینے والا قرآن کو نبیؐ کو دے رہا تھا امامؑ کو دے رہا تھا۔ اول مخلوق نور پیغمبرؐ کو دے رہا تھا۔ تو جب خدا سے نور پیغمبرؐ کو قرآن ملا تھا وہ شب قدر تھی اور جب نبیؐ کے ذریعہ امت کو قرآن ملا ہے تو وہ ۲۳ سال میں ملا ہے تاریخ امت کے ملنے کا تذکرہ کر رہی ہے اور قرآن نبوت و امامت کو ملنے کا تذکرہ کر رہا ہے۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ یعنی قرآن شب قدر میں نبیؐ کو مل چکا تھا۔ نبیؐ کون اوّل مخلوق، اول مخلوق کون نور مجسم جس کے چودہ ٹکڑے ہیں۔ چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسّلام تو جب محمدؐ اور آل محمدؐ کو قرآن ملا تو شب قدر کے ایک لمحہ میں مل گیا۔

اور یہ قرآن جب امت کو ملا تو ۲۳ سال میں ملا - میں سمجھتا ہوں ذہن مطمئن ہو گئے ہوں گے - صلواۃ

اب میں آپ کے سامنے اپنے بیان کو پھر واپس لیجانا چاہتا ہوں کہ میں نے دس دن کیوں آپ کی خدمت کی ہے - میں نے دس دن آپ کی خدمت میں جو بھی محنت کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ہر انسان کے دماغ کو بیدار کرنا چاہتا ہوں - نہ دھوکے میں آنا ہے نہ دھوکے میں رکھنا ہے - نہ دھوکا کھانا ہے -

قرآن میں ساڑھے چھ ہزار آیتیں ہیں - اور ۳۰ ہزار کے لگ بھگ حدیثیں ہیں چودہ معصومین کی تو جس کو عمل کرنا ہے جس کو مسائل معلوم کرنا ہے اس کو پورے قرآن کا علم حاصل کرنا ہوگا - اس کو ساری حدیثوں کا علم حاصل کرنا ہوگا - پالنے والے تو نے بڑی مشکل میں ڈالدیا ہمیں نجات چاہیئے تو نے کہا ایمان کے بعد عمل ضروری ہے عمل ممکن نہیں ہے جانے بغیر علم کے حاصل کئے بغیر، اور علم حاصل کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے - ہم پورے قرآن کا علم نہیں حاصل کر سکتے ہم ساری حدیثوں کا علم نہیں حاصل کر سکتے کہا ہم نے اسی لئے تو تقسیم کر دیا ہے کام کو -

ہر زمانہ میں واجب ہے کچھ لوگ اٹھیں زندگی کے سارے کاموں کو چھوڑ کے آیات کا علم حاصل کریں پورے قرآن کا علم حاصل کریں تفسیر اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں علم حاصل

کریں۔ سارے معصومینؑ کی حدیثوں کا علم حاصل کریں۔ اتنی ان کی یادداشت ہو کہ سوتے سے جگا کے بھی ان سے پوچھا جائے کہ یہ جائز ہے حکم خدا میں یا ناجائز ہے یہ نجس ہے یا پاک ہے یہ حرام ہے یا گناہ ہے یا واجب ہے یا مکروہ ہے یا مستحب ہے تو ان کی یادداشت اتنی تازہ ہو چاہے ان کی عمر چوراسی سال کی ہو، پچاسی سال کی ہو مگر یادداشت اتنی تازہ ہو کہ ان کو اسی وقت یاد رہے کہ پورے قرآن میں کیا ہے ساری حدیثوں میں کیا ہے۔ اور وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ حکم خدا کیا ہے

بس جو اتنے علم قرآن اور علم حدیث کے رکھنے والے ہوتے ہیں جن کے پاس اتنی یادداشت ہوتی ہے۔ اور جن کا کیریکٹر اتنا ہوتا ہے کہ وہ زندگی میں نہ گناہ صغیرہ کرتے ہیں نہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں عادل ہوتے ہیں بس ایسے افراد فقیہ ہوتے ہیں۔

عزیزو! میں نے آپ کو فقیہ کی تعریف سمجھا دی ہے کہ جن کے پاس پورے قرآن کا علم چودہ معصومینؑ کی ساری حدیثوں کا علم ہو اور وہ اتنے ماہر ہوں کہ پورے قرآن اور ساری حدیثوں کی روشنی میں ہر مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے نہیں حکم خدا بتائیں تو بس جو ایسے ہوتے ہیں وہ فقیہ ہوتے ہیں۔ لیکن خالی فقیہ ہونا کافی نہیں ہے۔

میں نے کیریکٹر والی بات کہی تھی اس لئے مجھے گیارھویں امامؑ کی حدیث یاد آئی۔ امامؑ نے فرمایا مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ فقیہوں

میں سے جو فقیہ ایسا ہو کیسا ہو چار صفتیں بیان فرمائی ہیں حَافِظاً لِدِینِہٖ صَائِناً لِنَفْسِہٖ مُخَالِفاً لِھَوَاہُ وَمُطِیعاً لِاَمْرِ مَوْلَاہُ فقیہوں میں جو ایسا فقیہ ہو جو اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو۔ اپنے نفس کو بچانے والا ہو، اپنی خواہشوں سے لڑ جانے والا ہو، اپنے مولا کے ہر حکم کے سامنے جھک جانے والا ہو۔ جس فقیہ میں یہ صفتیں پائی جائیں۔

گیارھویں امامؑ نے کہا فَلِلْعَوَامِ اَنْ یُّقَلِّدُوْہُ جو فقیہ نہیں ہیں وہ عوام ہیں بس تقسیم ہے یا فقیہ بن جاؤ اگر فقیہ نہیں بن سکتے ہو تو عوام ہو فَلِلْعَوَامِ اَنْ یُّقَلِّدُوْہُ عوام کے لئے فریضہ ہے کہ وہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں۔ ان سے پوچھیں کیا واجب ہے کیا حرام ہے۔ تاکہ مسائل معلوم کریں اور مسائل کو معلوم کرنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں جب حاضر ہوں اور خدا پوچھے تم نے زکوٰۃ نکالی تھی۔ تم نے خمس نکالا تھا۔ تم نے نماز پڑھی تھی تم نے روزہ رکھا تھا، تم نے نجس پاک کو سمجھا تھا تم نے کس سے معلوم کیا تھا۔ اس دنیا میں بھی اگر ہم کوئی کاغذ پیش کریں تو اگر اس پر اتھارٹی کی لکھی ہوئی تصدیق نہیں ہے تو حکومت میں کاغذ نہیں مانا جاتا ہے جب خدا کی بارگاہ میں پوچھا جائیگا تم نے عمل کیا تھا کس سے پوچھ کے کیا تھا۔ کسی اتھارٹی سے پوچھا تھا یا نہیں پوچھا تھا مجھ تک تم آ نہیں سکتے تھے نبیؐ تمہارے زمانہ میں زندہ نہیں تھے۔ گیارہ امامؑ تمہارے سامنے موجود نہیں تھے۔ بارھویں امامؑ

پردۂ غیب میں تھے ۔ کس سے تم نے پوچھ کے عمل کیا ہے اتھاریٹی ہو تو بتاؤ۔ تو ہم بتائیں گے۔ گیارھویں امامؑ نے بتایا تھا کہ جو فقیہہ ہو اور ایسا فقیہہ ہو اس کی تقلید کرنا۔

لہٰذا ہم نے اپنے زمانہ میں ان فقہائے جو فقیہوں کو پہچان سکتے ہیں ان سے پوچھا تھا ان فقیہوں میں سب سے زیادہ کون زیادہ علم رکھنے والا اَعْلَمَ اور اَفْقَہہ ہے جس کے لئے انھوں نے گواہیاں دی تھیں ہم نے ان کی تقلید کی تھی ۔

بس میرے عزیزو! تقلید کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے تقلید کوئی ہماری مرضی کی چیز نہیں ہے تقلید کوئی کھلونا نہیں ہے ۔ ہم جب چاہیں خرید لائیں جب چاہیں توڑ دیں ۔ تقلید میں اپنی پسند کو کوئی دخل نہیں ہے ۔ جیسے ایمان میں کوئی دخل نہیں ہے ۔ جس خدا کو ماننا ہے اسی کو ماننا ہے جس نبیؐ کو ماننا ہے اسی کو ماننا ہے جس امامؑ کو ماننا ہے اسی کو ماننا ہے ۔ جس قرآن کو ماننا ہے اسی کو ماننا ہے جس نماز کو واجب کیا گیا ہے اسی نماز کو واجب سمجھنا ہے کوئی بڑی شخصیت بھی اگر رمضان میں کوئی نئی نماز ایجاد کر دے تو وہ بدعت ہے وہ نماز نہیں ہے ۔ نماز وہی نماز ہے جو خدا نے بتائی ہے نبیؐ نے بتائی ہے امامؑ نے بتائی ہے ۔ تو ویسے ہی انھوں نے حکم دیا ہے کہ تم کو مسائل نہیں معلوم ہیں تم نہیں معلوم کر سکتے ہو پورے قرآن میں کیا ہے تم نہیں معلوم کر سکتے ہو ساری حدیثوں میں کیا ہے

لہٰذا جنھوں نے ساری زندگیاں تج دی ہیں - اور فقیہ بنے ہیں ان کے کیرکٹر کو دیکھو اور فقیہوں سے ان کے بارے میں گواہی حاصل کرو - میری اور آپ کی گواہی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ کوئی آدمی جو اندھا ہے وہ چاند کی گواہی کیا دے سکتا ہے جو فقیہ کو پہچان نہیں سکتا وہ فقیہ کی گواہی کیا دے سکتا ہے - تو اگر ہم نے - میں اپنی بات کہتا ہوں دوسرے کے لئے نہیں کہتا ہوں -

اگر میں نے آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے خوئی دام ظلہ کی تقلید کی تو کیوں تقلید کی - ہمارے سامنے شہید باقر صدر جیسا فقیہ آیا جس نے بتایا کہ اس وقت اعلم یہ ہیں - اگر آج دنیا آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے خمینی دام ظلہ کی تقلید کر رہی ہے تو کیوں کر رہی ہے میری اور آپ کی رائے سے تقلید نہیں کر رہی ہے -

شہید مطہری جیسا عالم دین گواہی دیتا ہے - ————

———— تب ان کی تقلید کی جاتی ہے ایک فقیہ کو فقیہ پہچانتا ہے عادل کو عادل پہچانتا ہے اور ان کی رائے سے فقیہ طے ہوتا ہے - ان کی رائے سے اعلم طے ہوتا ہے -

بس میں اپنا بیان ختم کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے ختم کرتا ہوں کہ ایمان مکمل کرنا ہے کیسے مکمل کرنا ہے جو کچھ حضور لے کر آئے ہیں اور جو کچھ گزشتہ انبیاء پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لانا اور دین کے ہر واجب کو ادا کرنا - ہر گناہ سے اپنے آپ کو بچانا بس اس کے بعد

جب ایمان و عمل دونوں مکمل ہو جائیں گے تو نجات بھی ہمارے لئے ہے کامیابی بھی ہمارے لئے ہے۔ جنّت کے مالک بھی ہم بنیں گے۔

لیکن عزیزو! نوکری بڑی محنت سے ملتی ہے ڈگری بڑی محنت سے ملتی ہے۔ تجارت بڑی محنت سے ہوتی ہے بغیر محنت کے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ یہ کیسی غفلت ہے جنت بغیر محنت کے مل جائے گی۔ جنت بھی بغیر محنت کے نہیں ملے گی۔

جب اس دنیا میں کوئی چیز بغیر محنت کے نہیں ملتی ہے تو جنّت کیسے مل جائے گی آپ نہ آتے آج مجلس میں چادر تان کے گھر میں سوگئے ہوتے تو یہ مجلس آپ کو مل سکتی تھی؟ نہیں مل سکتی تھی۔ آپ کو جاگنا پڑا ہے اپنے کام چھوڑنا پڑے ہیں۔ پیسے خرچ کرنا پڑے ہیں۔ وقت خرچ کرنا پڑا ہے۔ تب آپ کو یہ مجلس ملی ہے تو اتنی محنت کے بعد اگر مجلس ملتی ہے تو جنّت بغیر محنت کے نہیں ملے گی۔ محنت پہچاننا ہے کربلا والوں سے پہچانو۔

کس محنت سے انھوں نے جنّت حاصل کی ہے کیا ان کے لئے مشکل تھا۔ معاذ اللہ معاذ اللہ یزید کی بیعت کے لئے تیار ہو جاتے تو پانی ان کو مل جاتا۔ لیکن انھوں نے کہا ہم پیاسے رہیں گے۔ لیکن ہمیں جنّت چاہیئے۔ ہم بھوکے رہیں گے مگر ہمیں جنّت چاہیئے۔ ہم دھوپ میں رہیں گے مگر ہمیں جنت چاہیئے۔ ہم بچوں کی لاشیں اٹھائیں گے مگر ہمیں جنّت چاہیئے۔ ہمارے سوکھے گلوں پر خنجر پھیرا جائے گا مگر

ہمیں جنّت چاہیئے، ہم ایمان کی حفاظت میں جانیں دیدیں گے مگر ہمیں جنّت چاہیئے۔ ہمارے مرجانے کے بعد ہماری عورتیں بیوہ ہوجائینگی مگر ہمیں جنت چاہیئے یہ بیوائیں اپنی شہزادی زینبؑ کے ساتھ لپٹ کے ان کی حفاظت کریں گی مگر ان کو جنّت چاہیئے۔ یہاں تک کہ جو کنیزیں ساتھ ساتھ جائیں گی وہ تازیانے کھانے کے لئے تیار رہیں گی مگر زینبؑ کے سامنے کھڑی ہو کر کے زینبؑ کے پردہ کو باقی رکھیں گی۔ کوڑے برداشت کریں گی کیوں کہ جنّت چاہیئے۔

بس میں ختم کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ جنّت آسانی سے نہیں ملتی ہے۔ جنّت کے لئے محنت چاہیئے۔ کربلا والوں نے محنت کی ہے۔ ہم کیا ویسی محنت کریں گے۔ اس کا ایک بٹا لاکھ حصّہ تو کم سے کم ہم محنت کریں تا کہ ہم اپنے گناہوں کی توبہ کر کے اپنی مغفرت کرا کے شفاعت حاصل کر کے جنت تک پہنچ سکیں۔ ہم کو سیدھے سیدھے جنّت نہیں ملے گی۔ ہم کو گناہوں سے توبہ کرنا ہوگی تب جنّت ملے گی نبیؐ اور اہلبیتؑ ہماری شفاعت کریں گے تب جنّت ملے گی۔ رحمان خدا ہم پر رحم کرے گا گناہوں کو معاف کرے گا تب ہم کو جنّت ملے گی اور کربلا والے وہ تھے جنھوں نے خالص محنت سے جنت حاصل کرلی تھی۔ یہ فقرہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ ہم کو بھی جنّت ملے گی وہ کتنی ٹھوکروں کے بعد ملے گی۔ کتنی ہم کو ٹھوکریں کھانا پڑیں گی سفارشیں ہوں گی تب ہم جنّت میں پہنچیں گے۔ اور کربلا والے وہ تھے جو جنّت

تک نہیں گئے مگر جنّت ان کا انتظار کر رہی تھی۔ آج ہم وارث جنّت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور کل کربلا میں جنّت کربلا والوں کا انتظار کر رہی تھی۔

میں سنانا چاہتا ہوں آج ہی کی رات کی بات ہے حسینؑ ایک خیمہ سے نکلے ہیں شاید بہن کے خیمہ سے نکلے ہیں۔ وصیتیں کر کے نکلے ہیں۔ کربلا کے میدان میں ایک طرف چلنا شروع کیا ہے میرے مولا نے لیکن چلتے چلتے یہ محسوس ہوا پیچھے پیچھے، پیچھے پیچھے کوئی آہستہ آہستہ آرہا ہے۔ رک گئے حسینؑ رک جانے کے بعد پوچھا کون ہے جو آرہا ہے آنے والے نے کہا۔ میں ہلال ہوں میں آپ کا غلام ہوں مولا میں نے بڑی خطا کی ہے۔ کہ آپ کے پیچھے پیچھے بغیر آپ سے اجازت لئے ہوئے چلا آیا ہوں۔ مگر میرا دل برداشت نہ کر سکا کہ آپ جائیں اور دشمنوں کی طرف جائیں اور اکیلے جائیں۔ لہٰذا میں پیچھے پیچھے چلا آیا اور پوچھا اس لئے نہیں کہ آپ منع کر دیں گے تو میرا آنا حرام ہو جائے گا اور دل میں اتنی قوت نہیں تھی کہ میں آپ کو اکیلے جانے دیتا۔ بس ایک مرتبہ حسینؑ نے کہا آؤ آؤ ہلال آؤ۔ ہلال قریب آئے حسینؑ نے ہاتھ بڑھا کے اپنا ہاتھ ہلال کے ہاتھ میں دیدیا۔ میں رکوں گا اور زمانہ سے کہوں گا۔ ایک سانس روک کے ہلال کی منزل پہچانو۔ جس ہاتھ کو حاصل کرنے کے لئے یزید نے سارے جتن کر لئے اور پھر زمانہ کی گالی بن گیا یزید اس ہاتھ کو حسینؑ خود ہلال کے ہاتھ میں

دے رہے ہیں۔ یہ ایمان کا نتیجہ ہے یہ عمل کا نتیجہ ہے۔ دونوں چیزوں کا ملا جلا نتیجہ ہے آؤ ہلال اور اس کے بعد انگلی سے اشارہ کیا۔ ذرا آسمان کی طرف دیکھو تو آسمان کی طرف دیکھا تو جنّت دکھائی دے رہی ہے کہا پہچانو وہ جنّت میں تمھاری جگہ ہے وہ حبیب کی جگہ ہے وہ حر کی جگہ ہے وہ زہیر کی جگہ ہے وہ مسلم کی جگہ ہے وہ قاسمؑ کی جگہ ہے وہ عونؑ و محمدؑ کی جگہ ہے۔ وہ اصغرؑ کی جگہ ہے وہ میری جگہ ہے۔ جنّت میں سب کی جگہیں بتائیں اور اس کے بعد زمین کربلا پر چلنا شروع کیا۔ ہم کو آپ کو پیغام دے رہے ہیں یہ جنّت ملتی ہے کتنی محنت کے ساتھ ملتی ہے۔ کس محنت کے ساتھ ملتی ہے چلے رکے اور رک کے کہا ہلال یہ جگہ بھی پہچان لو جنّت کی جگہ دکھا چکے نا۔ اب یہ جگہ بھی پہچان لو یہاں تم شہید ہوگے زندگی کی آخری سانس لوگے جب آدمی زندگی ختم کرتا ہے خدا کی اطاعت میں تب جنت ملتی ہے۔ یہی مطلب ہے۔

اَلَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيْدًا

جو اہلبیتؑ کی آل محمدؐ کی محبت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا زندگی تمام کرتا ہے اس کو اسی طرح خدا شہادت کا درجہ دیتا ہے جیسے کربلا کے میدان میں شہید ہونے والوں کو درجہ ملتا ہے۔

بس زندگی کو پابندئ دین کے ساتھ ایمان کے ساتھ عمل صالح کے ساتھ تقوی کے ساتھ تمام ہونا چاہیے۔ کہا یہ وہ

جگہ ہے جہاں تم آخری سانس لوگے۔ تم شہید ہوگے۔

میں اب آپ کے سامنے دیر تک تذکرہ نہ کرسکوں گا۔ دو چار جملے سنئے، تاکہ میں مصائب کی منزل کو مکمل کرسکوں۔ وہیں پر رکے حسینؑ اور رکنے کے بعد کہا ہلال ہلال اس جگہ کو پہچانو یہاں میرا مہمان حر دم توڑے گا اس جگہ کو پہچانو یہاں ان کے بیٹے کی لاش اٹھانے کے لئے میں آؤں گا۔ اس جگہ کو پہچانو میں تصور کے سہارے سارے تفصیلات کو پیش کر رہا ہوں۔ اس جگہ کو پہچانو، یہاں میرا بچپن کا ساتھی حبیب شہید ہوگا۔ اس جگہ کو پہچانو اور شاید کہہ کے حسینؑ رک گئے ہوں اس جگہ کو پہچانو یہاں میرا شیر، میرا شیر سا بھائی عباسؑ آخری مرتبہ مجھے دیکھے گا اور دم توڑ دے گا اور اس کے بعد حسینؑ نے ایک جگہ پر رک کے بتایا۔ اس جگہ کو پہچانو قاسمؑ یہاں سے مجھ کو آواز دے رہے ہوں گے اور میں قاسمؑ تک پہنچنا چاہتا ہوں گا لیکن بھاگتے ہوئے سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپیں زندہ قاسمؑ پر پڑتی جا رہی ہوں گی تو قاسمؑ آواز دے رہے ہوں گے چچا چچا۔ چچا اور میں جب پہنچوں کا قاسمؑ پامال ہو چکے ہوں گے مدد کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

میں ختم کرتا ہوں اور تذکرہ کو اس منزل تک لانا چاہتا ہوں کہ حسینؑ رکے اور رکنے کے بعد ایک جگہ حسینؑ نے کہا یہ جگہ پہچانو یہاں اکبرؑ کے کلیجہ سے مجھے ٹوٹے ہوئے نیزہ کے پھل کو نکالنا ہوگا۔ آخر میں حسینؑ

ہلال کو لئے ہوئے ایک نشیب میں اترے اور اترنے کے بعد کہا ہلال اس جگہ کو پہچانو یہاں تمہارا امام شہید ہوگا ۔ حسینؑ کے گلے پر خنجر پھیرا جائے گا ۔

بس آپ سنیں میں مجلس تمام کرنے کے قریب ذکر مصائب کو لا رہا ہوں ۔ ایک مرتبہ امامؑ نے دیکھا کہ ہلال سنتے بھی ہیں اور کبھی داہنی طرف دیکھ لیتے ہیں کبھی بائیں طرف دیکھ لیتے ہیں ۔ حسینؑ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو ہلال ۔ ہلال تمہارا امامؑ تم سے باتیں کر رہا ہے، کہا مولاؑ آپ پر تو مجھ سے زیادہ واضح ہوگا ۔ کہا بتاؤ بتاؤ ہلال میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں ۔ کہا مولاؑ مولاؑ میرے کان میں کسی رونے والے کی آواز آرہی ہے ۔ اور آقا آقا رونے والا بڑے درد کے ساتھ رو رہا ہے ۔ ایسے درد کے ساتھ رو رہا ہے کہ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے ۔ قوت برداشت جواب دے رہی ہے ۔

میرے مولاؑ میرے پاس لفظیں نہیں ہیں بس اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جیسے کوئی بوڑھی ماں اپنے جوان بیٹے کی میّت پر روتی ہے ایسے کوئی رو رہا ہے ۔ حسینؑ نے کہا ہلال تم نے ٹھیک پہچانا یہ رونیوالا کون ہے سنو گے کہا ہاں بتائیے مولاؑ ۔ کہا یہ میری ماں فاطمہ زہراؑ رو رہی ہیں ۔ آج کربلا میں رو رہی ہیں پھر جہاں جہاں میرا کٹا ہوا سر جائیگا جہاں جہاں لٹی ہوئی بہنیں جائیں گی وہاں وہاں میری ماں بھی روتے روتے ساتھ ساتھ جائے گی ۔ یہ عاشور کی رات تھی عاشور کی صبح ہوئی ۔

خیمے خالی ہو گئے، قتل گاہ آباد ہو گئی بس میں ایک ذرا سی تصویر ایک شہید کی سناؤں۔ شہادت حسینؑ بھی نہ پڑھ سکوں گا۔ ایک شہید کا ذرا سا تذکرہ حسینؑ کے عزادارو! حسینؑ کے سوگوارو!! آج شب عاشور ہے آج فاطمہؑ رو رہی ہیں۔ آج شہزادیؑ رو رہی ہیں آج ہماری آپ کی ملکہ امامت رو رہی ہیں۔ آؤ آؤ پرسہ دیں۔ اللہ جانے۔ اگلے سال کون شب عاشور ہوگا۔ کون نہیں ہوگا۔ اے آقا غلاموں کا یہ غم قبول کر لیجئے۔ آقا شب عاشور آ گئی ہم آپ کو رو نہ سکے۔ آپ کا ماتم نہ کر سکے۔ اپنے مہمان کی خاطر نہ کر سکے۔ بس سن لیجئے چند فقرے مجلس تمام کرنے جا رہا ہوں۔

قتل گاہ آباد ہو گئی خیمے خالی ہو گئے۔ اب خیموں میں کوئی نہ رہ گیا ایک سید سجادؑ رہ گئے جو بستر پہ اٹھ کے بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ جب تک ان کو کوئی سہارا نہ دے اور حسینؑ کربلا کے میدان میں جا چکے ہیں بڑی دیر ہو گئی ہے حسینؑ کو گئے ہوئے۔ کربلا میں خیموں میں جو بچے جمع ہیں جو عورتیں جمع ہیں وہ ایک خیمے میں شاید جمع ہو گئے ہیں اور میں نے کتابوں میں پڑھ کے جو نتیجہ نکالا۔ اس تصویر کو اپنے تصور کی بنیاد پر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ شاید ان بیبیوں کے درمیان ہماری آپ کی چھوٹی سی شہزادی سکینہؑ ہے جو بہت بے قرار ہے اور شاید بار بار یہ کہتی ہے اے کاش، اے کاش کوئی ہوتا جو میدان جا کے خبر لے آتا کہ میرا باپ زندہ ہے کہ شہید ہو گیا۔ ارے مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرا باپ شہید ہو گیا تو جیسے

میں چچا کو رولی جیسے میں بھیا کو رولی میں اپنے بابا کو بھی رولیتی مگر کون ہے جو جائے کون ہے جو جائے میں نے جب کتابوں میں پڑھا۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا۔

ابھی ایک بچہ خیمہ میں بیٹھا تھا۔ ایک بچہ بیٹھا تھا جس کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ جس کو پیاس نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ وہ کھڑا ہونا چاہتا تھا تو جسم کانپتا تھا چلنا چاہتا تھا تو قدم ڈگمگاتے تھے۔ چلتا تھا تو چل کے گر پڑتا تھا۔ آپ بے چین ہوں گے میں بچے کا نام بتا دوں۔ یہ امام حسنؑ کا بچہ ہے نام اس کا عبداللہ ہے یہ خیمہ کے کونے میں بیٹھا ہوا اپنی چھوٹی بہن کی بے قراری دیکھ رہا تھا ارے کوئی ہوتا جو خبر لے آتا کہ میرا باپ زندہ ہے کہ شہید ہوگیا۔ عبداللہ نے کسی سے کہا نہیں چپکے سے خیمے کا پردہ اٹھایا کربلا کے میدان میں امام حسنؑ کا بچہ نکل آیا۔ میدان میں فوجیں پھیلی پڑی ہیں کیسے پتہ لگے میرا چچا کہاں ہے۔ گرتا پڑتا ڈھونڈتا ہوا فوجوں کے درمیان سے گزرتا ہوا سواروں کے پاس سے گزرتا ہوا نیزوں اور تیروں خنجروں کو دیکھتا ہوا عبداللہ بن حسنؑ یہ چھوٹا کمسن پیاسا بچہ ارے مقدر سے وہاں پہنچ گیا۔ جہاں زمین پر حسینؑ بیٹھے تھے۔

بس سنئے اس کے بعد ایک منٹ سے زیادہ نہیں پڑھ سکوں گا آخری فقرہ سن لو سوگوارو! چچا کے پاس بھتیجہ پہنچا مگر ابھی چچا تھوڑی دور پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے تھے کہ بھتیجے نے دیکھا کہ ظالم تلوار لئے

ہوئے حسینؑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بس بھتیجہ بھی پوری طاقت لگا کے دوڑا اور قبل اس کے کہ ظالم تلوار لے کر حسینؑ تک پہنچتا عبداللہ بھی پہنچ گئے۔ جب اس نے حسینؑ پر تلوار ماری بھتیجے نے دونوں ہاتھ بڑھا دیئے۔ ہاتھ کٹ گئے۔ کٹے ہوئے ہاتھ جھول گئے۔ آواز دی چچا، حسینؑ نے مڑکے دیکھا میرے لال تم کہاں آگئے اب تو مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے آؤ آؤ میری گود میں آجاؤ۔ بارہ سال کے بھتیجے کو حسینؑ لٹا رہے تھے ایک تیر آیا عبداللہ کے گلے پر لگا۔ بھتیجہ دم توڑ رہا ہے۔ حسینؑ میّت سنبھال رہے ہیں۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین



بانیٔ تنظیم خطیب اعظم
مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

TANZEEMUL MAKATIB
GOLAGANJ, LUCKNOW. 226018 UP (INDIA)
Phone : 91 522 6565982, 4080918, 6565985
Email : makatib.makatib@gmail.com